تاریخ

غلافِ کعبہ

یعنی

جامۂ کعبہ و محملِ مصری کے تفصیلی حالات و تاریخی واقعات

مؤلفہ

علی شبیر صدر ناظم ہائیکورٹ حیدرآباد دکن

مولف تاریخ مزارات حرمین و تاریخ حجر اسود و حجاز کے فرنگی سیاح و مترجم سفر نامہ (برکھارٹ)
و مصنف نظم شبیر و محاکمۂ قطعات ابن یمین و سعدی

مطبوعہ مسعود دکن پریس گلزار حوض کالی کمان حیدرآباد دکن

رمضان ۱۳۴۹ھ

(۵۰۰) جلد

نذر

جس خلوص و عقیدت سے خدّام حرم کعبے کو لباس
پہناتے رہے ہیں اُسی تعظیم و احترام کے ساتھ میں بھی اِس
حقیر تالیف "**غلافِ کعبہ**" کو بصد ادب کعبہ مکرم و
قبلۂ مطہر "**حضرت بیت اللہ**" پر نذر چڑھاتا ہوں

خادمِ کعبہ

شبیر

فہرست مضامین تاریخ غلافِ کعبہ

فہرست تصاویر تاریخ غلاف کعبہ

فہرست ماخذ تاریخ غلاف کعبہ

اس تالیف میں اگرچہ اپنے مشاہدات کے علاوہ مجھے بہت سی کتابوں کی ورق گردانی کرنی پڑی لیکن یہاں اُن چند کتابوں کے نام تحریر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے جن سے بطور خاص مدد لی گئی ہے یا جن کا اس تالیف میں حوالہ دیا گیا ہے۔

۱۔ **اخبار مکہ** ۔ (عربی) مؤلفہ ابی الولید محمد عبد اللہ الازرقی مطبوعہ جرمنی ۔ یہ تیسری صدی ہجری کی تالیف ہے۔

۲۔ **تاریخ مکہ** ۔ (عربی) مؤلفہ ابی عبد اللہ محمد بن اسحاق فاکہی مطبوعہ جرمنی ۔ یہ بھی تیسری صدی ہجری کی تالیف ہے۔

۳۔ **شفاء الغرام باخبار البلد الحرام** ۔ (عربی) مؤلفہ تقی الدین بن محمد فاسی مطبوعہ جرمنی تالیف ۸۴۹ھ۔

۴۔ **الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام** ۔ (عربی) مؤلفہ قطب الدین مکی ۔ تالیف ۹۸۵ھ مطبوعہ مصر۔

۵۔ **جامع اللطیف** ۔ (عربی) ۔ مؤلفہ جمال الدین محمد بن جار اللہ (ابن ظہیرہ) تالیف ۱۰۱۹ھ مطبوعہ مصر

۶۔ **مرآۃ الحرمین** ۔ (عربی) تالیف ۱۳۲۵ھ مطبوعہ مصر ۔ مؤلفہ جنرل ابراہیم پاشا ۔ یہ دو ضخیم جلدوں میں باتصویر شائع ہوئی ہے ۔ مجھے اس سے بہت مدد ملی ۔ بعض تصویریں بھی اس سے لی ہیں۔

۷۔ **سفرنامہ محمد ابن جبیر** ۔ (عربی) تالیف ۵۷۹ھ ترجمہ اردو مطبوعہ رامپور۔

۸۔ **سفرنامہ برکھارٹ** ۔ (انگریزی) تالیف ۱۸۱۴ء ۔ یورپ کے مشہور سیاح عرب ابراہیم ابن عبد اللہ عرف برکہارٹ کا سفرنامہ حجاز ۔ اس کا ترجمہ خاکسار شبیر نے اردو میں کیا ہے جس کی ایک جلد مطبع تاج حیدر آباد سے شائع ہوئی ہے ۔

۹۔ **ماڈرن ای جپشئی انز** ۔ (موجودہ مصری) (انگریزی) مؤلفہ اڈورڈ ولیم لین تالیف ۱۸۳۵ء۔

۱۰۔ **سفرنامہ برٹن** ۔ (انگریزی) یورپ کے مشہور سیاح کپتان برٹن کا سفرنامہ حجاز تالیف ۱۸۵۳ء

دیباچہ طبع ثانی

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ

اس فقیر کی تاریخ غلاف کعبہ اب سے سات برس قبل سنہ ۱۹۲۳ء میں اولاً حیدرآباد کے مشہور ادبی رسالے لسان الملک میں شایع ہوئی تھی۔ رسالۂ مذکور کے فاضل ایڈیٹر مولوی سید محمد ضامن صاحب ضامن کنتوری نے اس کے متعلق اُس وقت یہہ ریمارک کیا تھا۔

”ہمارے قدیم کرم فرما مولوی علی شبیر صاحب ادبی دنیا میں کافی شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ اور اس سے کلیتہً بے نیاز ہیں کہ ہم ان کا تعارف ناظرین کرام سے کریں۔ آپ کے تاریخی مضامین بالغ نظری اور تلاش و دوررس کا عمدہ نمونہ ہوتے ہیں۔ مندرجہ ذیل مضمون مولوی صاحب نے خاص لسان الملک کے لئے نہایت محنت و تلاش سے مرتب فرما کے تاریخی تحقیقات کی داد دی ہے اور اس کے لئے ہم مولوی صاحب کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔“

جب یہہ تالیف شایع ہوئی تو ہندوستان کے بعض دوسرے اہل علم نے بھی اظہار پسندیدگی فرما کر اس بے بضاعت کی ہمت افزائی فرمائی۔ حجاز میں بھی اس کی خاص شہرت ہو گئی یہاں تک کہ جلالتہ الملک سلطان عبدالعزیز ابن عبدالرحمن آل فیصل ابن سعود ملک الحجاز و نجد کے حکم سے اس کا ترجمہ عربی میں ہوا اور اس کا اقتباس اُس جلسے میں پڑھا گیا جو مکۂ معظمہ میں غلاف کعبہ تیار ہونے کی تقریب میں بتاریخ ۲ر ذیحجہ سنہ ۱۳۴۶ھ بمقام مکہ منعقد ہوا تھا۔

اگرچہ یہہ کتاب پہلے بھی بحیثیت مجموعی مکمل سمجھی گئی تھی مگر گذشتہ سات سال میں غلاف کعبہ کی نسبت جو کچھ معلومات مجھے حاصل ہوئیں اور تاریخ غلاف کعبہ میں جو کچھ انقلابات ہوئے اُن کے لحاظ سے ضرورت اِس کی تھی کہ اِس پر نظرثانی کرکے اِس کو کامل تر بنادیا جائے۔ الحمدللہ۔ خدا نے میرا یہہ ارادہ بھی پورا کردیا۔ اب یہہ تالیف پہلے سے دوچند ضخیم ہوگئی۔ اس میں غلاف کعبہ و محمل مصری کی ضروری تصویرین بھی شامل کردی گئی ہیں۔ اس طرح مشتاقان جمال کعبہ کے لئے آنکھوں میں نور اور دل میں سُرور پیدا کرنے کا سامان ہوگیا۔ یہہ کتاب اپنی نوعیت میں اس موضوع پر پہلی کتاب ہے۔ اس کے ملاحظہ کے بعد غلاف کعبہ کے متعلق کسی کتاب کے دیکھنے کی حاجت باقی نہیں رہ سکتی۔ اس کی صحت کی نسبت صرف اس قدر عرض کردینا کافی ہے کہ اس میں وہی لکھا ہے جو مجھہ میں نے :-

الف ۔ معتبر کتابوں میں پڑھا۔

ب ۔ معتبر لوگوں سے سُنا

ج ۔ چشم عبرت سے دیکھا

میرا یہہ اعتقاد ہے کہ مجھے اپنی ہر تصنیف کی نسبت خدا کو جواب دینا ہے۔ زیادہ حد ادب۔

فقیر الی اللہ

شبیر

صدر منتظم ہائیکورٹ حیدرآباد دکن

یکم رجب ۱۳۴۹ ہجری

حرم بیت اللہ میں حاجیوں کا ہجوم - کعبہ اپنے سیاہ غلاف میں
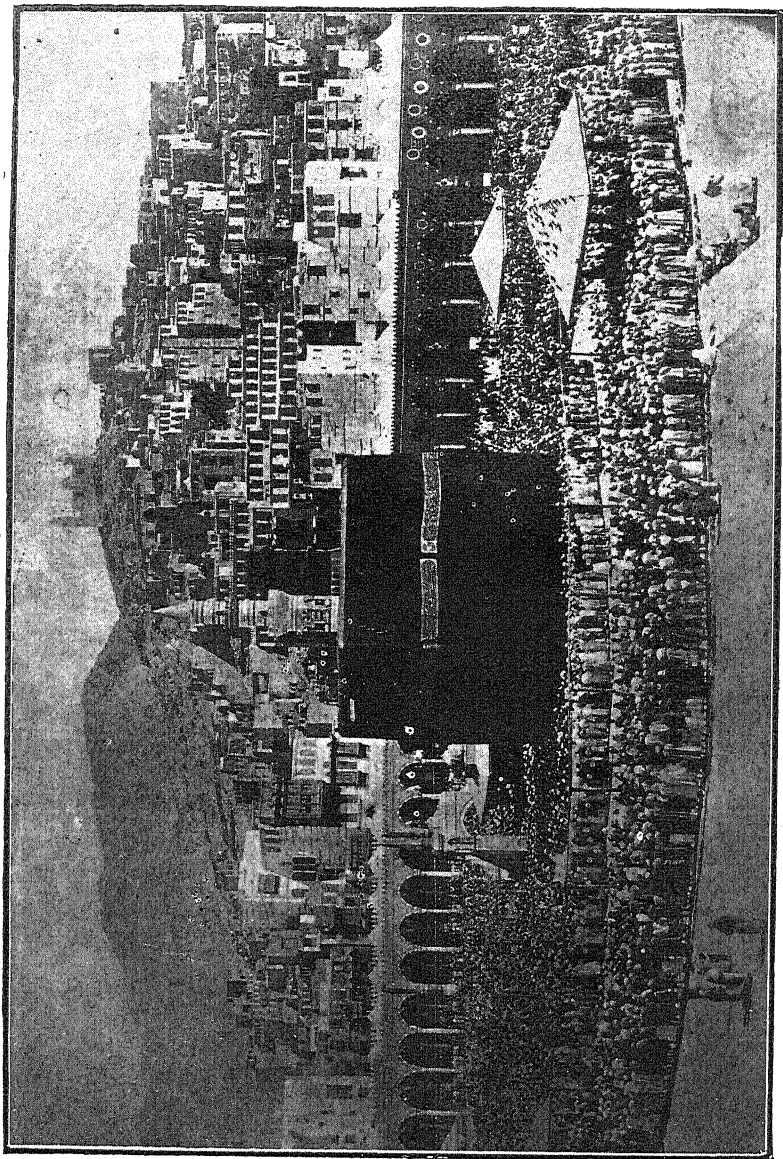
بسم اللہ الرحمن الرحیم

سبب تالیف

مکّے میں وہ محمل مصری کا منظر دلفریب
وہ غلاف پاک کعبہ پر ہجوم عاشقاں

فقیر

ہر مسلمان کا دل طائر قبلہ نما کی طرح مکۂ معظمہ و کعبۂ مطہرہ کی جانب فطری طور پر مائل ہے۔ وہاں کے شجر و حجر میں ایک ایسی مقناطیسی قوت موجود ہے جو ہمیشہ ہمارے قلوب کو جذب کرتی رہتی ہے مسلمانوں کو ہوش سنبھالتے ہی جب وہ نماز سیکھ لیتے ہیں یا اس سے بھی قبل جب وہ اپنے بڑوں کو کعبے کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے دیکھتے ہیں کعبے کے نام سے واقفیت اور کعبے سے ایک خاص محبت ہو جاتی ہے اس گنہگار کے یہ اشعار جو کسی وقت غلبۂ شوق میں زبان سے نکلے ہیں مسلمان اُن کو مبالغہ آمیز ہرگز نہیں کہہ سکتے۔

سبزۂ غلطاں مرے پاؤں میں اب چبھنے لگا ۔۔۔ آرہے ہیں یاد صحرائے عرب ریگ رواں
نکہت باد بہاری سے مرا دل پھر گیا ۔۔۔ ہے کدھر باد سموم اور عالم فصل خزاں
دامن دل کھینچتے ہیں دشت بطحا کے ببول ۔۔۔ پنجۂ خار مغیلاں میں پھنسا ہے دست جاں[1]

حقیقت یہ ہے کہ مکہ ہمارا اصلی مرجع اور کعبہ ہمارا حقیقی مرکز ہے وہاں کی بنجر زمین خشک پہاڑ اور بے آب و گیاہ گھاٹیوں میں ہم کو وہ دلکش منظر دکھائی دیتے ہیں جو دنیا کے خوشنما ترین ملک زرخیز ترین خطے اور شاداب ترین مقام میں نظر نہیں آتے۔ مکے کے در و دیوار بلکہ وہاں کا ایک ایک پتھر

---

[1] یہ اس درویش کے قصیدۂ اشتیاق حرمین کے اشعار ہیں جس کا مطلع یہ ہے۔
آرہے ہیں یثرب سے واپس حاجیوں کے کارواں ٭ رشک سے دل میں کیا کیا لے رہا ہے چٹکیاں

ہماری مذہبی و قومی تاریخوں کے ایسے ورق ہمارے سامنے پیش کرتا ہے جن کے مطالعہ سے تصورات کا ایک دلکش مرقع اور تخیلات کا ایک گلزار پُر بہار پیش نظر ہو جاتا ہے۔ یہ وہ سرزمین ہے جس کی ایک مٹھی بھر خاک لئے انگریزی کے مشہور شاعر لونگ فیلو[1] کی قوت متخیلہ میں ایک لہر پیدا کر دی تھی اور شیشۂ ساعت یعنی ریت گھڑی کو دیکھ کر وہ کہنے لگا تھا:-

"کیا عجب ہے کہ فرزندان یعقوب جب وہ کنعان سے یوسف کو بیچنے کے لئے مصر لے جا رہے تھے اس خاک پر سے گذرے ہوں۔ ممکن ہے اس پر سے فرعون کی سنہری گاڑیاں موسیٰ کا تعاقب کرتے وقت دوڑی ہوں۔ شاید کہ وہ بنی اسرائیل کو لیکر [illegible] راہ سے چلے ہوں۔ کیا تعجب ہے کہ مکے کے مشتاق حاجیوں کے بے شمار قافلے [illegible] گئے ہوں"

جب ایک عیسائی اُس ارض مقدس کی خاک سے اس قدر متاثر ہو تو ہم مسلمانوں کے دلوں میں اُس کے ذرہ ذرہ سے خیالات کا کیا کیا تموج و تلاطم نہ ہوتا ہوگا؟ اور حضرت ابراہیم و اسمٰعیل کے مبارک عہد اور جناب سرور کائنات کے زمانۂ خیر القرون سے لیکر اب تک کیا کیا واقعات اور کیا کیا داستانیں ہم پر آئینہ ہو جاتی ہونگی؟ اللہ اکبر

در و دیوار بطحا سے مجھے لاکھوں امیدیں ہیں ؎ مرے کام آئیگا ہر ذرہ ان حاجت روا ہوکر

ایسے دلکش مقام اور ایسی دلفریب زمین کے چپے چپے کے حالات اگر تحریر کئے جاتے اور خانۂ کعبہ کی ایک ایک اینٹ کے سوانح و واقعات پر اگر کتابیں لکھی جاتیں تو غالباً مسلمانوں کے اشتیاق کی انتہائی تسکین ہو جاتی مگر حیرت ہے کہ سوائے ایک خلاصۂ تواریخ مکہ[2] اور کوئی تاریخ مکہ معظمہ کی اردو میں نہیں لکھی گئی فارسی میں بھی کوئی مستقل تاریخ خاص مکہ معظمہ کی نہیں ہے۔ البتہ عربی میں اس قسم کی کئی تاریخیں لکھی گئی ہیں جنمیں ازرقی[3] کی تاریخ اخبار مکہ اور قطب[4] الدین مکی کی تاریخ الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام نہایت

---

[1] ہنری لونگ فیلو سنہ ۱۸۰۷ء میں پیدا ہوا اور سنہ ۱۸۸۲ء میں فوت ہوا۔ اس کی نظم "سینڈ آف این آور گلاس" یعنی "ریگ شیشۂ ساعت" کے بعض اشعار کا خلاصہ اس مقام پر لکھا گیا ہے۔

[2] یہ کتاب سنہ ۱۲۶۶ھ میں حسب فرمان سراج الدین محمد بہادر شاہ ظفر بادشاہ دہلی لکھی گئی تھی اسکی عبارت لفظی ترجمہ کے طور پر ہے اور تاریخ قطب الدین وغیرہ کا نامکمل خلاصہ نہایت ہی اختصار کے ساتھ کیا گیا ہے اس کا حجم (۶۰) صفحے ہے اس کے مولف مولوی فخر الدین حسین دہلوی ہیں۔

[3] ابی الولید محمد بن عبد الکریم ازرقی کی کتاب اخبار مکہ سب سے پہلی تاریخ مکہ ہے اسمیں سنہ ۲۴۴ھ تک کے حالات درج ہیں۔

[4] قطب الدین مکی کی تاریخ مکہ الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام نہایت مستند کتاب ہے اس میں سنہ ۹۹۰ھ تک کے حالات درج ہیں۔

مشہور ہیں مگر یہ دونوں کتابیں بھی تقریبًا نایاب ہیں اور بجز خاص کتب خانوں کے ہندوستان کے کسی کتب فروش کے ہاں نہیں ملتیں اگر یورپ والے اُن کو طبع نہ کراتے تو شاید یہ بھی عنقا ہو جاتیں کیا غضب ہے جس ملک میں آٹھ کروڑ مسلمان رہتے ہوں وہاں اُن کے مقدس ترین شہر کے تاریخی حالات کے متعلق جامع ایک کتاب بھی نہیں ملتی اس تالیف کے چار برس بعد خدیو عباس حلمی پاشا کا سفرنامہ حجاز کا اُردو ترجمہ و اقتباس مولوی عبدالسلام صاحب ندوی نے تاریخ حرمین الشریفین کے نام سے شایع کیا ہے اگرچہ سفر حرمین الشریفین کے بہت سے سفرنامے اُردو میں لکھے گئے ہیں مگر اُن سے مکہ معظمہ کے تاریخی حالات پر بہت کم روشنی پڑتی ہے۔

اس درویش کو زمانۂ طفولیت سے مکہ معظمہ و بیت اللہ کے حالات معلوم کرنے کا ایک خاص شوق رہا ہے اور ایک نامعلوم کشش اس کے دل کو ہمیشہ کعبہ کی طرف کھینچتی رہتی ہے جس کا سبب علاوہ وجوہ متذکرہ کے شاید یہ بھی ہو کہ

ہے حجازی خاک سے خمیر میری بھی سرشت ؛ دل کو کھینچے کیوں نہ بطحا کے بگولوں کی ہوا[1]

میں نے اسی شوق تحقیقات کے دوران میں غلاف کعبہ کے متعلق تفصیلی حالات و واقعات گذشتہ و حالیہ معلوم کرنے چاہئے مگر عربی فارسی اُردو انگریزی کی کوئی کتاب ایسی نظر سے نہیں گذری جس سے میری سیری ہو جاتی البتہ مختلف ذرایع و تواریخ و سفرنامہ جات اور دیگر علوم و فنون کی تقریبًا ایک سو کتابوں کی الٹ پلٹ کے بعد غلاف کعبہ کے متعلق مجھے اس قدر حالات معلوم ہو گئے کہ اُن کو اگر ایک جگہ کر دیا جائے تو مشتاقان حریم کعبے کے لئے باعث تفریح ہو سکتے ہیں چنانچہ اسی خیال سے اُن کو مرتب کر دیا گیا بظاہر یہ چھوٹی سی تالیف ایک معمولی مضمون کی حیثیت رکھتی ہے مگر اسکی تیاری میں مجھ کو محنت شاقہ اٹھانی پڑی بعض اوقات پان پانسو صفحے کی کتابوں کے مطالعہ کے بعد کچھ بھی حاصل نہیں ہوا یا کوئی ایک آدھ بات مفید مطلب ہاتھ آئی جو کوہ کندن و کاہ برآوردن کا مصداق تھی

---

[1] یہ اس درویش کی ایک غزل کا مقطع ہے جس کا مطلع یہ ہے۔

ہے کہاں بطن عقیق اور وہ ببولوں کی ہوا ؛ چلکے وان بنگیں بڑھائیں کہائیں جھولونکی ہوا۔

بطن عقیق مدینہ منورہ سے دو کوس جنوب مغرب کی طرف مکے کی سڑک پر واقع ہے یہ مقام بہت گلشن و پرفضا ہے احادیث میں اسکی فضیلت بیان کی گئی ہے اور آنحضرتؐ نے اسکو وادی مبارک فرمایا ہے آپ اکثر ہوا خوری کیلئے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے بعض شعرائے عرب نے اس وادی کی تعریف میں شعر لکھے ہیں۔

سب سے زیادہ مایوسی مجھے ہندوستان کے اُن نامور سیاحوں[1] کے سفرنامے دیکھ کر ہوئی جنہوں نے حج کا سفر کیا مگر غلاف کعبہ کی تیاری اور روانگی اور جلوس کسوۃ کعبہ وجلوس محمل مصری کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں لکھا حالانکہ یہ دونوں جلوس مصر کے بڑے میلے اور دینی و دنیوی تقاریب ہیں مجھے امید تھی کہ ان کتابوں سے میرے مفید مطلب بہت سے مضامین ہاتھ آجائیں گے مگر

تشنہ بودم زدم تیغ توآبم دادند سینہ وزجواب لب لعل توجوابم دادند

غلاف کعبہ کی گزشتہ تاریخ کے متعلق مجھے سب سے زیادہ مدد ازرقی کی اخبار مکہ اور قطب الدین مکی کی تاریخ الاعلام سے ملی۔ موجودہ حالات برکھارٹ[2] اور برٹن[3] کے انگریزی سفرناموں اور ولیم اڈورڈلین[4] کی انگریزی کتاب موجودہ مصری سے کسی قدر وضاحت کے ساتھ معلوم ہوسکے۔ مسلمان سیاحان حجاز نے اپنے سفرناموں میں عموماً کوتہ قلمی کو کام فرماکر کسوۃ کعبہ کے ضمن میں دوچار سطر یا صفحے دو صفحے پر اکتفا کی ہے بعض نے کچھ بھی نہ لکھا تاہم جن بزرگواروں کے سفرناموں سے میں نے کچھ اخذ کیا اُن میں قابل ذکر سفرنامہ ناصر خسرو سفرنامہ ابن بطوطہ۔ سفرنامہ ابن جبیر۔ حاجی عبدالرحیم صاحب عہدہ دار محکمۂ بندوبست بنگلور کا سفرنامہ حرمین الشریفین اور ڈاکٹر حاجی نورحسین صاحب صابر کا سفرنامہ رفیق الحجاج ہے۔ میں نے اس تالیف میں حتی الامکان ہر ایک واقعہ نہایت تحقیق سے لکھا ہے پھر بھی اگر کوئی سہو یا غلطی ہو تو ناظرین کرام براہ مہربانی مجھے اس سے مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اس کی اصلاح کردی جائے۔ صاحبان علم اور حاجیان بیت اللہ سے میری استدعا ہے کہ غلاف کعبہ کی نسبت اگر ان کو کوئی ایسے حالات معلوم ہوں جو اس مضمون میں درج کرنے سے رہ گئے ہیں تو ازراہ الطاف بزرگانہ اُن سے آگاہی بخشیں تاکہ بحوالہ نام نامی آیندہ تحریر کردئے جائیں۔

خادم کعبہ

شبیر

رجب ۱۳۴۲ ہجری

---

[1] سفرنامہ مولوی شبلی النعمانی۔ سفرنامہ خواجہ غلام الثقلین مرحوم سفرنامہ حافظ عبدالرحمن امرتسری۔ سفرنامہ مولوی حاجی عبدالرحیم بنگلوری سفرنامہ مولوی خواجہ حسن نظامی وغیرہ وغیرہ۔ [2] ابراہیم ابن عبداللہ عرف جان لوئس برکہارٹ جسے اہل یورپ عربی سیاحوں کا بادشاہ کہتے ہیں سوئٹزرلینڈ کا باشندہ تھا۔ اس نے نوبہ وشام وحجاز کا سفر کیا ہے اور ہر جگہ کے حالات نہایت تفصیل سے لکھے ہیں ۱۸۱۴ء میں مسلمانوں کا بھیس بناکر حجاز گیا اور یہاں کے حالات بہت ہی شرح وبسط سے درج کئے اس کا سفرنامہ حجاز ۱۸۱۹ء میں دو جلدوں میں انگریزی میں شایع ہوا تھا جس کا اردو ترجمہ امراؤ درویش نے کیا ہے جو تاج پریس حیدرآباد میں طبع ہوچکا ہے برکہارٹ کی تصنیفات میں کتاب بدویوں اور وہابیوں کے حالات بھی بہت مشہور ہیں۔ [3] کیپٹن سر فریڈرک رچارڈ برٹن جو عبداللہ خاں کے نام سے ۱۸۵۳ء میں حجاز گیا اس کا سفرنامہ تین جلدوں میں شایع ہوا ہے اس نے حرمین الشریفین کے حالات بڑے تفصیل سے لکھے ہیں [4] ولیم اڈورڈلین نے کئی برس قاہرہ میں رہکر اہل مصر کے رسم ورواج ومعاشرت پر ایک کتاب انگریزی میں موڈرن ایجپشنیز (موجودہ مصری) کے عنوان سے ۱۸۳۵ء میں شایع کی ہے۔

بَابِ اوّل

غِلافِ کعبہ

فصلِ اوّل

زمانۂ جاہلیت کے غلاف

(۱) غلافِ کعبہ کی ایجاد

عبادت و معاشرت کے متعلق بہت سی رسمیں مختلف ملکوں کے مختلف مذاہب میں اس قدر ملتی جلتی ہیں کہ اُن کے موجد کا پتہ لگانا سخت دشوار ہے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جس زمانہ میں حضرت آدم کا مختصر کنبہ کسی ایک ہی مقام پر بستا تھا اس وقت جو رسمیں رائج ہو گئیں وہ اُس کے منتشر و متفرق ہو جانے کے بعد بھی اولادِ آدم کے ساتھ ساتھ ہزاروں کوس کے فاصلہ پر پہونچ گئیں مثلاً جانوروں کی قربانی کی رسم دنیا کے تمام سچے اور جھوٹے مذاہب اور مہذب و غیر مہذب اقوام سب میں پائی جاتی ہے۔ قبروں پر غلاف ڈالنے کا دستور بھی اسی قبیل سے معلوم ہوتا ہے۔ مصر کے بُت پرست اہرام[1] مصری کو جو شاہان مصر کی قبریں ہیں سر سے پاؤں تک چمکتی جھلکتی بسنتی اطلس

[1] یہ مصر کے قدیم مینار ہیں جن کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ پانچ ہزار سال قبل تعمیر ہوئے تھے ان کا شمار دنیا کے عجائبات میں ہے۔ یہ مصر کے قدیم بادشاہوں کے مقبرے ہیں جن کی لاشیں مسالا لگا کر ان میں محفوظ کی گئی تھیں۔ بہت سے اہرام کھود کر اُن کی لاشیں لندن و پیرس و قسطنطنیہ کے عجائب خانوں میں پہونچا دی گئیں ہیں (بقیہ سلسلہ حاشیہ صفحہ (۶) پر)

اُڑھایا کرتے تھے۔ یہودیوں کی قبروں پر غلاف ڈالنے کا دستور بھی سالہائے دراز سے چلا آرہا ہے مولانا رومؔ کے اس شعر میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

از بروں چوں گورِ کافر پر حلل
وز دروں قہرِ خدائے عزوجل

کعبہ زمانہ قدیم میں مختلف اہلِ مذاہب کا عبادت گاہ رہا ہے۔ یہودی، بت پرست، صابئیؔ پارسی اور موحد سب آستانہ کعبہ پر جبینِ عقیدت رگڑتے تھے۔ منتیں مانتے تھے اور نذریں چڑھاتے تھے اس لئے اس بات کا پتہ لگانا دشوار ہے کہ غلافِ کعبہ کی ایجاد کا سہرا کس کے سر ہے۔ تاریخ جامع اللطیف میں ہے کہ سب سے پہلے حضرت اسمٰعیل نے کعبے پر غلاف ڈالا تھا۔ اگر یہ روایت صحیح ہے تو غلافِ کعبہ کا

بقیہ حاشیہ صفحہ (۵) اب صرف (۷) اہرام رہ گئے ہیں یہ مثلث مخروطی کی شکل میں تعمیر کئے گئے ہیں سب سے بڑے اہرام کا ہر ضلع جڑ کے قریب (۷۴۶) فٹ ہے جو بتدریج اوپر کی جانب گھٹتا چلا گیا ہے۔ اسکی بلندی (۴۵۱) فٹ ہے اسکی (۲۰۱) منزلیں ہیں۔ لوگ اس کے اوپر تک پہونچ سکتے ہیں۔ ان میناروں میں ہزار ہزار من کے پتھر ایسی صفائی سے جوڑے گئے ہیں کہ اُن کے جوڑ میں سوئی تک نہیں داخل ہوسکتی۔ اُن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانۂ قدیم میں مصریوں کو فن تعمیر و جر ثقیل میں ید طولیٰ حاصل تھا ان میناروں پر کچھ کتبے بھی ہیں اور بعض کے نیچے تہہ خانے ہیں جو مشعل کی مدد سے دیکھے جاسکتے ہیں یہ اہرام قاہرہ سے کوئی دس میل کے فاصلہ پر واقع ہیں اور بذریعہ ٹرامؔوے ان کو دیکھنے کے لئے سیکڑوں سیاح روزانہ آتے جاتے ہیں۔

سلہ بعض لوگ ان کو خدا پرست کہتے ہیں۔ بعض ستارہ پرست۔ حضرت یحییٰ کی تعظیم کے خیال سے بعض ان کو حضرت یحییٰ کی امت کہتے ہیں۔ مگر ان کے عمل سے زیادہ تر ان کا ستارہ پرست ہونا ثابت ہوتا ہے۔ قرآن شریف میں بھی ان کا ذکر آیا ہے جس سے اس کا پتہ لگتا ہے کہ یہ لوگ خدا اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس زمانہ میں یہ لوگ عراق عرب میں پائے جاتے ہیں۔ بہت سے صابی بغداد میں سکونت رکھتے ہیں اور زرگری کا پیشہ کرتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے عقائد کو بے حد چھپاتے ہیں۔ ان کی عبادت کے خاص دن مقرر ہیں اور دریائے دجلہ کے کنارے عارضی عبادت گاہیں بنا کر پرستش کرتے ہیں۔ بہ حیثیت مجموعی ان کا مذہب عیسائیت، ستارہ پرستی اور توحید کا مجموعہ ہے۔ میں نے ان کے حالات میں ایک بڑا مضمون لکھا ہے جو ۱۹۰۰ء میں حیدرآباد کے مشہور ادبی رسالہ افسر میں "ایک ستارہ پرست قوم" کے نام سے شایع ہوا تھا۔

محا - مکہ میں ایک مقام قربانی

حد کو نکالنے والا
موحد محض ایک موحد ہی نہیں بلکہ ایک پیغمبر ہے مگر اس کے ساتھ یہ امر تشنہ رہتا ہے کہ آیا اس سے قبل بھی عبادت گاہوں پر غلاف ڈالے جاتے تھے یا نہیں کعبے پر سب سے پہلے غلاف ڈالنے والا عام طور پر یمن کا بادشاہ تبع[1] اسعد حمیری تسلیم کیا جاتا ہے جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے۔ یہ یہودی مذہب رکھتا تھا بعض روایات سے اس کا موحد ہونا بھی ثابت ہے۔ بعض نے اس کو ستارہ پرست یعنی صابی خیال کیا ہے۔ اس کا مذہب کچھ بھی ہو مگر یہ سوال باقی رہتا ہے کہ آیا یہ پہلا غلاف تھا جو کعبہ پر ڈالا گیا یا اس سے پیشتر بھی عبادت خانوں اور بت خانوں پر غلاف ڈالے جایا کرتے تھے۔

(۲) غلاف پہنانے کی غرض

کعبے پر غلاف ڈالنے کی غرض بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب کوئی نفیس چیز یا کوئی تبرک انسان کے ہاتھ لگ جاتا ہے تو وہ اسے سات پردوں میں اس طرح چھپا کر رکھتا ہے کہ ہوا نہ لگے۔ یہی وجہ ہے کہ تبرکات اور خوشنما چیزوں کو گرد و غبار سے محفوظ رکھنے کے لئے طرح طرح کے صندوقچوں۔ غلافوں اور کیسوں میں رکھا جاتا ہے۔ بیت اللہ کو بھی جو ایک زبردست واجب التعظیم عبادت گاہ تھی غالباً خارجی اثرات ہوا۔ خاک۔ پانی۔ دھوپ وغیرہ سے بچانے کے لئے اور ظاہری زیب و زینت کے واسطے غلاف لباس یا کسوہ پہناتے تھے۔ اس بات کا ہم کو پتہ نہیں لگا کہ زمانہ جاہلیت کے بت پرست عرب کعبے کو بت یا ایسی جاندار شے تصور کرتے ہوں جس کو انسان کی طرح لباس کی ضرورت ہوتی ہے۔

(۳) زمانۂ جاہلیت میں کعبہ کا غلاف

مقریزی کہتا ہے کہ ابتداءً کعبے کا لباس ٹاٹ اور چمڑے[2] کا بنایا جاتا تھا۔ اسعد حمیری اور

---

[1] تبع شاہان یمن کا لقب تھا۔ حمیر یمن سے متصل ایک علاقے کا نام ہے جو بادشاہ یمن و حمیر پر حکمراں ہوتا تھا اس کو تبع کہتے تھے۔ تبع کے لغوی معنی پیروی کرنے والوں کے ہیں اور یہ جمع تابع کی ہے۔

[2] ابتدائی زمانہ میں انسانوں کا لباس بھی چمڑے کا ہوا کرتا تھا۔ توریت میں ہے کہ حضرت آدم کو سب سے پہلا لباس انجیر کے پتوں کا دیا گیا تھا۔ اس کے بعد چمڑے کا لباس عنایت ہوا۔

دوسرے شاہان یمن کے غلافوں کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے جو عموماً موٹے کپڑے کے ہوتے تھے اُن کو ٹاٹ تصور کیا جا سکتا ہے چمڑے کا غلاف بھی ہوتا تھا قطب الدین تاریخ مکہ میں لکھتے ہیں کہ قبل ظہور سرور عالم اطراف و جوانب کے امرا کعبے کو بردیمانی اور نمط کے جو ایک نفیس کپڑا ہوتا تھا غلاف اڑھایا کرتے تھے اور مختلف قسم کے ہدیئے اور تحفے کعبے کے لئے بھیجا کرتے تھے جن میں غلاف کعبہ بھی ہوا کرتا تھا۔ ازرقی کہتا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں کعبے کو مختلف قسم کے کپڑوں کا لباس پہنانے تھے اور قربانی کے جانوروں پر کملوں۔ چادروں اور یمن کے کپڑوں کی جھولیں ڈالتے تھے جو کعبے پر چڑھادی جاتی تھیں اور اُن کے علاوہ اور بھی ریشمی اور اونی کپڑے ہدیئے کے طور پر بھیجتے تھے جو کعبے پر لٹکادیے جاتے تھے او۔ اس کے بعد جو بچ رہتے تھے وہ کعبے کے خزانہ میں رکھ چھوڑتے تھے جب لباس کعبہ میں کوئی چیز پرانی ہو جاتی تھی یا پھٹ جاتی تھی تو اس کی جگہ پیوند لگا دیتے تھے مگر اُن پھٹی پرانی چیزوں میں سے کوئی چیز علیحدہ نہیں کرتے تھے۔ قریش مکہ سبز و زرد خز[1] کا شقاق[2] کا۔ چمڑے کا یمن کی دھاریدار چادروں کا جن کو حبرات[3] کہتے تھے اور کمل کی قسم کے ایک کپڑے کا جسے نمارق العراقیہ کہا کرتے تھے اور نماط[4] کا جو توشکیں بنانے کے کام آتا تھا غلاف اڑھایا کرتے تھے۔ اس زمانہ کے کپڑوں کے جو نام بتائے گئے ہیں اُن سے ظاہر ہے کہ وہ عموماً موٹے ہوا کرتے تھے اور کعبے کے غلاف کے لئے موٹا کپڑا ہی موزوں ہوسکتا ہے۔ باریک کپڑا ہوا اور مینہ کی وجہ سے ٹک نہیں سکتا۔

ابوالفرج اصفہانی کتاب اغانی میں لکھتا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں قریش چندہ کر کے سال میں ایک بار کعبے کو پوشش پہناتے تھے اور یہ طریقہ قصی[5] کے زمانہ سے چلا آرہا تھا یہاں تک کہ بحیرین ابوربیعہ جنے تجارت سے بہت دولت پیدا کر لی تھی ایک سال وہ اور ایک سال قریش غلاف پہنانے لگے۔

---

[1] خز ایک قسم کا ریشمی کپڑا ہے۔ [2] شقاق جمع ہے شقہ کی ایک قسم کا باریک کپڑا ہوتا تھا۔ [3] حبرات جمع ہے حبر کی۔ [4] نماط جمع ہے نمط کی۔ [5] قصیٰ بن کلاب مکے کا بادشاہ اور کعبے کا متولی تھا۔ قصیٰ کے معنی وطن سے بچھڑے ہوئے کے ہیں۔ بچپن میں یہ گھر سے نکل گیا تھا اس وجہ سے اس کا یہ نام پڑگیا۔ اپنے باپ کے مرنے کے بعد جب وہ مکہ واپس آیا تو اس کی قوم نے اس کو پہچان کر بڑی عزت کی۔ اس نے کلید بردار کعبہ سے خانۂ کعبہ کی کنجی مشکیزہ شراب کے بدلے میں حاصل کی تھی اس طرح کعبے کا متولی ہوگیا۔ اور مکے کا بادشاہ بن گیا حضرت ابراہیم کی تعمیر کے بعد تیسری مرتبہ خانۂ کعبہ کی تعمیر اسی نے کی تھی۔

اسی وجہ سے قریش اس کو العدل کہنے لگے تھے یعنی غلاف پہنانے میں وہ اکیلا تمام قریش کی برابری کیا کرتا تھا۔ آنحضرت صلعم نے اس کا نام اس کی صفات کی مناسبت سے عبداللہ رکھا تھا۔ اور اسکی اولاد بنوالعدل کہلانے لگی تھی۔ قریش اپنے غلاف میں عطر بھی لگایا کرتے تھے۔

(۴) کعبے کو سب سے پہلے کس نے غلاف پہنایا

جاراللہ مکی لکھتے ہیں کہ کعبہ تیار کر چکنے کے بعد حضرت اسماعیل نے غلاف ڈالا اور یہ سب سے پہلا غلاف تھا جو کعبے پر ڈالا گیا۔ (جامع اللطیف صفحہ ۱۰۵) لیکن عام طور پر مورخین مکہ جس روایت پر متفق ہیں وہ یہ ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے کعبہ پر غلاف ڈالا اور اس کے دروازہ کے کواڑ اور قفل کنجی بنوائی وہ یمن کا بادشاہ تبع ابوکرب اسعد حمیری تھا۔ اس نے خواب دیکھا تھا کہ وہ کعبے کو غلاف پہناتا ہے۔ اس خواب کی تعبیر پر وہ غلاف لیکر مکے پہونچا۔ مگر جب اہل مکہ اس کے استقبال کے لئے نہ گئے اور اس کی تعظیم نہ کی تو اس نے یہ خیال کرکے کہ مکے والوں کا سارا غرور اس کعبے کی وجہ سے ہے اس کو ڈھا دینا چاہئے۔ چنانچہ اس نے کعبے کو مسمار کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن اس اثناء میں وہ ایسا سخت بیمار ہو گیا کہ طبیب اس کے علاج سے عاجز آ گئے۔ آخر کسی پیر جہاں دیدہ نے یا بقول ازرقی بعض اہل کتاب نے جو اس کے ساتھ تھے اسے آگاہ کیا کہ تیری بیماری کا اصلی سبب تیری وہ نیت ہے جو کعبے کو ڈھا دینے کے لئے تو نے کی ہے اگر تو اس ارادے سے باز آ جائے تو تیری بیماری دفع ہو جائیگی جب اسعد نے اپنے خیال سے توبہ کی وہ اچھا ہو گیا اور کعبے کو بیش قیمت لباس پہنایا۔ یہ واقعہ ہجرت سے تخمیناً دو سو سوا دو سو برس قبل کا ہے۔ ازرقی نے اس بارے میں اسعد حمیری کے حسب ذیل اشعار لکھے ہیں:-

وکسونا البیت الذی حرّم ۔۔۔ اللہ ملاء معضدا و برودا

واقمنا من الشہر عشراً ۔۔۔ وجعلنا لبابہ اقلیدا

ثم طفنا البیت سبعاً ۔۔۔ وسجدنا عند المقام سجودا

وخرجنا منہ نؤم سہیلا ۔۔۔ ورفعنا لواء نا معقودا

مطلب ان اشعار کا یہ ہے کہ ہم نے اس مکان کو جسے اللہ تعالیٰ نے بزرگی دی ہے چھینٹ کا لباس پہنایا اور چادریں اڑھائیں۔ ہم یہاں دس روز مقیم رہے اور ہم نے اس کے دروازے کیلئے کنجی بنائی۔ پھر ہم نے بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پاس سجدہ کیا ہم سہیل ستارے کو اپنا رہنما بنا کر یہاں سے روانہ ہوئے اور اپنے جھنڈے کو ہم نے پلٹتا ہوا بلند کیا۔

مولوی عبدالسلام صاحب ندوی نے بھی اپنی کتاب تاریخ حرمین میں جو عباس حلمی پاشا خدیو مصر کے سفرنامہ حجاز کا ترجمہ ہے اشعار مذکورہ تھوڑے سے رد و بدل کے ساتھ لکھے ہیں مثلاً دوسرے شعر کے دوسرے مصرعہ میں "لبابہ" کی بجائے انہوں نے "لنابہ" تحریر فرمایا ہے اور اس مصرعہ کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ "ہم نے اپنے واسطے اس کے لئے کنجی بنائی" اس فقیر کے خیال میں اس جگہ "لبابہ" زیادہ مناسب ہے جس کے اعتبار سے ترجمہ یہ ہوگا کہ "ہم نے اس کے دروازے کے لئے کنجی بنائی"۔

تاریخوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسعد حمیری اور اس کے جانشین سال کے سال کعبے کو غلاف اڑھاتے رہے اور اس مقصد کے لئے کبھی خصیف[1]، معافر[2]، ملاء[3]، وصائل[4]، عصب[5]، مسوح[6]، انطاع[7] برود[8]، وغیرہ کپڑے استعمال کرتے رہے۔

ازرقی نے اسعد حمیری کے ہمراہیوں کو اہل کتاب لکھا ہے اور بعض دوسرے مورخ کہتے ہیں کہ یمن کے بادشاہوں میں سب سے پہلے اسعد حمیری نے یہودی مذہب اختیار کیا تھا اس لحاظ سے قیاس ہوتا ہے کہ اسعد بھی یہودی تھا اس کے ساتھ ازرقی کا بیان ہے کہ اسعد حمیری کو برا کہنے کی حدیث میں ممانعت آئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ موحد تھا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا تھا جیسا کہ اس کے پہلے شعر سے ظاہر ہے مگر جار اللہ کہتے ہیں کہ آخر شعر اس کے ستارہ پرست ہونے پر دلالت کرتا ہے اس فقیر کے خیال میں وہ شعر اس کی ستارہ پرستی کا کافی ثبوت نہیں ہے عرب اب تک ستاروں کے سہارے رستہ چلتے ہیں اور قطب نما کا کام وہ ستاروں ہی سے لیتے ہیں پس اسعد حمیری نے سہیل ستارے کو جو اپنا امام کہا ہے اس سے مراد رہنما یا رستہ بتانے والا ہے۔

---

[1] موٹا کپڑا۔ [2] موضع معافر کا بنا ہوا کپڑا۔ [3] باریک کپڑا۔ [4] وصیلہ کی جمع یعنی یمن کا دھاری دار سرخ کپڑا۔ [5] یمن کا رنگین کپڑا۔ [6] مسح کی جمع ہے۔ بالوں کا موٹا کپڑا۔ [7] نطع کی جمع ہے۔ چمڑے کا لباس۔ [8] برود جمع ہے بردکی۔ دھاری دار چادریں۔

(۵) زمانہ جاہلیت میں نذر کے غلاف

جاہلیت بلکہ آغاز اسلام میں بھی کعبے کو پورا لباس پہنانے کے علاوہ بعض اشخاص نذرین مانکر قربانی کے جانوروں کی جھولین بھی کعبے پر ڈالا کرتے تھے اور چمڑے کے لباس یعنی پوستینوں اور تکیوں[1] وغیرہ سے بھی کعبے کو آراستہ کیا کرتے تھے۔ تاریخ ازرقی میں عمرو بن الحکم السلمی سے مروی ہے کہ اُس کی ماں نے نذر مانی تھی کہ وہ بیت اللہ کے نزدیک ایک اونٹ کی قربانی کریگی اور اس اونٹ کو بھیڑ کے بالوں کے کپڑے اور اونٹ کے بالوں کے کپڑے کے دو ٹکڑوں سے سجائیگی چنانچہ اس نے اونٹ ذبح کیا اور اس کی جھول کے دونوں ٹکڑے کعبے پر ڈالے اس روز آنحضرت صلعم مکے میں تشریف فرما تھے ابھی ہجرت نہیں فرمائی تھی راوی کہتا ہے کہ اس نے اسی روز کعبے کو دیکھا کہ اُس پر مختلف قسم کے کپڑوں کے ٹکڑے چرمی بچھونے اونی لباس اور تکیے موجود تھے۔

(۶) زمانۂ جاہلیت میں غلاف ڈالنے کی تاریخ

ازرقی کہتا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں کعبے کو عاشورے کے دن غلاف پہنایا کرتے تھے یعنی مکۂ معظمہ سے حاجیوں کے چلے جانے کے بعد تاکہ حاجی نئے غلاف کو چھوکر اور چوم کر خراب نہ کریں جب بنی ہاشم کعبے کے متولی ہوئے تو آٹھ ذی الحجہ کو کعبے پر دیبا کی قمیص اور عاشورے کے دن ازار لٹکانے لگے غلاف کا اوپر کا حصہ قمیص کہلاتا ہے اور نیچے کا حصہ ازار۔ ازرقی نے ایک حدیث بھی بیان کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عاشورہ کے دن اعمال بلند کئے جاتے ہیں۔ کعبے پر غلاف ڈالا جاتا ہے اس دن کا روزہ اگرچہ فرض نہیں ہے مگر جو چاہے روزہ رکھ سکتا ہے۔

---

[1] حجاز میں اب بھی تکیئے بطور آرائش و زیبائش استعمال کئے جاتے ہیں ایک اوسط درجہ کے حجازی کے دیوان خانے میں جگہ جگہ تکئے رکھے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ جو لوگ دیوار سے ٹیکا لگا کر بیٹھتے ہیں ان کے علاوہ بیچ میں بیٹھنے والوں کے لئے بھی ادھر ادھر کئی کئی تکئے چھوٹے بڑے، دبیز، پتلے رکھے رہتے ہیں۔

(۷) زمانۂ جاہلیت کے کہنہ غلاف

زمانۂ جاہلیت میں عرب کعبے کے غلافوں کو اتارتے بھی نہ تھے پھٹی پرانی کسوتیں بھی نئی کسوتوں کے ساتھ لٹکی رہا کرتی تھیں۔ مگر ہم کو اس بات کا پتہ نہ لگا کہ آخر ان پرانے غلافوں کا کیا حشر ہوا کرتا تھا۔ ممکن ہے یہ دھجیاں ہوائیں اڑاتی اور مینہ کے پانی میں بہتی پھرتی ہوں یا مفلس و قلاش عرب ان کو بھی اپنی تن پوشی کے کام میں لے آتے ہوں۔

(۸) زمانۂ قریش میں غلاف کی آتشزدگی

آنحضرت کے جد امجد حضرت عبدالمطلب کے زمانۂ تولیت میں ایک عورت غلاف کعبہ کو عود کی دھونی دے رہی تھی جس سے غلاف کعبہ جل گیا اور اس سے کعبے کی دیواروں اور چھت کو بھی نقصان پہونچا۔ قریش نے چندہ کر کے کعبہ تعمیر کیا اس تعمیر میں آنحضرت بھی شریک تھے اور حجر اسود کے نصب کرنے کے متعلق مختلف قبائل میں جو فساد اس وقت برپا ہوا تھا وہ آنحضرت کے حکیمانہ فیصلہ ہی سے فرو ہوا تھا۔ اس وقت آنحضرت کا سن مبارک بہ اختلاف روایت پندرہ یا پچیس سال کا تھا۔

(توضیحاً ملاحظہ ہو اس فقیر کی کتاب تاریخ حجر اسود)

دوسری فصل

آغاز اسلام میں غلاف کعبہ

(۱) اسلام نے غلاف کعبہ کو کیوں جائز رکھا

اگر غلاف کعبہ کا موجد حضرت اسمٰعیل یا ایک موحد یہودی تبع اسعد حمیری بادشاہ یمن کو تسلیم کیا جائے تو یہ رسم مشرکانہ تصور نہیں کی جاسکتی۔ اگر اس کا موجد عرب کے بت پرستوں کو تصور کیا جائے تو بھی اس میں کسی قسم کا شرک مضمر نہیں ہے۔ کعبہ کو عرب کے بت پرست بھی بت نہیں سمجھتے تھے اسلام سے پیشتر بھی دین ابراہیمی کے اصول سے کعبے کی تعظیم کی جاتی تھی جو توحید پر مبنی تھی مگر امتداد زمانہ کے باعث مناسک حج کے ساتھ کفر و شرک کی رسمیں بھی مل گئی تھیں۔ کعبے میں ایک طوفان بے تمیزی برپا ہونے لگا تھا۔

جب آفتاب رسالت چمکا۔ کعبے کے بت ڈھا دئے گئے اور در و دیوار سے صدائے لا الٰہ الا ھو سبحانہ عما یشرکون سنائی دینے لگی تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفر کی ان تمام رسموں کو جو مخرب اخلاق تھیں یا جن سے ایمان میں خلل آتا تھا قلع قمع کر دیا اور صرف ایسی رسموں کو جن سے مذہب و اخلاق پر کوئی بُرا اثر نہیں پڑتا تھا بدستور قائم رکھا چنانچہ غلاف کعبہ یا کسوت کعبہ بھی انہیں رسموں میں سے ہے جو اگرچہ زمانۂ جاہلیت کے عربوں میں بھی رائج تھی مگر جائز و مباح سمجھی گئی۔ چونکہ کعبۂ مکرمہ سب سے پہلا عبادت خانہ ہے جو خدائے واحد کی عبادت کے لئے زمین کے پردہ پر بنایا گیا ہے اس لئے بانی اسلام نے بھی آرائش و زیبائش کے واسطے صرف کعبے ہی پر غلاف ڈالنے کو جائز قرار دیا۔ کسی دوسری مسجد یہاں تک کہ اپنی مسجد واقع مدینہ منورہ کے لئے بھی

اس کو مناسب نہ سمجھا۔

یہ ملحوظ رہے کہ غلاف پہنانے سے نہ تو کعبہ کی پرستش مقصود ہے اور نہ غلاف کی اور مسلمان جو غلاف کعبہ کو تبرک سمجھکر آنکھوں سے لگاتے ہیں اس سے دراصل رب کعبہ کی تعظیم مقصود ہوتی ہے غلاف کعبہ کو عزیز سمجھنا حقیقت میں خدا سے محبت کرنا ہے۔ غلاف کو حاجت روا خیال نہیں کیا جاتا اور نہ اس ریشم کی چمک یا اس کے سنہری کام کی وجہ سے اس کو چومنے کے قابل سمجھتے ہیں۔

جامۂ کعبہ را کہ می بوسند ؛ او نہ از کرم پیلہ نامی شد
با عزیزے نشست روزے چند ؛ لاجرم ہمچو او گرامی شد

سعدی

اس بارے میں علما کا یہ فتویٰ ہے کہ:۔

"ما ھذا التعبد للکعبۃ و تحیتھا ۔ فالاول کفر علی مذھب الاسلام والثانی امر لاباس فیہ ؛"

یعنی یہ دیکھنا چاہئے کہ کعبے پر غلاف کس نیت سے ڈالا جاتا ہے آیا کعبے کی پرستش کے لئے یا اس کی آرائش کے لئے ؟ اگر عبادت و پرستش کی نیت سے ڈالا جاتا ہے تو مذہب اسلام کی رو سے کفر ہے اور اگر زینت کے واسطے کعبے کو غلاف پہناتے ہیں تو اس میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ پس یہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ کعبے کو لباس پہنانا محض اس کی زینت و آرائش کے خیال سے ہے نہ کہ اس کی عبادت کے واسطے۔

(۲) غلاف کعبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانہ میں

عام مؤرخ یہ کہتے ہیں کہ ۹ ہجری میں جب مکہ معظمہ فتح ہو گیا اور خانۂ کعبہ بلا شرکت غیرے مسلمانوں کا معبد رہ گیا تو آنحضرت صلعم نے کعبے پر یمن کے دھاریدار باریک کپڑے کا جسے حبرہ کہتے تھے غلاف ڈالا۔ سر سید احمد خاں مرحوم کو اس روایت سے اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں:۔

اگرچہ کتابوں میں روایتیں ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ان کے بعد ابوبکر صدیقؓ و عمرؓ و عثمانؓ نے کعبے پر غلاف پڑھایا مگر ہم کو جہاں تک شبہ ہے وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے

عمل کی نسبت شبہ ہے کیونکہ جو روایتیں اس باب میں آئیں وہ درجہ ثبوت کو نہیں پہونچیں ہاں مجھ
اُن کے تسلیم کر لینے میں کچھ زیادہ بحث نہیں ہے"

خطبات احمدیہ مطبوعہ وکیل پریس امرتسر باب صفحہ (۵۳۹)

آنحضرت صلعم کے زمانہ میں حسب دستور قدیم عاشورہ کے دن غلاف ڈالا کرتے تھے۔

(۳) خلفائے راشدین کے زمانہ میں غلاف

حضرت ابوبکرؓ نے بھی بیت المال سے جو یمانی کا غلاف چڑھایا تھا حضرت عمرؓ اپنے عہد
خلافت میں موضع قبطیہ واقع مصر کے بنے ہوئے سن کے کپڑے کا جسے قباطی کہتے تھے غلاف ڈالنے لگے
حضرت عثمان کے زمانہ میں سال میں دوبار کعبے پر غلاف ڈالا جاتا تھا، ایک مرتبہ جاڑے
میں اور ایک مرتبہ گرمی میں گرمیوں میں عمدہ سن کے کپڑے کا جوڑا چڑھایا جاتا تھا اور جاڑوں میں
دیبا کی قمیص معہ ایک ازار اور برقع کے پہنائی جاتی تھی۔ غلاف کعبہ کا بالائی حصہ قمیص کہلاتا ہے
اور نیچے کا حصہ ازار۔ باب کعبہ کے پردے کو برقع کہتے ہیں۔ ان کی تفصیل آگے آئیگی۔
حضرت عمرؓ ہر سال ایک نیا غلاف ڈالکر پرانا غلاف حاجیوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ حضرت
عثمانؓ نے بھی کچھ دن تک یہی عمل جاری رکھا لیکن ایک مرتبہ غلاف کعبہ کا ٹکڑا کسی ناپاک عورت کے
پاس دیکھکر اس خیال سے کہ ہر کس و ناکس کو غلاف تقسیم کر دینے سے غلاف کی بے حرمتی ہوتی ہے
غلاف کے دفن کر دینے کا حکم دیا لیکن ام المومنین حضرت عائشہؓ کے اس فتویٰ پر کہ:۔

"غلاف جب کعبے سے علٰحدہ کر دیا گیا تو ہر پاک و ناپاک اس کو چھو سکتا ہے اور دفن کر دینے سے
بہتر یہ ہے کہ اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت غریب حاجیوں میں تقسیم کر دی جایا کرے"

(الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام عربی مطبوعہ مکہ معظمہ)

حضرت عثمانؓ نے غلاف کا دفن کر دینا موقوف کر دیا اور اس کو فروخت کرا کے قیمت
غریبوں میں تقسیم ہونے لگی۔ اگلے زمانہ میں کعبے سے اس کے پرانے غلاف علٰحدہ بھی نہیں کئے جاتے
تھے حضرت عثمانؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے صرف دو پرانی کسوتیں باقی رکھکر تمام غلاف علٰحدہ کرا دیئے

اس کے بعد پرانے غلاف تھوڑے تھوڑے علیحدہ کردئے جانے لگے۔ تاہم بالالتزام قدیم غلافوں کو اتارا نہ جاتا تھا۔ ازرقی کہتا ہے کہ ۲۰۰ھ ہجری سے ۲۴۲ھ ہجری تک یعنی تیتالیس برس میں جو غلاف کعبے پر ڈالے گئے ان کی تعداد (۱۷۰) تھی۔ غالبًا یہ تعداد سالم غلافوں کی نہ ہوگی بلکہ اس میں وہ پارچے جو کعبے پر چڑھائے جاتے تھے اور قربانی کے جانوروں کی جھولیں بھی شامل ہونگی جن کا ذکر آگے کیا جاتا ہے۔

(۴) قربانی کی جھولیں بطور غلاف کعبہ

تاریخ ازرقی میں ہے کہ عبداللہ[1] بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ عرفہ[2] کے دن لوگ جب احرام[3] باندتے تو قربانی[4] کے جانوروں پر قباطی اور دوسری قسم کے کپڑے ڈالتے اور قربانی کے دن وہ کپڑے علیحدہ کر کے شیبہ[5] بن عثمان کلید بردار کعبہ کے پاس کعبے پر ڈالنے کے لئے بھیجدیا کرتے ~~ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ وہ اپنے~~

---

[1] عبداللہ حضرت عمرؓ کے فرزند ہیں۔ اہل سنت کی کتب احادیث میں دو ہزار سے زائد حدیثیں ان سے روایت کی گئی ہیں ۷۳ھ میں حجاج بن یوسف کے اشارے سے کسی شخص نے انکو زہر آلود خنجر سے زخمی کیا تھا جس سے یہ جان بر نہ ہوسکے اور چوراسی برس کی عمر میں بمقام مکہ معظمہ وفات پائی۔

[2] عرفہ یعنی عرفات میں قیام کا دن جو نویں ذیحجہ ہے۔ عرفات مکہ معظمہ سے نو کوس ایک پہاڑ ہے نویں ذلحجہ کو حاجی اسکے دامن میں اور اس پہاڑ پر زوال آفتاب کے بعد سے مغرب تک قیام کر کے توبہ و استغفار کرتے رہتے ہیں۔ جبل عرفات پر خطبہ بھی ہوتا ہے جو کوئی ساڑھے تین بجے شروع ہو کر مغرب ختم ہوتا ہے۔

[3] احرام کے لغوی معنی حرم میں داخل ہونے کے ہیں شرعی اصطلاح میں ان دو چادروں کو کہتے ہیں جو حدود حرم میں داخل ہونے سے قبل حاجی ایک بطور تہبند باندھ لیتے ہیں اور ایک اوڑھ لیتے ہیں۔ اور بعض حلال چیزیں مثلاً سئے ہوئے کپڑے، عطر، حجامت، ٹوپی عمامہ وغیرہ اپنے پر حرام قرار دیتے ہیں۔ حج کے بعد احرام کھولدیا جاتا ہے۔ غرض اس سے اپنے نفس پر قابو حاصل کرنا اور امیروں غریبوں میں مساوات قائم کرنا ہے۔ تاکہ سب ایک حالت میں ننگے سر خدا کے دربار میں حاضر ہو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔

[4] قربانی کا دن بالخصوص دسویں ذیلحجہ ہے اور یوں تو بارھویں تک ہوتی رہتی ہے۔ قربانی مقام منیٰ میں کی جاتی ہے جو مکہ معظمہ سے چار میل کے فاصلہ پر ہے۔ حاجی یہاں دسویں سے بارھویں تک تین دن قیام کرتے ہیں اور دسویں کو قربانی کے بعد طواف کے لئے مکہ معظمہ آکر پھر منیٰ چلے جاتے ہیں۔

[5] آنحضرتؐ نے فتح مکہ کے بعد کعبے کی کنجی ہمیشہ ہمیش کے لئے عثمان بن طلحہ کے سپرد فرمائی تھی۔ ان کے فرزند شیبہ بن عثمان تھے جو امیر معاویہ کے زمانہ میں کلید بردار کعبہ تھے۔ کعبے کی کنجی اب تک انہیں کی اولاد میں چلی آرہی ہے یہ لوگ بنی شیبہ کہلاتے ہیں مختصراً ان کو شیبی بھی کہتے ہیں۔

تیسری فصل

(۱) خلافت بنی امیہ میں غلاف کعبہ

خاندان بنی[1] امیہ کے پہلے خلیفہ امیر معاویہ نے اولاً کئی سال تک قباطی اور مصری سن کے کپڑے کا غلاف بھیجا بعد میں بُرد یمانی کا۔ ان کے زمانہ میں عموماً سال میں دو غلاف چڑھائے جاتے تھے ایک عاشورہ کے دن یعنی دسوین محرم کو دیبا کا۔ دوسرا ۲۹ رمضان کو قباطی کا۔ قطب الدین مکی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ امیر معاویہ نے دیبا و قباطی اور یمن کی دھاریدار چادرون کی کسوت بھیجکر شیبہ بن عثمان کلید بردار کعبہ کو حکم دیا کہ کعبہ کا پرانا غلاف اتار کر اُس کی دیوارون کو عطر وغیرہ سے معطر کرے اور پھر نیا غلاف ڈالے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

امیر معاویہ کے بعد یزید نے اپنے عہد حکومت میں دیبا کا غلاف ڈالا تھا۔ اس کے بعد دوسرے خلفائے بنی امیہ کے زمانہ میں دو غلاف ڈالے جاتے تھے ایک دسوین محرم کو دوسرا ۲۹ رمضان کو اور اُس زمانہ میں یہ بھی دستور تھا کہ ترویہ کے دن یعنی ۸ ذیحجہ کو اس خیال سے کہ سب لوگ عرفات چلے جاتے ہیں[2]۔ غلاف کو کوئی پھاڑ نہ لے اصل غلاف نکالکر سفید کپڑے کا سادہ غلاف ڈالدیا جاتا تھا۔ پھر دسوین ذیحجہ کو اصل غلاف اڑھا دیتے تھے۔ اس کے بعد غلاف کا اوپر کا حصہ جسے قمیص کہتے ہیں اور نیچے کا حصہ جو ازار کہلاتا ہے دونون سی دئے جاتے تھے۔ دیبا کا غلاف آخر رمضان تک

[1] امیہ بن عبد الشمس آنحضرت کے پردادا حضرت ہاشم کا بھتیجا تھا اسکی اولاد بنی اُمیہ کہلاتی ہے۔ اس خاندان میں ۴۱ھ سے ۱۳۲ھ تک (۹۱) برس خلافت رہی اور کل (۱۴) خلیفہ یا بادشاہ ہوئے۔ اُن کا پایہ تخت دمشق تھا۔

[2] ۹ نوین ذیحجہ کو میدان عرفات یا جبل عرفات پر حاجیوں کا قیام حج کا بڑا رکن ہے جس کے لئے آٹھوین ذیحجہ کو تمام حاجی اور بہت سے مکے والے منٰے روانہ ہو جاتے ہیں اور رات بھر وہان ٹھیر کر صبح دس گیارہ بجے تک عرفات پہونچ جاتے ہیں۔ بعض حاجی منٰے میں بغیر ٹھہرے ہوئے آٹھوین تاریخ ہی کو عرفات چلے جاتے ہیں مگر سنت منٰے کا قیام ہے۔ ان تاریخون میں چونکہ مکہ تقریباً خالی ہو جاتا ہے اس وجہ سے غلاف بیت اللہ کی کافی حفاظت نہیں ہو سکتی

رہتا تھا۔ پھر عید کے لئے ۲۹ رمضان کو قباطی کا غلاف ڈالتے تھے۔ عبدالملک بن مروان جو ۶۵ ہجری سے ۸۶ ہجری تک حکمران رہا۔ دیبا کا غلاف ڈالا کرتا تھا۔ خلافت بنی امیہ میں کبھی کبھی خلیفہ وقت کے علاوہ دوسرے لوگ بھی نذر مانکر غلاف ڈالا کرتے تھے۔

(۲) عبداللہ ابن زبیرؓ کا غلاف کعبہ

۶۳ھ میں یزید نے مکہ فتح کرنے اور عبداللہ[1] بن زبیر کو مطیع کرنے کے لئے حصین بن نمیر کی ماتحتی میں ایک فوج مکے بھیجی۔ عبداللہ بیت اللہ میں پناہ گزین ہوئے حصین نے کوہ ابو قبیس[2] پر منجنیق نصب کی جس سے پتھر اور جلتی ہوئی رال کعبے تک پہونچی اور کعبے کی لکڑیاں اور غلاف جل گیا۔ یزید کے مرنے کی خبر سنکر جب حصین واپس ہو گیا تو عبداللہ بن زبیر نے بنیاد ابراہیم علیہ السلام پر از سر نو کعبہ تعمیر کیا اور جب یہ عمارت بنکر تیار ہو گئی تو ۲۷ رجب کو مشک و عنبر سے کعبے کی دیواروں کو اندر باہر سے لیپ کر دیبا کا غلاف ڈالا۔ بعض مورخ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے انہیں نے کعبے پر دیبا کا غلاف ڈالا تھا۔

---

[1] عبداللہ کے والد زبیر آنحضرت صلعم کے پھوپی زاد بھائی تھے۔ ان کی والدہ اسما بنت ابو بکرؓ اور خالہ حضرت عائشہؓ تھیں۔ معرکہ کربلا کے بعد یہ مدینے سے مکہ معظمہ چلے گئے تھے اور اہل حجاز و یمن و عراق نے ان کو خلیفہ تسلیم کر لیا تھا۔ یزید کے مرنے کے بعد جب سلطنت آل مروان میں منتقل ہوئی تو عبدالملک بن مروان کو ان پر حسد ہوا جس کی وجہ یہ تھی کہ اہل شام جو حج کے لئے آیا کرتے تھے وہ اکثر عبداللہ بن زبیر کی بیعت کر لیا کرتے تھے۔ اس لئے اس نے شامیوں کے لئے حج کی ممانعت کر دی اور اس کی تلافی کے لئے دمشق کی مسجد اموی میں کعبے کا جواب تعمیر کیا جس کے طواف کے فضائل طواف کعبہ کے مثل بیان کئے گئے۔ بالآخر جب اس سے بھی غرض پوری طرح حاصل نہ ہوئی تو ۷۳ہجری میں دمشق سے ایک فوج حجاج بن یوسف کی ماتحتی میں مکہ معظمہ بھیجی جس نے کعبے کا محاصرہ کیا اور سخت لڑائی کے بعد عبداللہ بن زبیر بہتر برس کی عمر میں دس گیارہ برس کی پر آشوب خلافت کے بعد بڑی شجاعت کے ساتھ میدان جنگ میں مارے گئے۔

[2] ابو قبیس مکہ معظمہ میں بیت اللہ سے متصل ایک پہاڑ ہے۔ بیت اللہ سے چوٹی تک کوئی ایک میل ہوگا۔ یہاں سے خانہ کعبہ کی چھت پوری نظر آتی ہے۔ کہتے ہیں کہ معجزہ شق القمر اسی پہاڑ پر ہوا تھا۔ آج کل اس پہاڑ کی کیفیت ایک محلے کی سی ہے اس پر بہت سے مکان بنے ہوئے ہیں۔

چوتھی فصل

(۱) خلافت عباسیہ میں غلاف کعبہ

ملکِ حجاز بنی امیہ کے بعد بنی عباس[1] کے زیر نگین آیا اور ۱۳۲ھ سے ۶۵۶ھ ہجری تک کوئی سوا پانسو برس ان کی حکومت حرمین الشریفین پر رہی۔ خلافت عباسیہ کا پایہ تخت بغداد تھا جب تک خلفائے عباسیہ کا اثر و اقتدار حجاز پر باقی رہا۔ یہ برابر غلاف بھیجتے رہے ان کے زوال و کمزوری کے زمانہ میں بعض بعض اوقات سلاطین مصر بھی غلاف بھیجد یتے تھے۔ کبھی یمن سے بھی آجاتا تھا۔ اوائل سلطنت عباسی میں سال میں کئی کئی بار بھی کعبے کو غلاف اڑھایا جاتا تھا اور پرانے غلافوں کو پابندی کے ساتھ سال کے سال کعبے سے اتارتے بھی نہ تھے۔ چنانچہ ۱۶۰ھ ہجری میں ابو عبد اللہ مہدی[2] خلیفہ بغداد کو جب کلید برداران کعبہ نے اس کی اطلاع دی اور وہ خود حج کو آیا تو اس نے یہ حالت دیکھی کہ کعبے پر غلافوں کی اتنی تہہ چڑھ گئی ہیں کہ ان سے دیوار دل کے گرنے کا خوف ہے۔ اس نے تمام پرانے غلافوں کو نکالدینے کا حکم دیا۔ کعبے کی دیواریں مشک وعنبر و گلاب سے لیپی گئیں اور خوشبودار عرقوں کے شیشے دیواروں پر چھڑکے گئے۔ پھر تین غلاف ایک مصری کپڑے کا۔ دوسرا حریر کا۔ تیسرا دیبا کا کعبے پر ڈالے گئے۔ (الاعلام عربی مطبوعہ قاہرہ ص ۳۲)

(الف) خلیفہ مہدی کا غلاف

فاکہی تاریخ مکہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے مہدی عباسی کے زمانہ کا غلاف کعبہ کا ایک ٹکڑا دیکھا جس پر یہ لکھا ہوا تھا۔

---

[1] آنحضرت صلعم کے چچا حضرت عباس کی اولاد بنی عباس کہلاتے ہیں۔

[2] مہدی کی حکومت ۱۵۸ھ ہجری سے ۱۶۹ھ ہجری تک رہی۔

"مما امر به عبد الله المهدی محمد امیر المومنین اصلحه الله محمد بن سلیمان ان یصنع من طراز تنیس کسوة الکعبة علی ید الخطاب بن مسلمة عامله سنة تسع وخمسین ومائة"

یعنی خدا کے بندے امیر المومنین مہدی محمد نے اللہ اُس کی اصلاح فرمائے سنہ ۱۵۹ ہجری میں محمد بن سلیمان کو حکم دیا کہ خطاب بن مسلمہ عامل کے ذریعہ سے شہر تنیس کی ساخت کا غلاف کعبہ تیار کرایا جائے۔ فاکہی کہتے ہیں کہ میں نے مہدی کے زمانہ کا ایک اور بھی ٹکڑا دیکھا تھا جس پر یہ عبارت لکھی تھی:۔

"بسم اللہ برکة من اللہ لعبد اللہ المهدی محمد امیر المومنین اطال اللہ بقاءه مما امر به اسماعیل بن ابراہیم ان یصنع من طراز تنیس علی ید الحکم بن عبیدة سنة اثنتین وستین ومائة"

یعنی خدا کی برکت امیر المومنین مہدی محمد پر ہو اور خدا اس کی عمر دراز کرے (اس کے زمانہ میں) اسمٰعیل بن ابراہیم نے سنہ ۱۶۲ ہجری میں حکم بن عبیدہ کو حکم دیا کہ تنیس کا بنا ہوا غلاف ڈالا جائے تنیس مصر کا ایک قصبہ ہے جہاں کا کپڑا اس زمانہ میں مشہور تھا۔ (رحلة الحجاز یہ عربی)

(ب) ہارون الرشید کا غلاف کعبہ

فاکہی نے غلاف کا ایک ٹکڑا ہارون[1] الرشید کے زمانہ کا بھی دیکھا تھا جس پر حسب ذیل عبارت تھی:۔

"بسم اللہ برکة من اللہ للخلیفة الرشید عبد اللہ ہارون امیر المومنین اکرمه اللہ مما امر به الفضل[2] بن ربیع ان یعمل من طراز تونة[3] سنة تسعین ومائة"

یعنی بسم اللہ بندۂ خدا امیر المومنین خلیفہ ہارون الرشید کو اللہ تعالیٰ برکت دے اور اس کو معزز فرمائے سنہ ۱۹۰ ہجری میں اس نے فضل بن ربیع کو حکم دیا کہ تونہ کے کپڑے کا غلاف بنایا جائے۔

(رحلة الحجاز یہ خدیو عباس حلمی پاشا مطبوعہ مصر)

(ج) مامون الرشید کا غلاف کعبہ

مامون الرشید خلیفہ بغداد کے زمانہ میں جس کی حکومت سنہ ۱۸۸ ہجری سے سنہ ۲۰۸ ہجری تک

---

[1] ہارون الرشید کا عہد حکومت سنہ ۱۷۰ ہجری سے سنہ ۱۹۳ ہجری تک ہے۔ [2] فضل بن ربیع اس زمانہ میں علاقہ مصر کا گورنر تھا۔ [3] غالباً تونہ یا تنیس ایک ہی قصبہ کا نام ہے جو مصر میں اپنی صنعت پارچہ کے لئے مشہور تھا۔

رہی۔ سال میں تین بار غلاف ڈالا جاتا تھا۔ ایک آٹھویں ذیحجہ کو سرخ اطلس کا۔ دوسرا یکم رجب کو موضع قبطیہ واقع مصر کے بنے ہوئے کپڑے قباطی کا۔ اور ۲۹ رمضان کو عید کے موقع پر سپید اطلس کا جب مامون کو یہ اطلاع ہوئی کہ سال میں تین دفعہ بدلنے کے باوجود بھی غلاف پھٹ جاتا ہے تو اس نے سرخ اطلس کی ایک قمیص اور ایک نئی ازار اور بڑھادی۔

(الاعلام عربی مطبوعہ قاہرہ صفحہ ۳۶)

فاسی کہتے ہیں کہ میں نے قباطی مصر کا ایک ٹکڑا وسط کعبہ میں دیکھا اس پر باریک سیاہ خط میں یہ عبارت لکھی تھی :۔

"مما امر بہ امیر المومنین المامون سنۃ ست و مائتین"

یعنی امیر المومنین مامون نے ۲۰۶ھ ہجری میں اس کی تیاری کا حکم دیا۔

(د) خلیفہ جعفر متوکل علی اللہ کا غلاف

جعفر متوکل خلیفہ بغداد جس کا زمانہ ۲۳۲ھ ہجری سے ۲۴۷ھ ہجری تک ہے ہلال ماہ رجب سے قبل کعبے پر سرخ اطلس کی ازار ڈالا کرتا تھا جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ حاجیوں کے چھونے سے وہ خراب ہو جاتی ہے تو اس ازار کے علاوہ دو ازارین اور بڑھادیں اور قباطی کی قمیص پہ سرخ اطلس کا حاشیہ لگا کر اس کو فرش تک پہونچا دیا۔ آخر میں ہر دو مہینے کے بعد غلاف بھیجنے لگا۔ اس طرح سال میں چھ غلاف پڑنے لگے۔ یہ عمل ۲۴۰ھ ہجری تک جاری رہا۔ جب خدام نے دیکھا کہ ازار ثانی کی ضرورت نہیں ہے تو انہوں نے اس کو کعبے کے صندوق میں رکھدیا اور خلیفہ کو لکھا کہ صرف ایک ازار مع حاشیہ و قمیص کے کافی ہے۔ اس کے بعد سے صرف ایک ازار آنے لگی اور تیسرے مہینے کعبے پر ڈالی جانے لگی۔

(ازرقی و الاعلام وغیرہ)

(ھ) خلیفہ مقتضی لامر اللہ کا غلاف کعبہ

تیسری صدی ہجری کے وسط سے چھٹی صدی ہجری کے وسط تک ہم کو خلفائے عباسیہ کے غلافوں کی کیفیت نہیں معلوم ہوئی لیکن اس عرصہ مدت میں عباسی خلفائے بغداد کی سلطنت

بہت ضعیف رہی اور تیسری صدی کے وسط میں ان کے حریف مصر کے خلفائے بنی فاطمہ[۵] بھی پیدا ہو گئے تھے اس وجہ سے پابندی کے ساتھ بغداد سے غلاف کعبہ کی روانگی عمل میں نہیں آتی تھی۔ غرضکہ اس زمانہ میں کبھی مصر سے اور کبھی بغداد سے غلاف آتا رہا اور اندازہ یہ ہوتا ہے کہ ۳۶۳ھ سے ۴۶۲ھ تک مصر سے ہی غلاف کعبہ آیا اس کے بعد پھر بغداد سے آنے لگا۔

فارسی کا مشہور شاعر ملک الشعراء افضل الدین خاقانی جس کی وفات ۵۹۰ھ یا ۵۹۵ھ میں ہوئی خلیفہ مقتفی لامر اللہ کے زمانہ میں جو ۵۳۲ھ ہجری سے ۵۵۵ھ ہجری تک ہے حج کو گیا تھا اس وقت غالباً خلیفہ مذکور نے ہی غلاف ڈالا تھا۔ اس کا رنگ سرخ تھا جیسا کہ خاقانی کے اس شعر سے ظاہر ہے جو اس نے اپنی مثنوی تحفۃ العراقین میں کعبے کو مخاطب کر کے کہا ہے۔

دارندهٔ ہاشمی شعاری
پس جامۂ رومیان چہ داری

عباسیوں کا جو ہاشمی[۶] تھے سیاہ بانا تھا اور رومیوں کا سرخ۔

(۹) ناصر لدین اللہ کا غلاف کعبہ

ناصر لدین اللہ خلیفہ بغداد جس کا عہد سلطنت ۵۷۵ھ ہجری سے ۵۹۲ھ ہجری تک ہے ابتداء میں سبز غلاف بھیجا کرتا تھا اس کے بعد سیاہ غلاف بھیجنے لگا۔ ابن جبیر نے ۵۷۹ھ ہجری میں حج کیا تھا اس وقت بغداد پر ناصر لدین اللہ حکمران تھا۔ اس کے غلاف کی تفصیل ابن جبیر نے یہہ کی ہے:۔

یہ غلاف بہت سبز تھا اور اس پر سرخ خطوط تھے مقام ابراہیم[۷] کی سامنے والی دیوار کے

---

[۵] ان کا ذکر ایک علیحدہ فصل میں کیا گیا ہے۔ [۶] حضرت ہاشم آنحضرت کے پردادا اور عباس عم رسول کے دادا تھے۔
[۷] مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم نے کعبہ تعمیر کیا تھا اور اس پتھر سے سیڑھی کا کام لیتے تھے۔ اس پر حضرت ابراہیم کے دونوں قدموں کے نشان ہیں اور کعبہ کے دروازے سے پندرہ بیس گز کے فاصلہ پر ہے ایک قبے میں محفوظ ہے مقام ابراہیم مصلے کا کام دیتا ہے۔ حاجی اس کے متصل کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں جب بیت اللہ میں دوسرے مصلے نہ تھے اس وقت یہی ایک مصلا تھا

پردے پر جس میں کعبے کا دروازہ نصب ہے بسم اللہ کے بعد ان اول بیت وضع للناس[1] لکھا ہوا ہے چاروں پردوں پر خلیفہ کا نام اور اس کے حق میں دعائیں تحریر ہیں ان تحریروں کے گرد دو سرخ جدولین ہیں اُن میں سفید سفید دائرے ہیں۔ دائروں کے اندر باریک حرفوں میں آیات قرآنی اور خلیفہ کے حق میں دعائیں تحریر ہیں۔ ان پردوں میں کعبۂ شریف کا جمال ایسا نظر آتا ہے گویا دلہن کو سبز اطلس کا لباس پہنا دیا ہ (سفرنامہ ابن جبیر صفحہ ۱۵۱)

ابو عبداللہ محمد الشریف ادریسی مشہور عالم جغرافیہ جس کی وفات تقریباً سنہ ۵۶۰ ہجری میں ہوئی اپنی کتاب نزھتہ المشتاق میں لکھتا ہے کہ اس کے زمانہ میں سیاہ ریشمی کپڑے کا غلاف ڈالا جاتا تھا اور ہر سال خلیفہ بغداد اس کی تجدید کرتا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ چھٹی صدی کے آخر میں بغداد ہی سے غلاف آیا کرتا تھا اور ناصر لدین اللہ اولاً سبز بھیجتا تھا پھر سیاہ بھیجنے لگا تھا۔

(۲) عہد عباسی میں بعض سلاطین وامراء کے غلاف

اسی زمانہ میں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ کبھی کبھی عباسی خلفا کے گورنر بھی باجازت خلیفہ وقت بہ نظر عقیدت کعبے پر غلاف ڈالا کرتے تھے کبھی دوسرے ممالک کے سلاطین وامراء کعبے کے لئے غلاف بھیجا کرتے تھے بعض اوقات تمرد وسرکشی کے اظہار کے لئے باغی سردار بھی غلاف بھیجا کرتے تھے۔ ذیل میں تینوں قسم کی مثالیں پیش کی جاتی ہیں:۔

(الف) فضل بن سہل اور طاہر بن حسین کا غلاف کعبہ

فاکہی نے اپنی تاریخ مکہ میں لکھا ہے کہ میں نے خانہ کعبہ کے رکن غربی کے متصل ایک غلاف

[1] پوری آیت یہ ہے۔ ان اول بیت وضع للناس اللذی ببکۃ مبارکا و ھدی للعالمین ؕ
یعنی پہلا گھر جو عبادت کی غرض سے لوگوں کے واسطے بنایا گیا اور جو اہل عالم کے لئے موجب برکت وہدایت ہے۔ وہ مکے میں ہے ؏

دیکھا جس پر یہ عبارت لکھی تھی :-

"مما امر بہ السری بن الحکم وعبد العزیز ابن وزیر الجروی بامر الفضل[1] بن سہل ذی ریاستین و طاہر بن الحسین[2] سنہ سبعہ و تسعین ومائۃ ۔"

یعنی فضل بن سہل ذی ریاستین (دو ریاستوں کے والی) اور طاہر بن حسین کے حکم سے ۱۹۷ھ ہجری میں سری بن حکم اور عبد العزیز بن وزیر الجروی نے اس کی تیاری کا حکم دیا۔

(ب) ابو السرایا کا غلاف کعبہ

مامون الرشید کے عہد میں ۱۹۹ھ ہجری میں جب محمد[3] بن ابراہیم طبا طبا نے خروج کیا تو ان کی مدد کے لئے قبیلہ بنی شیبان کے ایک معزز سردار ابو السرایا اٹھ کھڑا ہوا اور بہت سے علاقے فتح کر لئے۔ چند روز بعد جب یکایک محمد کی وفات ہو گئی[4] تو اس نے محمد بن محمد بن زید[5] شہید کو

---

[1] فضل بن سہل خلیفہ مامون الرشید کی طرف سے ہمدان سے تبت تک اور بحر فارس سے دیلم و گرگان تک دو ریاستوں کا گورنر تھا اس وجہ سے اس کا خطاب ذی ریاستین تھا ۲۰۲ھ ہجری میں اس کو کسی نے بمقام سرخس واقع عراق قتل کیا۔

[2] طاہر بن حسین خلیفہ مامون الرشید کی جانب سے اہواز۔ واسط۔ مداین وغیرہ پر حاکم تھا۔ اس نے مامون کو حصول سلطنت میں بڑی مدد دی تھی۔

[3] محمد بن ابراہیم کا نسب یہ ہے:- محمد بن ابراہیم بن اسماعیل بن ابراہیم بن حسن مثنیٰ ابن امام حسن بن علی بن ابیطالب ابراہیم کو طبا طبا اس وجہ سے کہتے تھے کہ بچپن میں تتلاتے تھے اور ایک مرتبہ قبا کو "طبا طبا" کہا تھا جب سے انکا نام طبا طبا پڑ گیا ان کی اولاد والے سید طبا طبائی کہلاتے ہیں۔ محمد بن ابراہیم کا طریق زیدیہ تھا۔

[4] ابو الفدا مورخ کا بیان ہے کہ محمد بن ابراہیم کو ابو السرایا نے ہی زہر دیدیا تھا وہ پوری طرح اس کے قابو میں نہ تھے اور یہ چاہتا تھا کہ امام اس کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنا رہے۔

[5] زید شہید امام زین العابدین علیہ السلام کے فرزند تھے کربلا میں ایک برس کے تھے۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے ۱۴ سال عمر میں چھوٹے تھے ۱۲۱ھ میں بزمانہ ہشام بن عبد الملک انہوں نے خروج کیا تھا تیس ہزار شیعہ ان کے جھنڈے تلے اکٹھے ہو گئے تھے مگر یہ معلوم کر کے کہ حضرت زید خلفائے ثلاثہ سے تبرا نہیں کرتے تقریباً انتیس ہزار آدمی انکا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے اور کوفہ پہونچنے تک کل دو سو بیس جاں نثار انکے ہمراہ رہ گئے۔ زید بڑی مردانگی سے ۱۲۲ھ میں میدان جنگ میں شہید ہوئے وقت شہادت انکی عمر باسٹھ برس کی تھی انکے پیرو زیدیہ کہلاتے ہیں حضرت زید کے بعد متعدد امام ہوئے حجاز و یمن وغیرہ ممالک میں اب بھی بہت سے لوگ زیدیہ طریق کے پابند ہیں۔

کو امیر بنایا اور کوفے میں امام علی رضاؑ[1] علیہ السلام کے نام سے درہم و دینار چلائے۔ زیدؑ[2] بن موسےٰ کاظم کو بصرہ و اہواز کا گورنر مقرر کیا۔ ابراہیمؑ[3] بن موسیٰ کاظم کو یمن کا اور حسین بن حسن بن امام زین العابدین کو مکے کا والی بنایا انہوں نے کعبے کے تمام پرانے غلاف اتار کر شنبہ کے دن یکم محرم سنہ ۲۰۰ھ ہجری کو اون اور ریشم ملے ہوئے کپڑے کے زرد و سفید دو غلاف کعبے پر ڈالے اور ان دونوں کے درمیان حسب ذیل عبارت لکھی:-

"بسم اللہ الرحمن الرحیم وصلی اللہ علی محمد وعلی اہل بیتہ الطاہرین الاخیار امر ابو السرایا الاصفر ابن الاصفر داعیًا الی محمد بعمل هذه الکسوة لبیت اللہ الحرام"

یعنی خدا کا درود محمد پر اور اُن کے طیب و طاہر و نیک اہل بیت پر حسب الحکم ابو السرایا ابن الاصفر الاصغر بیت اللہ پر غلاف ڈال کر لوگوں کو محمد طباطبائی کی بیعت کیلئے دعوت دی جاتی ہے۔

ابو السرایا کا دور دورہ کوئی دس مہینے رہا رجب سنہ ۲۰۰ھ ہجری میں وہ نہروان کے قریب ایک بڑی لڑائی میں مارا گیا تو اہل حجاز نے محمد بن جعفر صادق کو امیر المومنین بنایا فتنہ و فساد فرو ہو جانے کے بعد مامون الرشید نے بھی ان کو بحال رکھا اور حسین نے جن کو حسین طالبی بھی کہتے ہیں انکی بیعت کر لی۔

(ج) علی بن محمد الصلیحی کا غلاف

علی بن محمد الصلیحی جو زمانہ حاکم بامر اللہ[4] و مستنصر[5] عبیدیؑ[6] میں والی مکہ و یمن تھا اس نے بھی

---

[1] امام علی رضا علیہ السلام سلسلہ اثنا عشری کے اعتبار سے آٹھویں امام ہیں خلیفہ مامون الرشید نے ان کو اپنا ولی عہد بھی مقرر کیا تھا مگر مامون الرشید سے قبل سنہ ۲۰۳ھ ہجری میں انکی شہادت واقع ہوئی اور طوس میں دفن ہوئے۔ [2] زید بن موسیٰ کاظم نے عباسیوں کے اس قدر مکان جلائے تھے کہ ان کا نام زید النار مشہور ہے۔ یہ حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کے فرزند تھے جو سلسلۂ اثنا عشری کے ساتویں امام ہیں۔ [3] ابراہیم بن موسیٰ کاظم علیہ السلام نے یمن میں عباسیوں کا قتل عام کرایا تھا اس وجہ سے ان کو ابراہیم جزار کہتے ہیں جزار کے معنی بہت قتل کرنے والے کے ہیں۔

[4] حاکم بامر اللہ کا زمانہ سنہ ۳۸۶ھ ہجری سے سنہ ۴۱۱ھ ہجری تک ہے۔
[5] مستنصر بامر اللہ سنہ ۴۲۷ھ ہجری سے سنہ ۴۸۷ھ ہجری تک حکمران رہا۔
[6] حضرت عبید اللہ مہدی کی اولاد میں ہونے سے ان سلاطین کو عبیدی کہتے ہیں۔
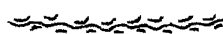
۴۵۵ھ ہجری میں کعبے پر سفید اطلس کا غلاف ڈالا تھا۔

(د) محمود سبکتگین غزنوی کا غلاف کعبہ

محمود سبکتگین[1] کو خلیفہ بغداد قادر باللہ سے بڑی عقیدت تھی ہمیشہ اس کی اطاعت کا اظہار کیا کرتا تھا اور تحفہ و زر نقد اس کے پاس بھیجا کرتا تھا خلیفہ نے اس کو سلطان کا لقب اور امین الملۃ و یمین الدولہ کا خطاب بھی دیا تھا۔ محمود نے ۴۶۶ھ ہجری میں زرد اطلس کا غلاف بھجوایا تھا۔

(ھ) ابونصر استرابادی کا غلاف

استراباد کے کسی امیر یا رئیس ابونصر نے بھی ۴۶۶ھ ہجری میں ہندوستان کے سفید کپڑے کا غلاف پہنایا تھا۔ اس ابونصر کا ہم کو پتہ نہ لگا کہ یہ کون شخص تھا۔

(و) ابوالقاسم رامشت کا غلاف کعبہ

شیخ ابوالقاسم رامشت جس کا رباط مکے میں مشہور ہے اور ابن جبیر کے زمانہ تک جس کا بنوایا ہوا ایک مصلے بھی کعبے میں موجود تھا۔ عجم کے کسی بادشاہ کا وزیر تھا قطب الدین مکی نے اپنی تاریخ میں اس کا ذکر کئی جگہ کیا ہے یہ بڑا بافیض شخص تھا اس نے ۵۳۲ھ ہجری میں دھاریدار کپڑے کا جسے حبرات کہتے ہیں غلاف ڈالا تھا جس کی قیمت چار ہزار یا اٹھارہ ہزار دینار تھی۔

(تاریخ کامل ابن اثیر)

(ز) منصور بن ربیع کا غلاف کعبہ

۶۶۳ھ ہجری میں منصور بن ربیع شیخ الحرم مکہ نے بزمانہ خلیفہ ناصر لدین اللہ سیاہ رنگ کے سوتی کپڑے کا غلاف کعبہ پر ڈالا تھا۔

---

[1] کثرت شہرت کی وجہ سے محمود غزنوی سے تعارف کرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے ہندوستان کے حملے اور فردوسی کا واقعہ سب کو یاد ہے۔ محمود کی سلطنت ۳۸۷ھ ہجری سے ۴۲۱ھ تک رہی۔

(ح) ملک المجاہد کا غلاف کعبہ

سنہ ۷۵۱ھ ہجری میں ملک المجاہد علی بن موید سلطان یمن نے جس کا زمانہ حکومت سنہ ۷۲۱ھ سے سنہ ۷۶۴ھ ہجری تک ہے ارادہ کیا تھا کہ سلطان مصر کے غلاف نکالکر اپنا غلاف ڈالے۔ والی مکہ نے اس کی اطلاع سلطان مصر ملک الناصر نصیر الدین بن ناصر محمد کو کی اور اس غلاف کو ضبط کر لیا۔

(ط) سلطان شاہرخ مرزا کا غلاف کعبہ

امیر تیمور کے لڑکے سلطان شاہرخ مرزا نے بھی جس کی سلطنت سنہ ۸۰۷ھ ہجری سے سنہ ۸۵۰ھ تک رہی۔ سلطان مصر[1] سے اجازت لیکر ایک غلاف بھیجا تھا جو اُس کی وفات کے بعد سنہ ۸۵۱ھ ہجری میں مصری حاجیوں کے ساتھ مکے بھیجا گیا۔

(ی) بعض دیگر امراء وسلاطین کے غلاف

مذکورۂ بالا سلاطین کے غلاف کے علاوہ بعض اور امراء وسلاطین بھی سفید وسرخ اطلس کے غلاف کعبے پر چڑھایا کرتے تھے۔ (شفاء العزام)

(۳) غلاف کعبہ کی لوٹ

اگرچہ بدوی عرب بھی ہمیشہ سے کعبے کی تعظیم کرتے آئے ہیں مگر کعبے کے حاجیوں کے ساتھ ان کا جو برتاؤ رہا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ غلاف کعبے کے کسی ٹکڑے کے کترنے یا احرام کعبہ کو پھاڑ کرلے جانے کے واقعات کبھی کبھی آج کل بھی سننے میں آتے رہتے ہیں مگر سنہ [illegible]ھ ہجری

[1] اس مدت میں گیارہ ملوک سلاطین مصر گذرے۔ سنہ [illegible]ھ میں جب شاہرخ کا غلاف مکے پہونچا۔ اس وقت مصر کا بادشاہ ملک الظاہر سیف الدین جقمق تھا۔

میں بزمانہ خلیفہ بغداد معتمد علی اللہ بدویوں نے پورا غلاف کعبہ لوٹ لیا تھا۔ اس کے بعد ۳۱۷ ہجری میں جب قرامطہ نے بسرکردگی ابوطاہر مکے پر حملہ کیا تھا تو اس وقت بھی خزانہ کعبہ و غلاف کعبہ کو لوٹ کر ابوطاہر نے اپنے ساتھیوں پر تقسیم کر دیا تھا۔ اس حملے کی تفصیل آگے درج کی جاتی ہے۔

۱۳۴۵ھ میں جب غلاف کعبہ جلالۃ الملک سلطان عبد العزیز ابن عبد الرحمن ابن سعود ملک حجاز و نجد نے پہلی مرتبہ کعبے پر چڑھایا تھا تو اس وقت بھی نہ معلوم کون لوگ غلاف کا نیچے کا حصہ کوئی ڈیڑھ دو گز جہاں تک ہاتھ پہونچتا تھا کاٹ کر لے گئے تھے۔ اس کی تفصیل ہم نے سلطان ابن سعود کے غلاف کے ضمن میں آگے بیان کیا ہے۔

پانچویں فصل

قرامطہ اور غلاف کعبہ

خلافت عباسیہ کے ضعف کے جہاں اور دوسرے اسباب ہیں اُن کے منجملہ فرقہ قرامطہ کا ظہور بھی ہے۔ حمدان اشعث قرمط کے پیرو قرمطی کہلاتے ہیں۔ قرمطی کی جمع قرامطہ ہے۔ لفظ قرمط کے معنی میں مورخین کو بڑا اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے قرمط ایک موضع ہے۔ کوئی کہتا ہے قرمط کے معنی سرخ آنکھوں والا۔ بعض کہتے ہیں قرمط کے معنی قریب قریب پاؤں ڈالکر چلنے والا وغیرہ وغیرہ قرامطہ نے ۲۷۸ھ میں خروج کیا۔ اولاً یہ کوفے کے پڑوس میں ظاہر ہوئے پھر ان کی تعلیم بحرین تک پہونچ گئی۔ بعض مورخ ان کو شیعوں کی ایک شاخ بتاتے ہیں مگر اُن کے عقائد اُن کو کفر و الحاد تک پہونچاتے تھے۔ بہت سے بدوی و صحرائی جاہل ان کے زمرہ میں داخل ہو گئے اور تھوڑے ہی عرصے میں یہ ایک لاکھ ستر ہزار آدمیوں کا لشکر میدان میں لانے کے قابل ہو گئے اور انہوں نے اپنے مشہور

سرغنہ ابو سعید جنابی کے تحت اس قدر طاقت حاصل کر لی کہ سنہ ۲۸۶ھ میں انہوں نے خلیفہ وقت معتضد باللہ[1] کی فوج کو شکست دیکر خالدیہ فتح کر لیا۔ سنہ ۳۰۱ ہجری میں ابو سعید کے قتل ہو جانے پر اس کا بھائی ابو طاہر سلیمان بن حسن قرامطہ کا امیر مقرر ہوا اس نے بصرہ فتح کیا اور جہاں جہاں تک ان کی دسترس ہوئی یہ لوگ آگ اور تلوار سے برباد کرتے چلے گئے۔ ان کے دھاوے زیادہ تر حاجیوں کے قافلہ ہی پر ہوتے تھے۔ حاجیوں کا خون انہوں نے مباح کر دیا تھا۔

سنہ ۳۱۲ ہجری سے حج کے رستے تقریباً بند ہو گئے تھے اور خصوصاً عراقی قافلہ موقوف ہو گیا تھا[2]۔ غلاف کعبہ کی روانگی بند ہو گئی تھی یہاں تک کہ سنہ ۳۱۷ ہجری کے موسم حج میں ابو طاہر نے مکے پر چڑھائی کی۔ ۸ ذی الحجہ کو اپنے سواروں سمیت بیت اللہ میں داخل ہوا اور عین حرم میں قتل و قتال کیا۔ اہل شہر و مضافات کے تخمیناً تیس ہزار آدمی قتل کئے گئے۔ خاص حرم میں سات سو طواف کرنے والے مارے گئے۔ چاہ زمزم لاشوں سے پٹ گیا۔ بہت لوگ تسبیح و تہلیل کرتے ہوئے ہلاک ہوئے جس وقت قتل عام ہو رہا تھا ابو طاہر کعبے کے سامنے کھڑا یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

انا باللہ و باللہ انا

یخلق الخلق و افنیھم انا

یعنی ہم خدا کے ساتھ ہیں اور خدا ہمارے ساتھ ہے وہ خلق کو پیدا کرتا ہے اور ہم فنا کرتے ہیں۔

قطب الدین کی لکھتے ہیں کہ قرامطہ بیت اللہ میں قتل و غارت کے وقت یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

فلو کان ہذا البیت اللہ ربنا　　لصب علینا النار من فوقنا صبا

لانا حججنا حجۃً جاہلیۃً　　محللۃ لم یبق شرقاً و لا غربا

و انا ترکنا بین زمزم و الصفا　　جنائز لا تبغی سوی ربہا ربا

مطلب ان اشعار کا یہ ہے کہ اگر یہ خدا کا گھر ہوتا تو ہمارے سروں پر آگ برستی۔ ہم نے زمانہ

---

[1] معتضد باللہ کا عہد حکومت سنہ ۲۷۹ ہجری سے سنہ ۲۸۹ ہجری تک رہا۔

[2] تقی الدین فارسی کی تاریخ مکہ شفاء الغرام باخبار بلد الحرام میں مختلف ایسے سنین کا حوالہ دیا ہے جب کہ عراقی قافلہ حجاج روانہ نہیں ہوا۔

جاہلیت کا ساحج کیا یعنی حلال وحرام کی تمیز اٹھادی اور مشرق ومغرب میں کسی کو باقی نہ چھوڑا ہم نے زمزم وصفا کے درمیان ایسے لوگوں کی لاشیں چھوڑی ہیں جو خدا کے سوا کسی کو نہیں پکار رہے تھے۔ یعنی چن چن کر مسلمانوں ہی کو مارا۔

صاحب تاریخ مذاہب اسلام لکھتے ہیں کہ ابو طاہر کے ہاتھ میں شراب کا پیالہ تھا وہ اس نے بیت اللہ میں پیا۔ حاجیوں کی لاشیں جو زمزم میں ڈالنے سے بچ گئی تھیں وہ مسجد حرام میں دفن کر دی گئیں۔ اس کے بعد ابو طاہر نے کعبے کا دروازہ اکھاڑ ڈالا اور ایک شخص کو میزاب رحمت یعنی کعبے کا پرنالہ اکھاڑنے کے لئے چڑھایا مگر کسی کے تیر سے وہ گر کر مر گیا پھر ایک دوسرے کو چڑھایا اس کا بھی یہی حشر ہوا۔ اس پر ابو طاہر نے کہا جانے دو مہدی موعود[۱] خود آکر اس کا انتظام کریں گے۔ ابو طاہر نے حاجیوں کا سامان کعبے کا خزانہ اور کعبے کا غلاف لوٹ کر اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا اور مقام ابراہیم و حجر اسود کو لے جانا چاہا۔ خدام کعبہ نے مقام ابراہیم کو کہیں گھاٹی میں چھپا دیا تھا وہ نہ مل سکا مگر حجر اسود کو بتاریخ ۱۴ ذیحجہ ۳۱۷ ہجری اتوار کے دن عصر کے وقت جعفر بن علاج معمار نے اکھاڑا۔ اس کی جگہ خالی رہ گئی۔ طواف کرنیوالے وقت طواف اس کی جگہ اپنا ہاتھ رکھ کر ہاتھ کو بوسہ دیا کرتے تھے۔ یہ حالت بائیس برس تک یعنی حجر اسود کی واپسی تک قائم رہی۔ ابو طاہر حجر اسود کو بہ مقام ہجر لے گیا یہ بحرین میں ایک مقام تھا جہاں قرامطہ نے اپنا کعبہ بنایا تھا۔ اور اسے دار الہجرہ کہا کرتا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ حاجی حجر اسود کی وجہ سے ان کے بنائے ہوئے کعبے میں جانے لگیں گے اور انہوں نے اس بارہ میں بڑی کوشش کی۔ مکہ معظمہ کی راہیں بند کر دیں جو سنہ ۳۱۷ ہجری سے سنہ ۳۲۷ ہجری تک بند رہیں اس مدت میں کوئی امید نہیں کہ خلیفہ بغداد (معتقد باللہ) غلاف کعبہ روانہ کر سکا ہو اور اس طرح گیارہ سال تک یا تو کعبے پر کوئی غلاف نہیں ڈالا گیا یا اگر ڈالا گیا تو بغداد کے سوا کہیں اور کا ہوگا۔

قرامطہ اپنی ان حرکات سے بہت خوش تھے اور متوقع تھیں تھے مگر اس واقعہ کی اطلاع جب امام عبید اللہ مہدی کو پہونچی تو وہ بہت ناراض ہوئے اور ابو طاہر کو لکھا کہ خدا تجھ پر لعنت کرے تو نے ایسے مقام کی بے حرمتی کی جو زمانۂ جاہلیت سے اس وقت تک محترم چلا آرہا تھا۔

---

[۱] حضرت عبید اللہ مہدی سے مراد ہے جن کا ذکر خلفائے اسماعیلی کے ضمن میں حاشیہ پر تفصیل سے کیا ہے۔

ابوطاہر جو پہلے امام ممدوح کا معتقد تھا اس بات پر دل شکستہ ہو کر ان کی اطاعت سے منحرف ہو گیا۔
(قرامطہ کے مزید حالات اور حجر اسود کی واپسی وغیرہ کی کیفیت اس حقیر کی کتاب تاریخ حجر اسود میں ملاحظہ ہو)۔

چھٹی فصل

مصر کے اسمٰعیلی خلفا کا غلاف کعبہ

خلافت عباسیہ کے زمانہ میں غلاف کعبہ روانہ کرنے کی وجہ سے حجاز پر خلفائے بغداد کا بڑا اثر و رسوخ قائم ہو گیا تھا اور کعبے کو غلاف پہنانا حجاز پر حکومت کی دلیل سمجھا جاتا تھا جب قرامطہ کے ظہور اور مصر میں اُن کے حریف بنی فاطمہ کی حکومت قائم ہونے سے خلافت عباسیہ کو ضعف ہوا تو پابندی کے ساتھ بغداد سے غلاف روانہ ہونے لگا۔ اس وقت کبھی سلاطین مصر اور کبھی خلفائے بغداد جس وقت جن کا اثر مکے پر ہوتا تھا غلاف کعبہ بھیجتے تھے۔ مصر کے یہ خلفا فاطمین۔ عبیدیہ۔ مہدویہ۔ اور بالخصوص اسماعیلیہ[1] کہلاتے ہیں۔ ۲۹۷ھ ہجری میں انکی حکومت

[1] اسماعیلیہ مذہب والے امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد ان کے فرزند حضرت اسمٰعیل کو ساتواں امام برحق مانتے ہیں اور پھر ان کے فرزند محمد اور ان کی اولاد میں امامت کو منتقل سمجھتے ہیں۔ فرقہ اسماعیلیہ کے بارہویں امام حضرت عبید اللہ المہدی کا سلسلۂ نسب چھٹی پشت میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملتا ہے۔ مورخوں نے ان کا سلسلۂ نسب مختلف بیان کیا ہے بعض کو ان کے فاطمی ہونے میں بھی تامل ہے جو عداوت پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ عام طور پر ان کا نسب اس طرح بیان کیا جاتا ہے
عبد اللہ المہدی بن حسین التقی بن احمد الوفی بن عبد اللہ الرضی بن محمد بن اسمٰعیل بن امام جعفر صادقؑ حضرت مہدی کے والد حسین التقی (یا محمد الحبیب) قصبۂ سلامیہ میں جو ملک شام کے مشہور شہر حمص کے متصل ہے رہا کرتے تھے اور یہاں سے مذہب اسماعیلیہ کے داعی اطراف عالم میں روانہ کرتے تھے۔ اس طریقہ پر اس فرقے کے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲ پر)

افریقہ میں قائم ہوئی اور عباسی خلافت بغداد کے ساتھ ساتھ دو سو ستر برس تک چلتی رہی۔

(بقیہ حصہ صفحہ (۳۱) ۔ اندلس، یمن، شام، بحرین، سندھ، ہندوستان، مصر و شمالی افریقہ میں پھیل گئے۔ حضرت عبید اللہ مہدی ۲۶۰ھ میں بمقام سلامیہ پیدا ہوئے تیسری صدی ہجری کے آخر میں ان کے والد نے وفات کے وقت ان سے فرمایا کہ تم مہدی ہو۔ میرے بعد تم کو دور دراز ملکوں میں جانا پڑیگا اور مختلف قسم کی سخت آزمائشیں ہونگی۔ مہدی خاموشی کے ساتھ سلامیہ میں رہتے تھے یہاں تک کہ ان کا ایک پرجوش داعی ابوعبداللہ الحسین جو شیعی کے نام سے مشہور ہے ۲۸۰ھ ہجری میں افریقہ گیا اور اپنے غیر معمولی جوش و قابلیت سے اس نے قوم بربر کو اپنا معتقد بنا لیا اس کے داعیان مذہب نے ملک میں مشہور کر دیا کہ اب امام مہدی کے ظہور کا وقت آ گیا ہے اور سب لوگ انقلاب کے منتظر ہو گئے۔ اس زمانہ میں افریقہ کا حاکم زیادۃ اللہ تھا اس کی نالائقی سے ابوعبداللہ نے فائدہ اٹھا کر جنگ و جدال کے بعد بہت سی فتوحات حاصل کریں اور مہدی کے پاس ایک وفد روانہ کیا اور ان کو افریقہ بلا بھیجا تاکہ وہ اپنی سرپرستی میں اس مذہب کی تبلیغ کریں۔ عبید اللہ مہدی معہ اپنے فرزند اور چند مریدان خاص کے افریقہ روانہ ہوئے۔ اگرچہ یہ سب کارروائی بہت ہی خفیہ طور پر کی گئی تھی مگر پھر بھی مکتفی باللہ خلیفہ بغداد نے اپنی سلطنت بھر میں ان کے حلیے روانہ کر کے ان کی گرفتاری کا حکم دیدیا اور ۲۹۶ھ میں مراکو کے متصل بمقام سجل ماسہ وہ قید کر لئے گئے۔ ابوعبداللہ حسین کو جب اس کی خبر ہوئی تو وہ ایک بڑی فوج لیکر بڑھا۔ والی مراکو لڑائی میں مارا گیا اور ابوعبداللہ کو زبردست فتح حاصل ہوئی اس نے مہدی کو قید خانہ سے نکالا اور ان کو گھوڑے پر سوار کر کے خود معہ امرا و رؤسا کے پاپیادہ آگے آگے ان کے ڈیرے تک گیا اور خوشی کے مارے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور لوگوں سے جو سڑک پر جمع تھے بآواز بلند کہتا جاتا تھا کہ "لوگو اپنے آقا مہدی کو دیکھو اور اپنے امام کو پہچانو" مہدی کچھ دن سجل ماسہ میں رہے پھر شہر رقادہ کو گئے جہاں لوگوں نے ان سے بیعت کی اور ان کا تسلط تمام افریقہ میں ہو گیا۔ حضرت مہدی نے جس خوبی سے انتظام سلطنت کیا اس سے ابوعبداللہ شیعی اور اس کے بھائی ابوالعباس کو حسد ہوا اور مہدی کے قتل کی سازش کی جو کھل گئی اور مہدی نے ان دونوں بھائیوں کو قتل کرا دیا۔ ابوعبداللہ کے قتل کے بعد مہدی نے اپنی فتوحات کا سلسلہ قائم رکھا اور چوبیس سال کی نہایت کامیاب حکومت کے بعد ۱۵ ربیع الاول ۳۲۲ھ ہجری کو انتقال کیا ان کے بعد ان کے فرزند ابوالقاسم محمد نظار القائم بامر اللہ کے لقب سے خلیفہ ہوئے۔ حضرت مہدی کی اولاد میں تیرہ خلفا یا امام ہوئے ہیں۔ جو عبید اللہ المہدی کے جانشین ہونے کی وجہ سے عبیدی بھی کہلاتے ہیں۔

عروج کے زمانہ میں خلفائے اسماعیلیہ کی سلطنت افریقہ و مصر و شام و یمن و حجاز تک پھیل گئی تھی یہ بادشاہ بڑے بہادر۔ سخی۔ علم دوست۔ منتظم مدبر اور متشرع تھے البتہ اپنے مذہب کی اشاعت میں جو امامیہ مذہب سے ملتا جلتا ہے جبر و سختی سے بھی کام لیتے تھے ۳۶۳ھ ہجری میں حرمین الشریفین نے بھی فرقہ اسماعیلیہ کے چوتھے خلیفہ ابو تمیم معد المعز لدین اللہ کی اطاعت قبول کر لی تھی اور وہاں خلفائے بغداد کا خطبہ موقوف ہو کر اس کا خطبہ پڑھا جانے لگا تھا۔ اگرچہ حجاز پر اسماعیلیہ کا اثر ان کی سلطنت کے اختتام یعنی ۵۶۷ھ ہجری تک باقی رہا مگر خلفائے بغداد بھی آخر دم (۶۵۶ھ ہجری) تک حکومت حجاز کے دعویدار رہے اور جس زمانہ میں جس کا زور حجاز میں بڑھ جاتا اسی کا خطبہ وہاں پڑھا جانے لگتا اور وہی غلاف کعبہ بھیجدیتا لیکن بقیاس غالب المعز لدین اللہ کے زمانہ سے کوئی ایک سو برس تک غلاف کعبہ مصر ہی سے جاتا رہا۔ المعز کے جانشین بھی بڑے اہتمام کے ساتھ حرمین کے امرا و شرفا کی تنخواہیں اور غلاف کعبہ بھیجا کرتے تھے۔ حکیم ناصر خسرو جس نے ۴۳۹ھ ہجری سے ۴۴۲ھ تک مصر سے روانہ ہو کر چار حج کئے تھے اس کے سفرنامے سے ظاہر ہے کہ اس وقت سلطان مصر ابو تمیم معد مستنصر بامر اللہ بن ظاہر تھا جس کی سلطنت ۴۲۷ھ ہجری سے ۴۸۷ھ تک رہی ہے۔ یہ سال میں دو مرتبہ مقررہ اوقات پر غلاف کعبہ و وظائف اہل حرمین نہایت پابندی کے ساتھ بھیجا کرتا تھا۔ ایک دفعہ تو حج کے زمانہ میں غلاف بھیجا جاتا تھا دوسری مرتبہ کا پتہ نہ لگا کہ کس وقت بھیجتا تھا۔

وسط رجب میں سلطان کی جانب سے مسجدوں میں اعلان کر دیا جاتا تھا کہ:۔

"مسلمانو حج کا موسم آ رہا ہے سلطانی فوج گھوڑے۔ اونٹ زادِ سفر وغیرہ حسب معمول تیار ہے جو شخص حج کے واسطے جانا چاہتا ہے قافلہ کے ساتھ ہو سکتا ہے۔"

اسی طرح رمضان میں بھی منادی کی جاتی تھی عموماً یکم ذی قعدہ سے حاجی روانہ ہونے شروع ہوتے تھے۔ غلاف کعبہ کے ساتھ جو فوج رہتی تھی اس کی خوراک اور دانہ چارہ کے اخراجات کا اندازہ ایک ہزار دینار مغربی روزانہ تھا۔ اس کے علاوہ ہر شخص کو بیس دینار علیحدہ ملتے تھے یہ قافلہ

[1] صرف امیر مکہ کو تین ہزار دینار ماہانہ کے حساب سے رقم بھیجی جاتی تھی۔ اس کے سوا خلعت اور گھوڑا بھی ہوتا تھا۔

پچیس دن میں مکے پہونچتا تھا۔ دس دن وہاں قیام ہوتا تھا پچیس دن واپسی میں لگتے تھے۔ اس طرح دو مہینے میں ساٹھ ہزار دینار خرچ ہوتے تھے جو امیر حج و دیگر [illegible] انعام اکرام [illegible] سے جو بڑے اونٹوں کے بدلے میں جو اونٹ خریدے جاتے تھے انکی قیمت اس کے سوا ہوتی تھی۔ سنہ ۴۴۰ھ میں [illegible] سخت قحط کے باعث مصر سے حاجیوں کا قافلہ نہیں جا سکا تھا۔ البتہ غلاف کعبہ روانہ کر دیا گیا۔ یہ بھیجا گیا تھا جو مدینے ہوتا ہوا ایک مہینہ چودہ دن میں مکہ پہونچ گیا تھا۔ ناصر خسرو بھی اس کے ساتھ تھا۔ اس غلاف کعبہ کی وضع و قطع کی نسبت وہ لکھتا ہے۔

> غلاف کعبہ کا رنگ سفید ہے جس میں [illegible] کے ٹکڑے ہیں ہر ٹکڑے کا عرض گز بھر ہے اور ان [illegible] بنی ہوئی ہے اور ان کے اوپر نیچے بھی اسی قدر جگہ چھوڑی گئی ہے یعنی ان [illegible] کی وجہ سے بیت اللہ کی بلندی کے تین حصے ہو گئے ہیں وہ اس طرح کہ اوپر کوئی تین گز غلاف سادہ سفید پھر دو گز [illegible] پھر [illegible] سادہ غلاف سفید کا [illegible] پھر دس گز سادہ اور غلاف [illegible] چاروں طرف رنگین محرابیں بنی ہوئی ہیں اور [illegible] زری [illegible] نقش [illegible] ایک بڑی [illegible] اس طرح [illegible] محرابیں [illegible]

(سفرنامہ ناصر خسرو فارسی مطبوعہ بمبئی صفحہ ۵۸)

ناصر خسرو کے مذکورہ بالا حساب سے کعبے کی بلندی (۳۲) گز ہوتی ہے لیکن یہ واضح رہے کہ کعبے کی بلندی ہمارے انگریزی گز کے حساب سے تخمیناً سولہ گز ہے اس طرح ناصر خسرو نے جس گز کی پیمائش دی ہے وہ آدھے گز کا ہوگا جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ خلفائے بنی فاطمہ کا اثر و اقتدار حجاز پر کوئی ایک سو برس تک رہا تھا اور اسی خلیفہ مستنصر کے زمانہ میں اسکی سلطنت کے ضعف کے سبب مکہ و مدینہ میں اس کا خطبہ موقوف ہو گیا تھا جس سے قیاس ہوتا ہے کہ اسی وقت خلفائے مصر کا غلاف بھیجنا بھی بند ہو گیا ہوگا اور بغداد سے غلاف آنے لگا ہوگا۔

ساتویں فصل

(۱) سلاطین ایوبیہ مصر کا غلاف کعبہ

اسماعیلی خلفائے مصر کے آخری تاجدار عاضد لدین اللہ کو ملک داری و انتظام کی کوئی

قابلیت نہ تھی۔ اسماعیلی یا فاطمی خلافت، جو ایک سو برس سے مسلسل کمزور ہوتی چلی آرہی تھی وہ اب اور بھی ضعیف ہوگئی۔ عاضد لدین اللہ اپنے مشہور وزیر صلاح الدین بن ایوب فاتح بیت المقدس[1] کے ہاتھ میں کٹ پتلی بنا ہوا تھا۔ محرم ۵۶۷ھ ہجری میں عاضد کی وفات پر خلفائے فاطمی کی اولاد میں اس وقت کوئی بھی ایسا منتظم و مدبر موجود نہ تھا جو اس پر آشوب زمانہ میں مجاہدین صلیب کے سیلاب کو روک کر مصر و حجاز کو بچا سکتا اس لئے صلاح الدین نے سلطنت مصر کا انتظام خود اپنے ہاتھ میں لے لیا اس کے ساتھ ہی ملک حجاز بھی جو بہ لحاظ تعلقات مصر کا ایک جزو تھا صلاح الدین کے قبضے میں آگیا۔ تاہم خلافت عباسیہ چونکہ ابھی تک بغداد میں قائم تھی اس لئے صلاح الدین نے مصر میں خلیفہ بغداد ہی کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور غلاف کعبہ بھی بدستور بغداد سے آتا رہا۔ کچھ دن بعد خطبہ میں خلیفہ بغداد کے نام کے ساتھ صلاح الدین کا نام بھی لیا جانے لگا اور چونکہ حرمین کے امراء اور رؤسا کی صلاح الدین نے تنخواہیں مقرر کردی تھیں اس وجہ سے حجاز پر خلیفہ بغداد سے زیادہ صلاح الدین کا اثر تھا۔

۵۸۹ھ ہجری میں صلاح الدین کی وفات کے بعد اس کا لڑکا عزیز عثمان فرمانروائے مصر ہوا اور اس طرح کوئی اسی برس یعنی ۶۴۸ھ ہجری تک اس خاندان میں سلطنت چلتی رہی۔ صلاح الدین کے نام کے جزو ایوب کی وجہ سے تاریخ مصر میں یہ بادشاہ سلاطین ایوبیہ کے نام سے مشہور ہیں یہ زمانہ چونکہ خلفائے عباسیہ کی انتہائی کمزوری کا تھا اس وجہ سے حجاز کے حقیقی فرمانروا سلاطین ایوبیہ ہی تھے۔

اگرچہ اس وقت ہمارے پاس کوئی ایسی شہادت نہیں ہے جس سے سلاطین ایوبیہ کے

---

[1] صلاح الدین فاتح بیت المقدس کا نام نامی کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے ایک اچھے بادشاہ میں جس قدر صفات حمیدہ ہونی چاہئیں وہ سب اس میں موجود تھیں صلیبی مجاہدین عیسائیوں کے ٹڈی دل کا مقابلہ جس بہادری سے اس نے کیا وہ صفحات تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ ۵۶۴ھ ہجری میں یہ عاضد لدین اللہ خلیفہ مصر کا وزیر ہوا۔ ۵۶۷ھ میں مصر و حجاز و شام کا بادشاہ ہوا۔ ۵۸۹ھ ہجری میں وفات پائی۔ دمشق میں اس کی قبر زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

روانگی غلاف کعبہ کی کیفیت معلوم ہو سکے۔ تاہم بعض مؤرخ اس پر متفق ہیں کہ غلاف کعبہ کے ساتھ برقع کعبے کی ایجاد خاندان ایوبیہ کی مشہور ملکہ شجرۃ الدرر[1] نے کی تھی اور اس زمانہ میں محمل کی روانگی بڑے تزک و احتشام سے ہوا کرتی تھی نیز غلاف کعبہ میں برقع کعبہ یعنی در کعبہ کے پردے کی موجد بھی یہی ملکہ سمجھی جاتی ہے چونکہ اس ملکہ کا نام فاطمہ تھا اس وجہ سے برقع کعبہ کو برقع فاطمہ کہتے ہیں اور عوام الناس اس کو فاطمہ زہرا صلواۃ اللہ علیہا کی ایجاد سمجھتے ہیں۔

(۲) پانچویں چھٹی صدی میں غلاف کعبہ کا سفر

چھٹی صدی ہجری تک غلاف کعبہ کے ساتھ محمل کا وجود نہ تھا۔ اُس زمانہ میں غلاف کعبہ کبھی خشکی کی راہ سے اور کبھی بحری رستے سے بھیجا جاتا تھا۔ ناصر خسرو کے سفر نامہ سے ظاہر ہے کہ ۴۳۹ھ ہجری میں غلاف کعبہ نے بحری راہ سے حسب ذیل منزلیں طے کیں تھیں۔

یکم ذیقعدہ ۴۳۹ھ	روانگی از قاہرہ جانب قلزم (سوئز)
یکم تا ۵ ذیقعدہ	خشکی کا سفر
۶ ذیقعدہ	ورود سوئز
۷ تا ۲۱ ذیقعدہ ۱۵ یوم	سفر دریا۔

[1] شجرۃ الدرر کے معنی موتیوں کے درخت کے ہیں یہ ملک الصالح نجم الدین کی بیوہ تھی۔ اس کی وفات کے بعد چند مہینے مصر کے فرمانروا بھی رہی بعد میں اسنے ملک المعز عز الدین ایبک سے جو مملوک خاندان کا پہلا بادشاہ تھا عقد کر لیا اور سلطنت مصر اس کے حوالہ کر دی۔ ۶۵۵ھ ہجری میں معز نے شاہ موصل کی لڑکی سے نکاح کا پیام دیا اس پر شجرۃ الدرر نے معز کو زہر دیدیا۔ معز کے غلاموں نے شجرۃ الدرر کو قتل کر ڈالا۔ اس ملکہ کا نام فاطمہ تھا۔ اس کی قبر قاہرہ کے محلہ نخاسین میں ہے اور عام لوگ اس کو قبر فاطمہ زہرا صلواۃ اللہ علیہا تصور کرتے ہیں۔ یہ ملکہ نہایت مخیر اور دریا فیض تھی اہل مصر کو اس کے مزار سے خاص عقیدت ہے۔

۲۲ ذیقعدہ	ورود بمقام جار[1]
۲۳ تا ۲۶ ذیقعدہ	از جار تا مدینہ براہ خشکی۔
۲۷ و ۲۸ ذیقعدہ	قیام مدینہ منورہ۔
۲۹ ذیقعدہ تا ۶ ذیحجہ	سفر خشکی از مدینہ تا مکہ۔
۷ ذیحجہ	ورود مکہ معظمہ۔

بقول مقریزی مستنصر باللہ ابی تمیم معد بن الظاہر فاطمی خلیفہ مصر کے زمانہ میں جس کی حکومت ۴۲۷ھ ہجری سے ۴۸۷ھ تک ہے ایک سال مصری حاجیوں اور عربوں میں فساد ہوا اور مصریوں کے لئے خشکی کا رستہ بند ہو گیا۔ اس زمانہ میں مصری حاجی دریائے نیل کے رستے سے قوص[2] پہنچتے تھے۔ یہاں سے صحرا کو طے کرتے ہوئے عیذاب[3] میں آتے تھے۔ وہاں سے دریائی رستے سے جدے داخل ہوتے تھے۔ ۶۵۹ھ ہجری میں جب ملک الظاہر رکن الدین بیبرس نے خلافت عباسی کی تباہی کے بعد پہلا غلاف کعبہ بھیجا ہے۔ اس وقت سے مصریوں کے لئے پھر خشکی کا رستہ کھل گیا۔

---

[1] اس زمانہ میں ہم کو پتہ نہ لگا کہ جار کہاں ہے غالباً یہ کسی بندرگاہ کا نام ہے جو آجکل کسی دوسرے نام سے مشہور ہے کیا عجب ہے کہ بندرگاہ ینبوع کو اس وقت جار کہتے ہوں۔

[2] علاقہ مصر صعید میں دریائے نیل کے کنارے ایک آباد قصبہ ہے زمانہ قدیم میں بھی اس کو خاص شہرت حاصل تھی ۵۷۹ھ ہجری میں ادھر سے ابن جبیر کا گذر ہوا تھا۔ وہ قاہرہ سے کشتی میں انیسویں دن یہاں پہونچا تھا۔ وہ کہتا ہے :- یہ شہر بہت آباد ہے۔ بازار نہایت پاکیزہ اور مکانات خوب کشادہ ہیں۔ طرابلس مصر اور اسکندریہ کے حاجیوں کے ملنے کی جگہ ہے تمام قافلے یہیں ٹھہرتے ہیں اور یہاں سے عیذاب جاتے ہیں۔

[3] عیذاب بحر احمر کا قدیمی بندرگاہ ہے ابن جبیر نے اسکو دنیا کے مشہور بندرگاہوں میں سے لکھا ہے۔ اس زمانے میں ہندوستان و یمن کے جہاز اسی بندرگاہ میں ہو کر آتے جاتے تھے۔ آج کل عدن و جدہ نے اس کی جگہ لے لی ہے اور عیذاب ایک معمولی قصبہ رہ گیا ہے یہاں کے رہنے والے زیادہ تر ملاح اور موتی مونگا نکالنے والے غوطہ خور ہیں۔

سنہ ۶۴۸ھ میں مصر کی سلطنت ایوبیہ ختم ہوگئی اور مملوکوں کی حکومت شروع ہوئی اور سنہ ۶۵۶ہجری میں خلافت بغداد کا خاتمہ ہوگیا[1] اور بقول سیوطی تین سال تک دنیا بغیر خلیفہ کے رہی۔[2] اس کے بعد سنہ ۶۵۹ہجری میں خلافت کی گدی مصر میں تیار کی گئی یعنی عباسی شہزادے جو تاتاریوں کی تلوار سے بچ رہے تھے بھاگ کر مصر پہونچے۔ مملوک سلاطین نے پیرزادہ سمجھ کر ان کے قدم لئے اور اپنی نئی سلطنت کی رونق بڑھانے کے لئے تبرکاً بلکہ دوائے ناصرالدین اللہ کے پوتے مستنصر باللہ کو سجادہ نشین خلافت بنایا اور یہ سجادہ نشینی کا سلسلہ بھی مملوکوں کی سلطنت کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ اس طرح بے ملک کے خلیفہ بھی کوئی اٹھارہ ہوئے ہیں۔

---

[1] تباہی بغداد کا واقعہ نہایت مشہور ہے چنگیز خاں کے پوتے ہلاکو خان نے سنہ ۶۵۶ھ میں خلیفہ مستعصم باللہ کے وزیر ابن علقمی سے سازش کر کے بغداد پر چڑھائی کی اور اس بری طرح سے محاصرہ کیا کہ بغداد کے لاکھوں باشندوں میں سے بمشکل گنتی کے آدمی جان بچا کر بھاگ سکے۔ عورت مرد، بچے علما۔ فضلا۔ شاعر۔ محدث۔ مفسر سب تلوار کے گھاٹ اتارے گئے۔ البتہ محلہ کرخ کے شیعوں کو ابن علقمی کے طفیل میں پناہ مل گئی۔

[2] جلال الدین سیوطی مولف تاریخ الخلفا نے یزید اور اسی قسم کے دوسرے فاسق و فاجر بادشاہوں کو بھی خلیفہ یعنی آنحضرت کا جانشین اور مسلمانوں کا روحانی پیشوا تسلیم کیا ہے۔ گویا سیوطی کی نظر میں خلافت کے لئے تقدس و تقویٰ و علم و عبادت کی ضرورت نہیں ہے خلیفہ کچھ بھی کرے پھر بھی وہ رسول اللہ کا سچا جانشین سمجھا جاتا ہے۔ سیوطی اگر اس زمانہ میں ہوتے تو ان کو یہ دیکھ کر بڑا صدمہ ہوتا کہ دس بارہ سال سے کوئی خلیفہ نہیں ہے اور دنیا کے کاروبار بفضلہ تعالےٰ سب اچھی طرح چل رہے ہیں۔

اس زمانہ میں مصر و حجاز کے اصلی مالک مملوک سلاطین ہی تھے۔ البتہ برائے نام مذہبی و روحانی پیشوا کے خاص خاص کاغذوں پران پیرزادوں کی مہر بھی لگائی جاتی تھی[1] اس ترکیب سے مملوکوں کی سلطنت ایک باضابطہ خلافت ہوگئی تھی۔ سلاطین ایوبیہ مصر کے آخری فرمانروا الملک الصالح نجم الدین ایوب[2] نے ۶۳۷ھ ہجری میں نومسلم فرنگی غلاموں کا ایک رسالہ مرتب کیا تھا۔ اس کی وفات کے بعد ۶۴۸ھ ہجری میں اس رسالے کا افسر ملک معزالدین ایبک مصر کا سلطان بن گیا اس کے بعد اس کا لڑکا تخت نشین ہوا اور اسی طرح کچھ اوپر ڈھائی سو برس تک مصر میں ان کی بادشاہت چلتی رہی یہ لوگ سرکیشیا (چرکسیا) کے رہنے والے تھے اس لیے ان کو چرکسی بھی کہتے ہیں جس کی جمع چراکسہ ہے۔ نیز غلام ہونے کی وجہ سے مملوک کہلاتے ہیں ۹۲۲ھ ہجری ان کی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا اور ملک مصر سلطان ٹرکی سلیم کے تصرف میں آگیا۔ رہے سہے مملوکوں کا قلع و قمع ۱۸۱۱ء میں محمد علی پاشا[3] نے قتل عام کرکے کردیا۔

---

[1] یہ خلفا اسلامی خدمات کی بناء پر بعض بادشاہوں وغیرہ کو خلعت بھی عطا فرماتے تھے سلطان محمد تغلق بادشاہ ہند کے نام بھی ۷۴۹ھ میں مصر سے خلعت و فرمان آیا تھا جس پر اس نے بڑا دربار کیا تھا۔ قصائد بدر چاچ میں اس واقعہ کی بابت ایک قصیدہ موجود ہے جس کا مطلع یہ ہے:۔ جبریل ز طاق گردوں البشریٰ گویاں رسید کز خلیفہ سوئے سلطاں خلعت و فرماں رسید

[2] مصر میں ملک الصالح نجم الدین کا شمار اولیاء اللہ اور صاحبان خرقہ میں کیا جاتا ہے۔ وہ اپنے ہاتھ سے کھجور کے پتوں کی ٹوکریاں بنا کر گذر اوقات کیا کرتا تھا اور خزانہ شاہی سے ایک پیسہ نہیں لیتا تھا۔ اس کا زمانہ سلطنت ۶۳۷ھ سے ۶۴۷ھ تک ہے۔ قاہرہ کے محلہ نحاسین (کسار ٹڑا) میں اس کا مزار ہے اور ربیع الثانی میں یہاں اس کا مولود جو ایک قسم کا عرس ہوتا ہے ہر سال کیا جاتا ہے۔

[3] موجودہ خاندان خدیویہ مصر کا بانی محمد علی پاشا ۱۷۶۹ء میں صوبہ رومیلیا علاقہ ٹرکی میں پیدا ہوا تھا۔ ترکی فوج میں بھرتی ہو کر اس نے ۱۷۹۹ء میں فرانسیسوں کے مقابلہ میں سلطان ٹرکی کی طرف سے مصر میں لڑ کر داد شجاعت دی۔ بڑھتے بڑھتے مصر کا گورنر ہوگیا اور مملوک سلاطین کے پسماندوں کی بنیادیں فرو کر کے مصر کا انتظام سخت اصول پر قائم کیا۔ ۱۸۱۱ء میں اہل نجد کے اخراج کے لئے حجاز پر چڑھائی کی اور حکمت عملی۔ زر پاشی اور سازشوں سے عربوں کو ملا کر ۱۸۱۸ء میں نجدیوں کا قبضہ حجاز سے اٹھا دیا۔ ۱۸۳۱ء میں ترکوں سے جھگڑ کر اپنے لڑکے ابراہیم پاشا کو ملک شام پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا اور بہت سا علاقہ ترکوں سے فتح کرلیا۔ اس کے بعد دول یورپ نے (بقیہ حصہ صفحہ ۵۰ پر)

مملوک[1] سلاطین کے زمانے میں غلاف کعبہ کی مصر سے روانگی بڑی دھوم دھام سے ہوا کرتی تھی، وہ خود بھی بہترین لباس پہنے محمل کے ساتھ ساتھ رہا کرتے تھے اور اپنے ہتیاروں دوسرے پر تکلف سامان، شان و شوکت اور جاہ و حشم میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ اس زمانے میں سعدیہ[2] فرقے کے درویش بھی محمل کے ساتھ زندہ سانپ کھاتے ہوئے نکلا کرتے تھے اور غلاف کعبہ و محمل بڑے تزک و احتشام کے ساتھ قاہرہ سے روانہ ہوا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ۷۵۰ھ ہجری میں ملک الصالح اسماعیل ابن ملک الناصر بن قلاؤں نے غلاف کعبہ کی تیاری کے لئے صوبہ قیلوبیہ ضلع قاہرہ کے تین گاؤں بسوس۔ سندبیر اور ابوالعیط بھی کہتے ہیں خرید کر وقف کر دیے۔ بعض مورخوں نے سندبیں کی جگہ موضع حوص کا نام بھی

(بقیہ حاشیہ) نتیجہ میں بڑھ کر صلح کرادی جس کی رو سے ملک مصر ہمیشہ کے لئے اس کے خاندان کی واسطے مخصوص ہو گیا۔ ۱۸۴۸ء میں بوجہ ضعف و پیری اس لئے گوشہ نشینی اختیار کر کے حکومت مصر اپنے فرزند ابراہیم پاشا کے سپرد کی اور ۱۸۴۹ء میں بمقام قاہرہ انتقال کیا۔ [1] مملوک سلاطین مصر کے پسماندہ امراء و روساء سلطنت ترکی کو دق کیا کرتے تھے اور ہر وقت اُن سے کھٹکا لگا رہتا تھا۔ ۱۸۱۱ء میں جب محمد علی پاشا نے وہابیوں کے مقابلہ کے لئے حجاز پر چڑھائی کا ارادہ کیا تو اپنے گھر کا انتظام کرنے کے لئے یہ تدبیر سوچی کہ صلاح و مشورے کے حیلے سے تمام چھوٹے بڑے مملوک سرداروں کو قلعہ قاہرہ میں بلایا او اُن سے کہا کہ میں تو وہابیوں کو حجاز سے نکالنے جا رہا ہوں۔ مصر کا انتظام تمہارے ہاتھ ہے۔ دربار برخاست ہوا۔ محمد علی پاشا اپنے محل میں چلا گیا اور مملوک اپنے گھر آنے لگے مگر قلعہ کے دروازے میں قفل پڑ چکا تھا اور گولیوں کی بارش ہونے لگی تھی (۴۰۰) مملوکوں میں سے صرف ایک شخص امین بے اپنے گھوڑے کو قلعہ کے تیرہ گز اونچی دیوار پر سے کدا کر گولیوں کی بوچھاڑ میں سے نکل بھاگنے میں کامیاب ہوا۔ اس کے بعد وہ تمام مملوک جو شہر میں باقی رہ گئے تھے قتل کئے گئے اور ان کا گھر بار لوٹ لیا گیا [2] یہ درویش مصر میں اب بھی موجود ہیں۔ اس فرقے کے بانی کا نام سعد تھا۔ قاہرہ میں میلاد النبی و شب معراج کی تقریب پر یہ لوگ ذکر کرتے ہوئے غول بنا کر نکلتے ہیں اور مختلف قسم کی کرامتیں دکھاتے ہیں۔ اب ان کے مرشد نے سانپ کھانا حرام قرار دیا ہے ورنہ ایسے موقعوں پر یہ لوگ زندہ سانپ کا پھن چبا جاتے تھے۔ میلاد النبی کے جشن میں انکے مرشد کی سواری گھوڑے پر نکلتی ہے۔ یہ لوگ سڑک پر ایک دوسرے کے برابر برابر اوندھے لیٹ جاتے ہیں اور مرشد گھوڑے پر سوار مع دو خادموں کے جو لگام پکڑے رہتے ہیں ان کی پیٹھ پر سے گزرتے ہیں جن پر سے گھوڑا نکل جاتا ہے وہ اٹھ کر آگے لیٹ جاتے ہیں اسطرح یہ مرشد رستے بھر اپنے مریدوں پر سے خراماں خراماں گذرتے ہیں

بھی لکھا ہے ان تینوں گاؤں کی آمدنی (۸۹۰۰۰) درم یعنی تخمیناً اکیس ہزار چھ سو چھپن روپیے تھی لیکن قحط وغیرہ کی وجہ سے جب ان دیہات کی مالگذاری وصول نہیں ہوتی تھی تو غلاف کعبہ بھیجنا ملتوی بھی ہو جاتا تھا۔

ملوک بادشاہوں کے زمانہ میں جو امیر الحاج غلاف کعبہ لیجاتا تھا وہ بڑے مرتبہ کا عہدہ دار سمجھا جاتا تھا۔ اس کے بعد وہ صوبہ کی گورنری کا دعویدار ہو جاتا تھا۔ سلطان و والی کے بعد یہ خدمت سمجھی جاتی تھی۔ اس کی رائے کو خاص وقعت دیجاتی تھی۔ اس کی خدمت مستقل ہوتی تھی اسکا تقرر فرمان شاہی سے ہوا کرتا تھا حجاز میں وہ بڑا اقتدار رکھتا تھا اور امراء مکہ کا عزل ونصب بھی اکثر اس کے حکم سے ہوتا تھا۔

ملوک بادشاہوں نے اپنی تمام قلمرو میں یہ حکم دیدیا تھا کہ مصر سے حجاز تک جہاں جہاں محمل گزرے وہاں کے عہدہ دار محمل کے اونٹ کے پاؤں کو چومیں سلطان الظاہر جقمق نے سنہ ۸۴۳ھ میں یہ طریقہ موقوف کیا۔

بعض مورخ کہتے ہیں کہ ملک منصور ابو المعالی قلاؤں صالحی نے جس کی سلطنت سنہ ۶۷۸ھ سے سنہ ۶۸۹ھ ہجری تک رہی سبز غلاف کعبہ کا رواج دیا تھا لیکن تقی الدین فاسی کے بیان سے یہ پایا جاتا ہے کہ ناصر لدین اللہ عباسی کے زمانہ سے جس کی حکومت سنہ ۵۷۵ھ سے سنہ ۵۹۲ھ ہجری تک رہی تقی الدین کے زمانہ سنہ ۸۱۲ھ ہجری تک غلاف کا رنگ سیاہ ہی چلا آرہا ہے۔

ملوک سلاطین کے غلاف کے کتبے کی نسبت کہتے ہیں کہ اس پر آیات قرآنی کلمۂ طیبہ اور صحابۂ کرام کے نام بُنے رہتے تھے اور بڑے بڑے حرفوں کے اندر باریک باریک حرفوں کے کتبے بھی ہوا کرتے تھے۔ حاشیہ پر بھی آیات قرآنی ہوا کرتی تھی۔ کبھی کبھی غلاف کعبہ بالکل سادہ بھی رکھتے تھے۔
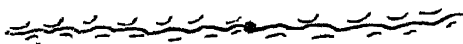
نویں فصل

(۱) غلاف کعبہ سلاطین عثمانیہ کے زمانہ میں

سنہ ۹۲۳ ہجری میں جب ارض مقدس حجاز قلمرو عثمانیہ میں داخل ہوئی تو غلاف کعبہ کی تیاری رواج قدیم کے مطابق مصر سے جاری رہی مگر سلطان اسمٰعیل ابن ملک الناصر بن قلاؤن کے وقف کردہ دیہات کی آمدنی غلاف کے مصارف کے لئے جب ناکافی ہونے لگی تو سلطان سلیمان اعظم نے جس کا زمانہ سنہ ۹۲۶ ہجری سے سنہ ۹۷۴ تک ہے علاقہ مصر کے سات گاؤں اور وقف کر دیے جن کے نام اور آمدنی درج ذیل ہے:-

	نام موضع	آمدنی
(۱)	سلکہ	(۳۰۴۹۶) درم
(۲)	سیرو بخبجہ	(۷۱۸۲۰) درم
(۳)	قریش الحجر	(۵۱۳۰۴) درم
(۴)	منایل وکوم ریحان	(۳۷۸۴۰) درم
(۵)	بجام	(۱۴۹۳۴) درم
(۶)	منیۃ النصاری	(۶۰۸۵۸) درم
(۷)	بطالیا	(۱۰۴۸۴) درم

جملہ (۳۶۵۱۵۲) درم یا ([illegible] ۹۸۸۸) روپیہ

اس وقف نامے کی تکمیل ماہ صفر سنہ ۹۴۷ھ میں ہوئی ہے اس کے بعد بارہویں صدی ہجری میں محمد علی پاشا خدیو مصر نے ایک باضابطہ وقف نامہ لکھکر اس کی تجدید کر دی لیکن آمدنی مذکورہ غلاف کے جملہ مصارف کے لئے عموماً ناکافی ثابت ہوتی تھی اس لئے عام خزانہ مصر سے اس

تکمیل کی جاتی رہی جس کی تفصیل آگے بیان کی جائیگی۔

(۲) غلاف کعبہ کے اجزا اور کتبے

چونکہ مذہب اسلام میں خالص ریشمی کپڑے کا استعمال ناجائز ہے اور غلاف کعبہ بھی بعض اوقات لوگوں کے استعمال میں آجاتا ہے۔ اس لئے غلاف میں بھی اس کا لحاظ عموماً ہر زمانہ میں کیا جاتا رہا ہے چنانچہ عہد عثمانیہ کے غلاف میں بھی تانا سوت کا اور بانا ریشم کا ہوتا تھا۔ اس کا کپڑا نہایت دبیز اور چمکدار سیاہ یا اودا ہٹ لئے ہوئے سیاہ یعنی بلیو بلیک ہوتا تھا۔ ۱۳۴۷ھ تک غلاف کعبہ حسب دستور قدیم مصر سے ہی آتا رہا۔ غلاف کعبہ کی تیاری قاہرہ میں ہوتی تھی۔ ۱۸۳۵ء میں ولیم لیں صاحب نے لکھا ہے کہ قلعہ قاہرہ[۱] میں غلاف تیار کیا جاتا ہے۔ ۱۸۵۳ء میں کپتان برٹن صاحب لکھتے ہیں کہ قاہرہ میں محلہ باب الشعاریہ کے متصل روئی کے ایک کارخانہ میں جسے الخرنفش کہتے ہیں غلاف تیار ہوتا ہے۔ مراۃ الحرمین میں خرنفش محلے کا نام بتایا گیا ہے اور اس کارخانہ کا نام مصنع الکسوۃ[۲] تحریر ہے۔ ہمارے زمانہ تک اسی کارخانہ میں اور اسی محلے میں غلاف تیار ہوتا رہا۔ تیاری غلاف کا انتظام عبداللہ فائق بک کے سپرد تھا اور وہی اسی کارخانہ کے مہتمم تھے۔ انہوں نے غلاف میں بہت خوبی اور صفائی پیدا کردی۔ عہد عثمانیہ کے غلافوں کے ٹکڑے ہندوستان میں ہزاروں آدمیوں کے پاس موجود ہیں۔ اس فقیر کے پاس بھی کئی ٹکڑے ہیں جن میں ایک کوئی ڈیڑھ گز کا ہے۔ یہ میں نے ۱۳۴۵ھ میں مکہ معظمہ

---

[۱] یہ قلعہ کوہ مقطم کی چوٹی پر شہر قاہرہ کی سطح سے کوئی ڈہائی سو فٹ کی بلندی پر بنا ہوا ہے۔ باوجود اس بلندی کے قلعہ کے اندر جانے کا رستہ ایسا بنایا گیا ہے کہ لدے ہوئے اونٹ بہ آسانی چڑھ سکتے ہیں۔ یہ قلعہ سلطان صلاح الدین نے ۵۷۶ھ میں تعمیر کرایا تھا۔ قلعے کے اندر محمد علی پاشا بانی خاندان خدیویہ کا عالیشان محل سنگ مرمر کی ایک خوشنما مسجد اور توپیں ڈھالنے کا کارخانہ ہے۔

[۲] مصنع الکسوۃ کے معنی غلاف کا کارخانہ۔

بن لیا تھا اور یہ ۱۲۷۲ھ ہجری کے غلاف کا ٹکڑا ہے اس کا رنگ بلیو بلیک ہے۔ ایک دوسرا ٹکڑا گہرے سیاہ رنگ کا ہے۔ یہ کوئی بیس برس قبل کا ہے اور بہت دبیز ہے مگر اس کی ساخت میں اس قدر صفائی نہیں ہے اور بننے کی ترکیب میں بھی تھوڑا سا فرق ہے۔

عہد عثمانیہ کا غلاف چار بڑے اجزا پر مشتمل ہوتا تھا۔

(الف) اصل غلاف یا کسوہ

(ب) حزام (پٹی)

(ج) رنوکات (دائرے)

(د) برقع (باب کعبہ کا پردہ)

اب ان چاروں اجزا کی تشریح بہ قدر ضرورت کی جاتی ہے:۔

(الف) اصل غلاف

کعبہ بظاہر بالکل مربع عمارت معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقت میں وہ مربع نہیں بلکہ مختلف اضلاع کا ایک چوکھونٹا کمرہ ہے۔ مورخوں نے اس کی پیمائش مختلف لکھی ہے مگر زیادہ صحیح یہ ہے:۔

		فٹ	انچ
مشرقی دیوار	عرض	(۳۷)	(۱۰)
مغربی دیوار	"	(۳۹)	(۶)
شمالی دیوار	"	(۳۲)	(۳)
جنوبی دیوار	"	(۳۳)	(۴)
چاروں دیواروں کی بلندی		(۴۸)	(۹)

غلاف کے کپڑے کا عرض (۳۵) انچ کا تھا۔ یعنی ایک انچ کم گز بھر کا۔ اس حساب سے کعبے کی چاروں دیواروں کو اوپر سے نیچے تک ڈھانپنے کے واسطے ساڑھے تیرہ گز کے (۶۲) تھان آتے تھے اس کپڑے کے عرض میں "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی دو دو قطاریں نہایت خوشنما خط میں اوپر سے نیچے تک مسلسل بنی رہتی تھیں۔ اس طرح آدھ گز چوڑے اور (۳۵) انچہ

لمبے ٹکڑے میں پورا ایک کلمہ آجاتا تھا اور (۳۵) انچ لمبے (۳۵) انچ چوڑے ٹکڑے میں دو کلمے بنے رہتے تھے کلمے کے حروف (الف) یا (لام الف) کی لمبائی دس گیارہ انچ ہوتی تھی۔ حرفوں کی جسامت یا موٹائی ایک تہائی انچ تھی۔ ہر کلمے کے اوپر کی جانب (جل جلالہ) ایک طرف سیدھا دوسری طرف معکوس اس طرح لکھا رہتا تھا کہ بظاہر صرف (جلالہ) دکھائی دیتا تھا مگر "جیم" کے "سر" اور "ل" کو ومرتبہ پڑھنے سے جل جلالہ صاف نظر آتا تھا کلمے کے اوپر ایک مثلث کے اندر لفظ "اللہ" جو کلمے کا جزو تھا بنا رہتا تھا اور نیچے کی طرف دوسرے مثلث میں "یا اللہ" لکھا رہتا تھا۔ پارچہ غلاف کے عرض (۳۵) انچ اور اتنے ہی طول میں جس طرح دو کلمے لکھے رہتے تھے اس کی کیفیت عکسی تصویر سے واضح ہوگی۔

(ب) حزام

حزام کے معنی بند یا پیٹی کے ہیں۔ یہ کوئی ڈھائی فٹ چوڑی زرین کام کی ایک پٹی ہوتی تھی جو زمین سے تقریباً (۳۲) فٹ کی بلندی پر کعبے کے گرداگرد غلاف میں لگی رہتی تھی کعبے پر غلاف اس طرح ڈالتے تھے کہ ایک ٹکڑا چھت کے قریب سے دیوار کعبہ کے ایک تہائی حصے یعنی (۱۶) فٹ تک نیچے لٹکتا تھا اور دوسرا ٹکڑا دیوار کے نیچے تک پہونچکر باقیماندہ حصے یعنی (۳۲) فٹ کو ڈھک لیتا تھا۔ دیواروں پر جہاں جہاں ان دو ٹکڑوں کا جوڑ ملتا تھا۔ وہاں سیون کو چھپانے کے لئے حزام آجاتی تھی۔ حزام کے آٹھ ٹکڑے ہوتے تھے۔ ہر دیوار پر دو دو ٹکڑے آجاتے تھے[1]۔ حزام کا استر سرخ اطلس کا ہوتا تھا اور اوپر کی جانب سیاہ ریشمی مخمل نما کپڑے پر طغرائی شکل میں سنہری تاروں سے جن میں ریشم نہیں ہوتا تھا نہایت خوشخط آیات

---

[1] اڈورڈ ولیم لین صاحب نے اپنی کتاب موڈرن ایجپشینز (موجودہ مصری) میں ۱۲۴۹ھ کے غلاف کعبہ کے حالات لکھے ہیں وہ حزام کے چار ٹکڑے بیان کرتے ہیں ممکن ہے کہ اس وقت کعبے کے ہر سمت کے لئے ایک ایک ٹکڑا ہوتا ہو مگر جو حصہ دراز سے کعبے کی جو تصاویر دیکھنے میں آرہی ہیں ان میں ہر طرف حزام کی دو دو پیٹیاں ہیں۔ چودھویں صدی کی تالیفات میں بھی آٹھ ٹکڑے بیان کئے گئے ہیں اور ۱۳۴۵ ہجری میں اس درویش نے بھی جو غلاف ۱۳۴۴ھ کا آیا ہوا دیکھا تھا اس میں بھی آٹھ ٹکڑے تھے۔

قرآنی کلام ہی رہتی تھیں جو قریب سے بہت نمایاں معلوم ہوتی تھیں اور تھوڑے سے فاصلہ سے یہ پٹیاں سونے کا ایک پترہ نظر آتی تھیں۔ حزام کی آٹھوں پٹیوں میں (۱۳۷۵) مثقال کلابتون خرچ ہوتا تھا جس کا وزن انگریزی سیر کے حساب سے سوا پینتیس سیر ہوا۔ حزام وغیرہ پر جو کتابت ہے وہ بقول صاحب مراۃ الحرمین مصر کے مشہور بے مثل خوشنویس عبداللہ بک زہدی کی ہے جنہوں نے اسماعیل پاشا خدیو مصر کے زمانہ میں کتابت کی تھی اس خط کو اہل مصر خط طومار کہتے ہیں۔ یہ عربی خوشنویسی کی سب سے بڑی قسم ہے اور اگرچہ یہہ دور سے نظر آتی ہے مگر پڑھنے میں تکلف ہوتا ہے

برٹن صاحب جنہوں نے ۱۸۵۳ء میں سفر حجاز کیا تھا اپنے سفرنامے میں لکھتے ہیں کہ اُگلے زمانہ میں غلاف کعبہ پر کل قرآن بُنا جاتا تھا۔ اب صرف سات سورتیں یعنی سورہ کہف۔ سورہ مریم، سورۂ آل عمران، سورہ توبہ۔ سورۂ طٰہٰ، سورہ یٰسین اور سورۂ تبارک بنتے ہیں۔ علاوہ ان کے آیہ ان اول بیت وضع للناس الذی ببکتہ مبارکا وہدی للعالمین بنی رہتی ہے" اگلے مورخوں اور زمانۂ حال کے سیاحوں سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی۔ زمانہ قدیم میں پورے قرآن کا بُنا جانا اور زمانہ حال میں سورتوں کا غلاف پر کاڑھنا کہیں سے ثابت نہیں ہے حزام یا برقع کعبہ پہ جو سورتیں یا آیتیں بنی جاتی تھیں وہ سورۂ الحمد۔ قل ہو اللہ۔ آیت الکرسی اور سورۂ حج و آل عمران و سورۂ بقر کی چند آیتیں تھیں اور بس۔ ان کے علاوہ بادشاہ وقت کا نام ہوتا تھا۔ تقریباً ستر برس سے حزام پہ حسب ذیل آیات کاڑھی جاتی ہیں اور یہ مصر کے بے مثال عبداللہ بک زہدی کی خطاطی کا نمونہ ہے جو خدیو اسمعیل پاشا کے زمانہ میں محفوظ کیا گیا اور اب تک ہر سال اسی کی نقل کی جاتی ہے۔ البتہ حسب ضرورت بادشاہ وقت کا نام بدلتا اور سمت شمالی میں لکھا جاتا رہا ہے۔ بادشاہ کے خطاب کی تحریر کا ڈھنگ ذیل کے نمونہ سے واضح ہوگا۔ جو سلطان محمد خاں خامس کے زمانہ کے حزام پر لکھا گیا تھا۔

سمت مشرق جدھر کعبہ کا دروازہ ہے پہلی پٹی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم واذ جعلنا البیت مثابتہ للناس و آمنًا واتخذوا من مقام ابراہیم مصلےٰ وعہدنا الی ابراہیم و اسماعیل ان طہرا بیتی للطائفین والعاکفین

سمت مشرق پہلی پٹی

سمت مشرق دوسری پٹی

سمت مغرب پہلی پٹی

سمت مغرب دوسری پٹی

والرکع السجود[۱]۔ اس کے بعد ایک دائرہ تھا جس میں یا سبحان، یا منان، یا حسان، یا سلطان لکھا ہوا تھا۔

دوسری پٹی

واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت و اسمٰعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک وارنا مناسکنا وتب علینا انک انت التواب الرحیم[۲]۔

سمت مغرب پہلی پٹی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم و اذ بوانا لابراھیم مکان البیت لاتشرک بی شیأً وطہر بیتی للطائفین والقائمین والرکع السجود واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا وعلی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق[۳]۔

---

[۱] یہ آیت سورۂ بقر کی ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب ہم نے خانۂ کعبہ کو لوگوں کی عبادت گاہ اور جائے امن قرار دیا۔ اور مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ ٹھرایا۔ اور ابراہیم و اسمٰعیل کو حکم دیا کہ تم میرے گھر کو یہاں والوں کے واسطے اور رکوع و سجدہ کرنے والون کے لئے پاک وصاف رکھا کرو۔

[۲] یہ آیت بھی سورۂ بقر کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب ابراہیم و اسمٰعیل خانۂ کعبہ کی دیوارین اٹھا رہے تھے اس وقت یہ کہتے جاتے تھے اے پروردگار ہماری یہ خدمت قبول فرما۔ اے پروردگار ہم کو فرمانبرداری کی توفیق عطا فرما۔ اور ہماری اولاد میں سے ایک ایسا گروہ پیدا کر جو تیرا مطیع ہو اور ہم کو حج کے احکام سکھا۔ ہمارے حال پہ توجہ کر حقیقت میں تو ہی بڑا مہربان توجہ کرنے والا ہے۔

[۳] یہ سورۂ حج کی آیت ہے ترجمہ اس کا یہ ہے۔ جب ہم نے ابراہیم کو خانۂ کعبہ کی جگہ بتا دی اور حکم دیا کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نکرنا اور میرے اس گھر کو طواف کرنے والون اور قیام در کوع وسجدہ کرنے والون کے لئے صاف رکھنا اور یہ بھی حکم دیا کہ لوگون میں حج کے فرض کرنے کا اعلان کر دو۔ لوگ یہاں پیادہ پا اور دُبلی دُبلی اونٹنیوں پر دور دراز کی منزلین طے کرکے پہونچین گے۔

سمت مغرب دوسری پٹی

یشہدوا منافع لہم ویذکروا اسم اللہ فی ایام معلومات علی ما رزقہم من بہیمۃ الانعام فکلوا منہا واطعموا البائس الفقیر۔ ثم لیقضوا تفثہم ولیوفوا نذورہم ولیطوفوا بالبیت العتیق[۱]

سمت شمال پہلی پٹی

فی ایام دولتہ مولانا السلطان الاعظم مالک ملوک العرب والعجم السلطان محمد الخامس خان ابن السلطان عبد المجید خان ابن سلطان محمود خان غازی اس کے بعد دائرہ تھا جس پر چار طرف یا سبحان یا حنان یا سلطان لکھا تھا۔

سمت شمال دوسری پٹی

ابن السلطان عبد المجید خان ابن السلطان احمد خان ابن السلطان محمد خان ابن السلطان ابراہیم خان ابن السلطان مراد خان ابن السلطان عثمان خان خلد اللہ تعالیٰ ملکہ۔

سمت جنوبی پہلی پٹی

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قل صدق اللہ فاتبعوا ملۃ ابراہیم حنیفا وما کان من المشرکین ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وہدی للعالمین۔ فیہ آیات بینات مقام ابراہیم[۲]

---

[۱] یہ آیت بھی سورۂ حج کی ہے۔ اس میں احکام حج کی تعلیم ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ۔ تاکہ وہ اپنے فائدوں کے لئے حاضر ہوں اور مقررہ دنوں میں اللہ کے نام پر قربانیاں کریں۔ تم کو یہ بھی اجازت ہے کہ اس قربانی میں سے تم بھی کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو بھی کھلاؤ۔ پھر لوگوں کو چاہئے کہ نہائیں دھوئیں اور اپنی منتیں پوری کریں اور اس قدیم گھر کا طواف کریں۔

[۲] یہ آیت سورۂ آل عمران کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ۔ اے محمد تم لوگوں سے کہو کہ دین ابراہیم کی پیروی کریں جو مسلم تھے۔ مشرک نہ تھے وہ مکان جو سب سے پہلے لوگوں کے واسطے (معبد) مقرر کیا گیا وہ بلا شبہ مکے میں ہے۔ اسکی حالت یہ ہے کہ وہ تمام دنیا کیلئے موجب برکت و ہدایت ہے۔ اسکی کھلی ہوئی نشانیوں میں ایک مقام ابراہیم بھی ہے۔

رنوکہ یعنی دائرہ
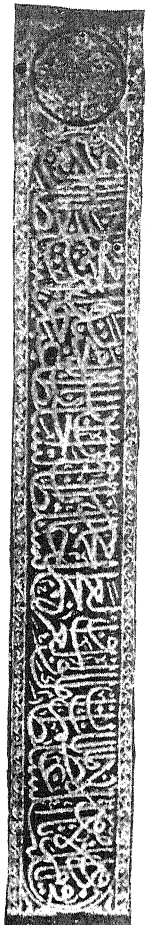
سمت شمال پہلی پٹی

سمت شمال دوسری پٹی
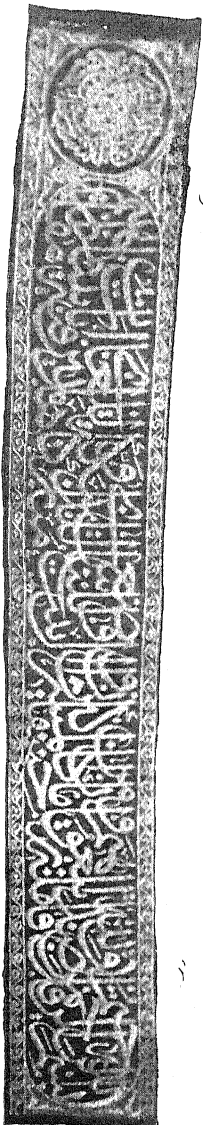
سمت جنوب پہلی پٹی

سمت جنوب دوسری پٹی

سمت جنوبی دوسری پٹی

من دخلہ کان آمنا وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین قل یا اہل الکتاب لم تکفرون بآیات اللہ واللہ شہید علی ما تعملون[1]

خدیو عباس حلمی پاشا کے سفرنامہ حجاز (رحلۃ الحجازیہ) کے مولف محمد تبنونی نے بھی محمد خان خامس کے زمانہ کے حزام کی آیات نقل کی ہیں مگر انہوں دیوار مغربی کی پہلی پٹی کی عبارت نہیں لکھی صرف دوسری کی لکھی ہے۔

مولوی عبدالسلام صاحب ندوی نے سفرنامۂ مذکور کے خلاصہ کا ترجمہ اردو میں کیا ہے اس کا نام تاریخ حرمین رکھا ہے اس میں بھی وہی نقل کی ہے۔ اسی طرح مولوی محمد سلیمان صاحب نے اپنے سفرنامہ سبیل الرشاد میں بھی اسی سے نقل کرکے اس ایک پٹی کی عبارت کو نظر انداز کر دیا ہے۔ البتہ مراۃ الحرمین مولفہ ابراہیم رفعت پاشا میں اس پٹی کی عبارت بھی موجود ہے حزام کی آیات کی خوبصورت کا طرز تحریر عکسی تصویر میں ملاحظہ فرمایا جائے۔

(ج) رنوکات یعنی دائرے

کعبے کے مشرقی جانب حزام کے نیچے دیوار کے دونوں گوشوں پر اور کعبے کے دروازے کے اوپر ادہر ادہر دو زرین کام کے کوئی دو فٹ مربع چوکھونٹے ٹکڑے ٹنگے رہتے ہیں ان کے اندر کا استونی سنہری جدول کا دائرہ ہوتا ہے جس میں بہ خط طغری بسم اللہ وقل ہو اللہ سنہری تاروں سے کڑھی رہتی ہے اور بیچ میں روپہلی تاروں سے **یا اللہ** لکھا رہتا ہے۔ ان

---

[1] یہ آیت بھی سورۂ آل عمران کی ہے اور سمت جنوبی کے پہلی پٹی کی آیت کا ٹکڑا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے: جو شخص اس میں داخل ہو جائے وہ امن پاتا ہے۔ لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ وہ اس گھر کا حج کریں بشرطیکہ یہاں تک پہونچنے کی وہ قدرت رکھتے ہوں جو شخص اس سے منکر ہو تو اللہ کو کسی کی پروا نہیں ہے۔ اے محمد کہدو کہ اے اہل کتاب تم کیوں اللہ کے احکام کا انکار کرتے ہو۔ اللہ کو تمہاری سب باتوں کا پورا پورا علم ہے۔

ٹکڑوں کو رلو کہ یعنی دائرہ کہتے ہیں۔ کعبے کی دوسری دیواروں پر یہ ٹکڑے نہیں ہوتے۔
ان ٹکڑوں میں جو مخیش یعنی چاندی کے خالص تار لگائے جاتے تھے اُن کا وزن (۵۰۴۰)
مثقال یعنی تقریباً پونے دو سیر ہوتا تھا۔

(د) برقع کعبہ

اگلے زمانہ میں درکعبہ پر کوئی پردہ نہیں ڈالا جاتا تھا۔ ناصر خسرو نے یہ لکھا ہے کہ :۔

داخلی کعبہ کے وقت اولاً جب کلید بردار کعبہ اندر داخل ہوتا تھا تو دو آدمی
درکعبہ پر زرد اطلس کی ایک چادر کا پردہ پکڑے رہتے تھے یہاں تک کہ کلید بردار کعبے
کے اندر نماز سے فارغ ہو جاتا اس کے بعد پردہ ہٹا دیا جاتا اور دوسرے اشخاص کعبے
میں داخل ہوتے ؛

مذکورۂ بالا بیاں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ داخلی کے وقت پردہ کر لیا جاتا تھا مگر ہر وقت کوئی
پردہ درکعبہ پر نہیں پڑا رہتا تھا۔ قدیم تاریخوں میں غلاف کعبہ کے ساتھ قمیص و ازار وغیرہ
الفاظ آئے ہیں مگر "برقع" کا لفظ استعمال نہیں ہوا۔ پچھلے مورخ عموماً اس پر متفق ہیں کہ
ملک صالح نجم الدین ایوب سلطان مصر کی ملکہ فاطمہ نے جس کا خطاب شجرۃ الدرر (موتیوں کا
درخت) تھا پہلے پہل باب کعبہ کے لئے غلاف کعبہ میں ایک خوشنما پردہ کا اضافہ کیا تھا جسے
علما ستع اور عوام برقع فاطمہ کہتے ہیں۔ اس ملکہ کو اس کی خوبیوں کے سبب سے اہل مصر ستنا
(سیدتنا) فاطمہ کہا کرتے تھے۔ اس وجہ سے رفتہ رفتہ وہ برقع اب سیدہ فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ
علیہا کے نام سے منسوب ہو گیا ہے۔ ملک صالح نجم الدین ۶۳۷ھ سے ۶۴۷ھ تک مصر کا
بادشاہ رہا ہے۔ اس کی وفات کے بعد ملکہ شجرۃ الدرر بھی چند مہینے کے لئے فرمانروائے
مصر ہو گئی ہے۔

بیان مذکورۂ بالا سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ستع کعبہ کی ایجاد ساتویں ہجری کے
وسط میں ہوئی تھی۔ شفاء الغرام سے یہ پتہ لگتا ہے کہ سلاطین چراکسہ کے عہد میں برقع کعبہ میں
اور تراش خراش ہوئی تھی یعنی تقریباً ۸۰۰ھ ہجری میں پردۂ درکعبہ جو بیشتر سفید رنگ کا

ہوتا تھا زرد رنگ کا کر دیا گیا اور اس پہ انتخاب کر کے مختلف آیات قرآنی لکھی جانے لگیں[1] سنہ ۹۰۹ھ میں سنہری کام کا نقشی سفید حریر کا پردہ ڈالا گیا پھر سنہ ۱۰۸۱ھ میں نقشی سفید حریر کا پردہ پڑا جو چار سال تک جاری رہا پھر سنہ ۱۰۸۵ھ سے برقع کا رنگ سیاہ کر دیا گیا۔ عہد عثمانیہ کے غلاف میں برقع کو خاص طور پر خوشنما بنانے کا انتظام کیا جانے لگا جس کی آرائش و زیبائش دیکھنے ہی سے تعلق رکھتی ہے۔

کعبے کا دروازہ سوا دو گز اونچا اور سوا گز چوڑا ہے۔ اس کے حساب سے ڈھائی گز لمبا ڈیڑھ گز چوڑا پردہ ہوتا تھا۔ مختلف زمانہ میں کاریگر اپنی سہولت کے اعتبار سے اس کو مختلف طور پہ تیار کرتے رہے ہیں مثلاً اڈورڈ ولیم لین صاحب نے سنہ ۱۲۴۹ھ میں برقع کعبہ کا ایک ہی بڑا چوکھٹا بیان کیا ہے۔ چودہویں صدی ہجری میں یہ برقع چار قطعات پر مشتمل ہوتا تھا جن میں سے بعض سیاہ ریشمی مخمل نما کپڑے کے ہوتے تھے اور بعض سبز و سرخ اطلس کے۔ ان پر سنہری روپہلی کلابتوں سے کام کیا جاتا تھا۔ پردہ کا استر بھی خوشنما سبز یا سرخ اطلس کا ہوتا تھا۔ برقعے کے اجزا کے نام بھی جدا جدا ہوتے تھے۔ مثلاً اوپر کے حصہ کا نام طراز تھا۔ سجاف جس سے ایک ٹکڑے کو دوسرے ٹکڑے سے ملا کر سی دیتے تھے۔ وصلۃ القائمین کہلاتا تھا۔ پورے برقعے میں (۱۱۶۸۴) مثقال[1] کلابتون صرف ہوتا تھا جس کا وزن ہمارے ہندوستانی حساب سے بائیس سیر تریسٹھ تولہ ہوا۔ برقعے کے حاشیہ میں چھوٹے چھوٹے گول اور بڑے بڑے بیضاوی دائرے بنے رہتے تھے جن کا سلسلہ یہ تھا کہ پہلے ایک چھوٹا گول دائرہ پھر بڑا بیضاوی دائرہ چھوٹے دائروں میں "اللہ ربی" لکھا رہتا تھا اور بیضاوی دائروں میں بسم اللہ اور اسکے بعد سورۂ الحمد کی آیتیں اور فقرے اس ترکیب سے کہ دائیں جانب اوپر سے الحمد شروع ہو کر بائیں جانب اوپر ختم ہوتی تھی۔ حاشیے کی پیشانی پہ اللہ ربی۔ قد نری تقلب وجہک فی السماء۔ الہ حسبی فلنو لینک قبلۃ ترضیہا[2] اور "اللہ ربی" لکھا تھا۔ برقعے کے متن میں بارہ بڑے بیضاوی دائرے۔ دو بڑے گول دائرے چار مثلث نما دائرے اور کچھ پٹیاں ہوتی

---

[1] ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے۔ [2] ہم تمہاری تمنائے تحویل قبلہ کو محسوس کر رہے ہیں۔ اب ہم تمہارے لئے ایسا قبلہ مقرر کریں گے جس سے تم خوش ہو جاؤ گے۔

ان میں جو آیات وغیرہ کاڑھی جاتی تھیں اُن کی تفصیل یہ ہے:۔

(۱) پہلے بیضاوی دائرے میں قال اللہ تعالیٰ انہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمن الرحیم وقل ادخلنی مدخل صدق و اخرجنی مخرج صدق[۱]

(۲) چار یکپلے شلث نما دائروں میں سیدھی اور معکوس بسم اللہ

(۳) دوسرے بیضاوی دائرے میں دو سطریں تھیں۔ اوپر کی سطر میں بسم اللہ اور آیت الکرسی کی پہلی آیت۔ نیچے کی سطر میں آیت الکرسی کی دوسری آیت ساتھ ہی درمیان ایک چھوٹے دائرے میں حسبی اللہ تیسرے بیضاوی دائرے میں اوپر نیچے دو سطروں میں آیت الکرسی کی بعد کی آیتیں۔

(۴) اس کے بعد ایک پٹی میں نہایت خوشخط میں بسم اللہ اور آیہ لقد صدق اللہ رسولہ الرویا بالحق لتدخلن المسجد الحرام انشاء اللہ آمنین[۲]

(۵) چھوٹے بیضاوی دائرے میں اوپر نیچے آیت الکرسی کی باقیماندہ آیتین پھر حسبی اللہ

(۶) پانچویں دائرے میں اوپر کی سطر میں صدق اللہ العلی العظیم وصدق رسول اللہ القدیر اور نیچے کی سطر میں صلی اللہ علی محمد آل و اصحابہ اجمعین۔

(۷) اس کے بعد ایک گول بڑے دائرے میں بسم اللہ اور قل ہو اللہ

(۸) بیچ میں پٹی پہ بادشاہ وقت کا نام حسب ذیل ترکیب سے معمولی خط میں

فی ایام دولۃ مولانا السلطان
الاعظم ملک الملوک العرب والعجم۔
السلطان محمد الخامس خاں ابن السلطان
عبد المجید خاں ابن السلطان محمود خاں
غازی خلد اللہ تعالیٰ ملکہ۔

(۹) اس کے بعد بائیں جانب دوسرے بڑے گول دائرے میں بسم اللہ اور قل ہو اللہ

---

[۱] داخل کر ہم کو سچائی کے ساتھ اور ہم بھی تو سچائی کے ساتھ۔ [۲] اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے خواب کو پوری طرح سچ کر دکھایا کہ تم انشاء اللہ مسجد الحرام میں امن کے ساتھ داخل ہوئے۔

(۱۰) چھٹے بیضاوی دائرے میں دو سطروں میں بسم اللہ اور سورۂ لیلاف۔

(۱۱) اس کے نیچے سیدھی جانب ساتویں آٹھویں اور نویں دائرے میں علی الترتیب لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین محمد رسول اللہ صادق الوعد الامین اور الحمد اور ایاک نعبد و ایاک

(۱۲) بائیں جانب دسویں، گیارہویں اور بارہویں دائرے میں لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین محمد رسول اللہ صادق الوعد الامین اور نستعین اھدنا الصراط۔

(۱۳) ان تینوں دائروں کے بیچ میں ایک محراب نما شکل میں بسم اللہ اور قل ہو اللہ۔

(۱۴) سب سے نیچے کے حصے میں جو چوکھٹ پر ٹکنے والا تھا ایک فٹ بلندی تک سنہری روپہلی محض پھول بیل بوٹے تھے۔

توضیح کا غرض اور سید قطع کعبہ کی تصویر ملاحظہ فرمائی جائے۔

(۳) غلاف کعبہ کا مصر میں جلوس روانگی

زمانہ قدیم سے مصر میں یہہ دستور چلا آرہا تھا کہ غلاف کعبہ کو تیاری کے بعد ماہ شوال میں کارخانے سے مسجد حسین[۱] میں سینے اور تہہ کرنے کے لئے لے جاتے تھے اس وقت اس کا جلوس بڑی دھوم دھام کے ساتھ مختلف محلوں میں ہو کر نکلا کرتا تھا جس سے غرض یہ ہوتی تھی کہ مسلمانوں کو حج کی ترغیب ہو۔ تاریخوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جس زمانہ میں مصر میں چرکسی سلاطین کی حکومت تھی وہ سلاطین خود بھی امراء و ارکان دولت و خدم و حشم کے ساتھ جلوس میں رہا کرتے تھے اور امراء و اعیان سلطنت شان و شوکت میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کیا کرتے تھے اور جلوس کے ساتھ ساتھ جسم پر ہتھیار سجائے ہوئے رہا کرتے تھے۔ اس زمانے میں سعدیہ[۲] فرقے کے درویش بھی اس جلوس کے ہمراہ زندہ سانپ کھاتے ہوئے نکلا کرتے تھے

سلاطین عثمانیہ کے عہد میں وہ بات تو نہ رہی تاہم غلاف کا جلوس نکلتا رہا۔

---

[۱] مسجد حسین کی صراحت آئندہ کی جاتی ہے۔

[۲] سعدیہ فرقے کے درویشوں کا حال ہم نے آٹھویں فصل میں حاشیہ پر تحریر کیا ہے۔

(الف) تیرہویں صدی ہجری میں غلاف کعبہ کا جلوس

اب سے سو برس قبل کے جلوس کی تفصیلی کیفیت ہم اس جگہ اڈورڈ ولیم لین صاحب کی کتاب سے ترجمہ کر کے لکھتے ہیں۔ یہ زمانہ سلطان محمود خاں ثانی کا تھا جو ۱۲۲۳ھ سے ۱۲۵۵ھ تک بادشاہ ترکی رہا۔ لین صاحب کہتے ہیں:-

غلاف کعبہ کا جلوس دیکھنے کے لیئے ۱۶ شوال ۱۲۴۹ھ کو سورج نکلنے سے قبل میں دروازہ خان[1] خلیل کے محاذی ایک کتب فروش کی دکان پر جا بیٹھا یہاں آدمیوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگے ہوئے تھے یہ دکان اور اس بازار کی تمام دکانیں تماشائیوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھیں غلاف کا جلوس دیکھنے کے لیئے بھر عمر کا آدمی گھر سے نکل بھاگا تھا۔ سورج نکلنے سے دو گھنٹے بعد غلاف کے چار ٹکڑے جن سے صرف ایک طرف کا رخ بنتا ہے ہمارے سامنے سے گزرے۔ ہر ٹکڑا ایک گدے پر رکھا ہوا تھا۔ ان ٹکڑوں کے ساتھ ان کے باندھنے کی رسیاں بھی رکھی ہوئی تھیں۔ گدھے کچھ آراستہ نہ تھے اور معمولی فلاح نیلی رنگ کی قمیص پہنے ان کو ہانک رہے تھے۔ اس کے بعد کوئی پون گھنٹے تک سناٹا رہا اور کوئی قابل دید چیز ہمارے سامنے سے نہ گذری۔ البتہ چند درویش اور دو مسخرے دکھائی دئے جس دکان پر اچھے کپڑے پہنے ہوئے لوگوں کا یہ ہجوم دیکھتے وہاں ٹھیر جاتے اور جنگ زرگری کر کے ایک دوسرے کو خوب بے نقط سناتے اور منہ پر بڑے زور سے طمانچے لگاتے۔ ان کے بعد بیس آدمی مزدوروں کی سی شکل کے میلے پرانے کپڑے پہنے نکلے ان کے کندھوں پر لکڑی کا ایک کارچوبی چوکھٹا تھا جس پر حزام کا ایک ٹکڑا اٹکا ہوا تھا حزام[2] کے چار ٹکڑے ہوتے ہیں جن کو کسوۃ میں جب سجا دیتے ہیں تو مسلسل ایک پٹی بن جاتی ہے جو پورے طور پر خانہ کعبہ کے گرداگرد کوئی بنیس فٹ کی بلندی پر

---

[1] خان مسافر خانہ کو کہتے ہیں۔

[2] حزام کا کپڑا ہمارے زمانہ کے عثمانیہ غلاف بمقابلہ عام غلاف کے کپڑے کے دبیز اور ریشمی مخمل نما ہوتا تھا۔

چاروں طرف آجاتی ہے۔ یہ بھی اسی کپڑے کی ہوتی ہے جس کا غلاف ہوتا ہے[۵]۔ لیکن اس پر کتبے بڑے خوشنما ہوتے ہیں جو بڑے بڑے خوبصورت سنہری حرفوں میں کاڑھے جاتے ہیں۔ حرام کے کناروں پر سنہری گوٹ ہوتی ہے اور ہر سرے پر جہاں استر اور ابرے کے کنارے ملتے ہیں نہایت اچھی طرح سرخ و سبز ریشم سے یکو سنہری کلابتون سے کام کر دیتے ہیں۔ حرام کوئی دو فٹ چوڑی ہوتی ہے۔ اس کے حمالوں میں سے کبھی کبھی کوئی نہ کوئی حمال اس کا ہوا کو چھوڑ کر چلا جاتا تھا اور کسی سحرز تماشائی سے انعام مانگ کر پھر اس چوکھٹے کو اٹھانے لگتا تھا۔ اس کے بعد کوئی پاؤ گھنٹہ اور گزر گیا پھر حرام کی باقی کے تین حصے بھی ایک کے بعد ایک نکلے۔ آدھ گھنٹے بعد کئی بڑے اونچے اونچے دو فٹ آگے نکلے ان کو تھوڑا تھوڑا مہندی سے رنگ دیا تھا ان پر بہت ہی جھلا جھل کے اونچے اونچے کجاوے رکھے ہوئے تھے۔ ان میں سے بعض پر ایک ایک دو دو لڑکے لڑکیاں اور بعض میں بلبلیاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان کے پیچھے فوجی باجا اور فوج باقاعدہ نکلی۔ پھر برقع یعنی کعبے کے دروازے کا پردہ آیا۔ یہ ایک بڑے چوکھٹے پر منڈھا ہوا تھا اور ایک سجے ہوئے اونٹ پر رکھا تھا۔ یہ بھی مثل حرام کے سیاہ کپڑے کا تھا۔ اور اس پر بھی سنہری حروف کے کتبے تھے۔ اس کا کام نہایت اعلے درجے کا اور بہت لسیوان تھا اس کا استر سبز اطلس کا تھا۔ برقع کے ساتھ ساتھ کئی حلقے درویشوں کے تھے جو اپنے ہاتھوں میں جھنڈے اور جھنڈیاں لیے ہوئے تھے ان میں کسی پر کلمہ کسی پر آیات قرآنی کسی پر خدا اور رسول کے نام اور کسی پر اس کے بانی فرقہ کے نام لکھے ہوئے تھے۔ بعض قادری درویش مختلف رنگ کے جال لئے ہوئے تھے جو گول حلقوں پر پھیلے ہوئے تھے اور ہر حلقہ ایک ایک لکڑی میں باندھ دیا گیا تھا۔ بعض درویش معمولی طریقے پر ذکر کرتے جاتے تھے اور درود و تسبیح و تہلیل میں مصروف تھے۔ ان کے پیچھے دو آدمی ڈھال تلوار لئے سیف کے ہاتھ نکالتے جا رہے تھے۔ ان کے بعد ایک شخص بھیڑ کی کھال کی پوستین پہنے اونچی ٹوپی سر پر اور مونچھوں کی جگہ دو لمبے لمبے سفید پر اڑسے ہوئے گھوڑے پر سوار چلا جا رہا تھا۔ یہ جگہ جگہ ٹھہرتا جاتا تھا۔ تماشائی اس کو کاغذ کے

---

[۵] چاہے زمانہ میں حرام کے آٹھ ٹکڑے ہوتے تھے ان کی تفصیل عثمانیہ غلاف کے اجزا میں بیان کی جا چکی ہے۔

پرچے دیتے تھے وہ اُن پر فتوے اور مقدموں کے فیصلے لکھتا تھا ایک لکڑی اس کے ہاتھ
میں تھی جس سے وہ قلم کا کام لیتا تھا اور دم بدم گھوڑے کی کوکھ میں مارتا جاتا تھا۔

سب سے زیادہ قابل ذکر رفاعی فرقے کے چند درویش تھے۔ ان کے ہاتھوں
میں ایک ایک فٹ لمبے لوہے کے گرز تھے جن کے ایک طرف لوہے کی ایک بڑی گیند لگی ہوئی
تھی اور اس میں بہت سی چھوٹی چھوٹی زنجیریں لٹک رہی تھیں اور دوسری طرف نکیلی
ڈنڈی تھی۔ وقتاً فوقتاً یہ درویش بڑے زور زور سے اپنی آنکھوں میں نوک کی طرف سے
گرز مارتے تھے اور اس کی ڈنڈی آنکھ کے اندر ایک ایک انچ گھستی ہوئی معلوم ہوتی تھی
مگر آنکھ کو کوئی صدمہ نہیں پہونچتا تھا۔ یہ کرتب بہت ہی صفائی سے کیا جا رہا تھا اور اس
کرامات کے [illegible] یہ لوگ۔ وہ ایک پیسہ یا ایک [illegible] کو لیکر خوش ہو جاتے تھے۔ میرے
پاس جو تماشائی کھڑے تھے ان کو اس کرتب کی نسبت دھوکے یا نظر بندی کا کوئی شبہ
نہ تھا بلکہ وہ اس کو ذات درویشانہ سمجھ رہے تھے۔ میں نے جب کہا کہ اس کھیل میں اعلیٰ
درجے کی ہاتھ کی صفائی اور مشتی کی چالاکی ہے تو تماشائیوں میں سے ایک صاحب جو وسیع
معلومات کے آدمی نظر آتے تھے مجھ پر لعن طعن کرنے لگے۔ اس جلوس کے ساتھ زیادہ تر عجمی
فقیر تھے اور ان کے مرشد اپنے گھوڑے پر اُن کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے[1]۔ اس کے بعد محمل آیا
اس وقت کسوت کے جلوس کے ساتھ محمل کو رونق بڑھانے کے لئے کر دیتے ہیں ورنہ محمل
کا اصل جلوس قافلہ حجاج کی روانگی کے وقت کسوت کے جلوس سے دو تین ہفتے بعد نکلتا ہے
جس کا ذکر آگے آئیگا۔ محمل کے پیچھے ایک دوسرا مستطیل غلاف جس پر زریں کام ہوتا ہے
اور جو مقام ابراہیم پر ڈالا جاتا ہے آیا اس کے بعد ایک ترکی فوجی افسر جو ایک کارچوبی
کام کے رومال میں سبز ریشمی تھیلی لئے ہوئے تھا نکلا۔ اس پر بھی زردوزی کا کام تھا۔
یہ تھیلی خانہ کعبہ[2] کی کنجی کے لئے تھی۔ اس کے پیچھے جلوس کا سب سے آخری شخص یعنی ایک

---

[1] اس قسم کے فقیر ہندوستان میں بھی ہوتے ہیں۔ ان کو یہاں مرچیڑا کہتے ہیں۔ یہ لوگ شعر خوانی کر کرکے زبردستی
پیسے وصول کرتے ہیں نہ دینے پر آنکھ میں گرز مارتے ہیں یا چاقو سے جسم کو زخمی کر لیتے ہیں۔

[2] کلید کعبہ کی تھیلی سبز سرخ اور سیاہ رنگ کے اطلس کی ہوتی ہے جس پر ایک طرف (بقیہ سلسلہ حاشیہ صفحہ (۵۷) پر

ایک نصف برہنہ شیخ نکلا یہ بزرگ ہمیشہ محمل کے ساتھ ساتھ اونٹ پر سوار رہتا ہے۔ قافلے کے ہمراہ مکے جاتا ہے اور قافلے کے ساتھ واپس آجاتا ہے۔ اس کی عادت ہے کہ ہر وقت سر ہلاتا رہتا ہے[۵]

جلوس کسوت دیکھنے کے چند روز بعد میں مسجد حسین میں کسوت وغیرہ دیکھنے کے لئے گیا وہاں مجھکو بہ اطمینان تمام غلاف دیکھ لینے دیا اور اس کے عوض میں اور غلاف کے بالشت بھر ٹکڑے کے بدلے میں جو غلاف تیار ہو کر بچ رہا تھا میں سے کارخانے والوں کو کچھ نذرانہ دیا۔"

(۳) (ب) موجودہ زمانہ میں غلاف کعبہ کا جلوس

جس زمانہ میں غلاف کعبہ خشکی کے رستے سے مکہ معظمہ روانہ کیا جاتا تھا ان دونوں میں عموماً

(بقیہ حاشیہ) ایک طرف سنہری حروف میں سلطان ترکی کا نام اور یہ آیت (ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانات الی اہلہا) یعنی اللہ حکم دیتا ہے کہ جن کی امانتیں ہوں تم ان کے پاس پہونچا دو) اور دوسری طرف آیہ (انہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحیم) اور خدیو مصر کا نام وسنہ کڑھا رہتا تھا مثلاً سلطان محمد خاں خامس کے زمانہ کی تھیلی پر سلطان) اور خدیو مصر کا نام اس طرح کڑھا ہوا تھا۔ امر بعمل ہذا الکیس المبارک مولانا السلطان محمد خان الخامس (اس مبارک تھیلی کے بنانے کا حکم مولانا السلطان محمد خان خامس نے دیا) اور جدد ہذا الکیس آفندینا عباس حلمی باشا خدیو مصر ۱۳۲۷ھ (یعنی اسی تھیلی کی تجدید ہمارے سرکار عباس حلمی پاشا خدیو مصر نے فرمائی ۱۳۲۷ھ)

امانت کی واپسی کے متعلق مذکورہ بالا آیت سورہ آل عمران کی ہے اسی کی بناء پر آنحضرت نے فتح مکہ کے بعد ہمیشہ ہمیش کیلئے کعبے کی کنجی عثمان بن طلحہ کے سپرد فرمائی تھی چنانچہ کعبے کی کلید برداری آج تک انہیں کی اولاد میں چلی آرہی ہے۔ کعبے کی کنجی بیرانی وضع کی لمبی ہے جس پر سونے کا ملمع کیا ہوا ہے اور ایسا ہی قفل ہے۔ ان پر کلمہ کندہ ہے۔ یہ مشہور ہے کہ جو بچہ بولتا نہ ہو یا تتلاتا ہو اس کے منہ میں کعبے کی کنجی پھرانے سے اچھی طرح بولنے لگتا ہے۔ [۵] اگلے زمانہ میں محمل کے اونٹ کی چال دیکھنے کے لئے ایک شخص مقرر کیا جاتا تھا جس کا یہی کام تھا کہ وہ ایک اونٹ پر بیٹھا پیچھے سے محمل کے اونٹ کی چال دیکھتا رہے اور اگر اس میں کچھ نقص پائے تو دوسرا اونٹ تبدیل کرا دے۔ اس کو شیخ الجمل کہتے تھے اب یہ خدمت تخفیف ہو گئی ممکن ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کو چال کی درستی سے آگاہ کرنے کے لئے سر ہلاتا ہو یا جس طرح پالکی اٹھانے والے کہار ہر وقت کچھ نہ کچھ بولتے ہی چلتے ہیں اسی طرح وہ بھی گردن ہلاتا رہتا ہو گا شیخ الجمل کے معنی اونٹ والا شیخ۔

عیدالفطر کے دو چار دن بعد یعنی ۱۰ شوال تک روانگی غلاف کا جلسہ قاہرہ میں ہوا کرتا تھا۔ ہمارے زمانہ میں کہ قاہرہ سے سوئز تک ریل تیار ہوگئی ہے اور سوئز سے جدے تک دریائی رستے سے محمل بھیجا جاتا تھا اس لئے یہ جلسہ آخر شوال میں منعقد ہونے لگا تھا جس کے متعلق پہلے سے احکام جاری ہو جاتے تھے۔ دفاتر و مدارس کو تعطیل دی جاتی تھی اور دعوتیوں کو ٹکٹ تقسیم کردئے جاتے تھے۔ اس کے بعد جلوس محمل کا ایک دوسرا جلسہ وسط ذیقعدہ میں اور ہوا کرتا تھا۔ اس کے بعد غلاف مع محمل کے روانہ کردیا جاتا تھا۔ جلسۂ کسوۃ (غلاف) سے ایک دن قبل عصر کے وقت وزارت مالیہ کے دفتر سے (جو محلہ جمالیہ میں واقع ہے اور جہاں تیاری کے بعد غلاف محفوظ کردیا جاتا تھا) غلاف کے معمولی پارچے کو صندوقوں میں بھر کر اور غلاف کے خاص خاص زرین اجزا یعنی پردۂ باب کعبہ حزام اور غلاف مقام ابراہیم کو کارخانہ تیاری غلاف واقع محلۂ خرنفیش سے میدان محمد علی تک لے جاتے تھے۔ اس میدان کو میدان صلاح الدین و میدان قلعہ بھی کہتے ہیں۔ یہاں ایک بڑا اسٹنڈ یا بازار تیار کیا جاتا تھا جس کے بیچ میں ایک مصطبہ یعنی اسٹیج اور ادہر ادہر دو حجرے شامیانوں وغیرہ سے بناتے تھے۔ اسٹیج کے سامنے دعوتیوں اور تماشائیوں کے واسطے گرداگرد سات حلقے بنائے جاتے تھے۔ اس وقت جلوس کسوت کی رونق بڑہانے کے لئے محمل بھی اس کے معمولی سبز اطلس کے غلاف میں ساتھ کردیا جاتا تھا محمل کا زرین غلاف دوسرے جلوس میں ڈالتے تھے جو خاص محمل کا جلوس ہوتا تھا جس کا ذکر بعد میں کیا جائے گا۔ ۱۳۱۵ھ و ۱۳۱۶ھ کی تالیفات سے جلوس کسوت کی ترتیب یہ معلوم ہوتی ہے کہ آگے آگے باجے والے اور فوج کے سوار و پیدل ان کے بعد ہاتھ میں کلید کعبہ[۱] لئے ہوئے مہتمم[۲] غلاف ان کے پیچھے پولیس والوں کے حلقے میں غلاف کعبہ کے زرین ٹکڑے کندھوں پر اٹھائے ہوئے مزدور ان کے پیچھے فرقہ رفاعیہ سعدیہ۔ احمدیہ ابراہیمیہ بیومیہ۔ قادریہ و شاذلیہ کے بہت سے درویش و مشائخ آخر میں محمل یہ جلوس کارخانے سے چلکر سبیل کتخدا تک جو محلۂ نحاسین (کسارٹہ) کے قریب ہے جاتا تھا اور وہاں سے محلۂ غوریہ۔ باب زویلہ۔ درب الاحمر اور مجرہوتا ہوا میدان صلاح الدین میں پہونچتا تھا۔ یہاں صبح تک

---

[۱] کلید کعبہ کی کیفیت اس سے پیشتر حاشیے میں لکھی جاچکی ہے۔

[۲] اس زمانہ میں عبداللہ فائق بک مہتمم تھے۔

اسٹیج اور جلسہ کی تیاری ہوتی رہتی تھی۔ محمل کو اسٹیج کے سامنے کھڑا کرتے تھے اور اسٹیج کی آرائش کے لئے مقام ابراہیم کا غلاف[1] وسط میں اور غلاف کعبہ و حزام و پردہ باب کعبہ[2] و پردہ باب توبہ[3] اور کیسۂ کلید کعبہ[4] اسٹیج کی دیواروں پر لٹکاتے تھے۔ غلاف مقام ابراہیم کے حوالی میں چاندی کے چار شمعدان اندر رکھے جاتے تھے اور اسٹیج کے ایک طرف غلاف کعبہ کی چار زرین دائرے[5] دیوار پر لگائے جاتے تھے۔ یہاں بہت سے لوگ رات بھر جاگتے تھے۔ قرآن خوانی ہوتی رہتی تھی۔ کھانا پینا بھی ہوتا تھا۔ امرائے معززین عموماً نماز مغرب سے قبل کھانا کھا کر اپنے گھروں کو چلے جاتے اور شب بیداری کرنے والے عشا کے بعد کھانا کھاتے تھے۔ جلسۂ شب بیداری کا خرچ کوئی ڈیڑھ ہزار روپیہ تھا۔ آدھی رات تک کھانہ دانا اور صبح تک قرآن خوانی اور جلسہ کی تیاری ہوتی رہتی تھی۔ صبح ہوتے ہی خدیو مع وزرا و علما و اعیان دولت تشریف لاتے تھے۔ اکیس توپ کی سلامی دیجاتی تھی اور باجا انجی سلامی کا راگ گاتا تھا "آفندمز چوق یشا" یعنی ہمارے سرکار مدت دراز تک کامران رہیں"، تین مرتبہ یہی ترانہ سامعہ نوازی کرتا تھا۔ ہر دفعہ اس کے ختم پر حاضرین نعرہائے مسرت بلند کرتے تھے جس کے جواب میں خدیو اور اُن کے ہمراہی اپنے ہاتھ پیشانیوں تک لیجا کر سلام کا جواب دیتے تھے پھر تھوڑی دیر خدیو اور ان کے مصاحب اسٹیج پر قیام کرتے اس کے بعد اُن سات حلقوں کا معائنہ کرتے تھے جو محمل کے گشت کے لئے بنائے جاتے تھے۔ اس کے بعد مہتمم کارخانہ غلاف محمل کے اونٹ کی نکیل خدیو کو دیتے وہ اسے چومکر قاضی القضاۃ کے

---

[1] مقام ابراہیم کی مختصر کیفیت سابق میں لکھی جا چکی ہے۔ غلاف مقام ابراہیم کی تفصیل بندرہویں فصل کے فقرہ (۶) میں تحریر کی گئی ہے جس کا عنوان ہے۔ غلاف کے بیش بہا ٹکڑے حیدرآباد میں"

[2] پردۂ باب کعبہ کی صراحت سابق میں زیر عنوان "برقع کعبہ" کی جا چکی ہے۔

[3] خانۂ کعبہ کے اندر ایک دروازہ کعبے کی چھت پر چڑھنے کے لئے بنا ہوا ہے اسے باب توبہ کہتے ہیں اس پر بھی زرین کام کا ایک پڑ سیاہ اطلس کا پڑا رہتا ہے جس پر آیات قرآنی و بادشاہ وقت کا نام بنا ہوتا ہے۔

[4] کلید کعبہ کی تھیلی کی صراحت ہم اس سے قبل کر چکے ہیں۔

[5] ان دائروں کو ورلوکہ کہتے ہیں۔ اس کی تفصیل غلاف کعبہ کے اجزا کے ضمن میں کی جا چکی ہے۔

حوالہ کرتے۔ اسی طرح دوسرے اراکین داعیان باری باری سے مہار چومتے اور دوسروں کو دیتے جاتے آخر میں امیر الحج کے سپرد کر دی جاتی۔ اس کے بعد غلاف کعبہ کا معائنہ ہوتا جیسے سپاہی اٹھائے ہوئے منڈوے کے سامنے کھڑے رہتے تھے یہاں خدیو کے سامنے سے امرا و وزرا و فوج گذرتی تھی۔ پھر ایکیس ضرب توپ کی سلامی دیجاتی اور جلسہ برخاست ہوتا۔ خدیو اور ان کے مصاحب رخصت ہو جاتے اور غلاف کعبہ یہاں سے مسجد حسین[۱] میں جاتا یہاں امیر الحاج اس کا استقبال کرتے مسجد میں غلاف کعبہ کے بعض اجزا دسئے اور جوڑے جاتے۔ غلاف و محمل کی روانگی سے قبل وسط ماہ ذیقعدہ میں امیر الحج و امیر الصرہ وغیرہ عہدہ داروں کے سامنے سب کی گواہی لے کر مہتمم غلاف۔ ان تمام چیزوں کو محمل کے جو ایک عہدہ دار ہوتا تھا سپرد کر دیتے۔ باضابطہ رسید لکھی جاتی۔ کاتب رسید کا حق کوئی ساڑھے تین گنی دئے جاتے اس کے بعد غلاف کعبہ اور اس کے تمام اجزا صندوقوں او تھیلوں میں بھر کر سفر حجاز کے لئے تیار کر دئے جاتے اور ان کو کارخانہ غلاف میں محفوظ کر دیا جاتا جہاں جلوس محمل کے دن تک جو روانگی سے قبل منعقد ہوا کرتا تھا رکھے رہتے اس کے بعد سفر حجاز کیلئے عباسیہ اسٹیشن پر پہونچا دئے جاتے۔

---

[۱] قاہرہ میں ایک مسجد ہے جسے مسجد سیدنا حسین یا جامع حسین کہتے ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ مصر کے فاطمی خلیفہ المعز لدین اللہ کا ۳۶۱ھ میں جب مصر پر تسلط ہوا تو وہ امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک شام سے قاہرہ لے گیا اور ایک عظیم الشان مقبرہ تیار کر کے اس میں دفن کیا اور اس مقبرے کے ساتھ ایک مسجد بنوائی جو مسجد سیدنا حسین کے نام سے مشہور ہے اس مسجد کا انتظام بہت اچھا ہے اور خوب آراستہ ہے۔ یہاں ربیع الثانی کے مہینے میں مولود حسینؑ ہوتا ہے جس میں ختم قرآن وغیرہ کیا جاتا ہے۔ سارا شہر اس مقبرے کی زیارت کو جاتا ہے۔ عابد و زاہد لوگ ورود وظائف میں مصروف رہتے ہیں اور شہر میں کوئی پندرہ دن تک بڑا میلا رہتا ہے۔

امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کے دفن کے متعلق بہت سی روایتیں ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ کربلا میں جسد مبارک کے ساتھ دفن ہے۔ ایک یہ کہ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں مقبرہ اہلبیت میں دفن ہے۔ دمشق میں ایک مسجد ہے جسے مسجد راس سیدنا الحسینؑ کہتے ہیں یعنی امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کی مسجد اس میں ایک گنبد ہے اس میں سر مبارک مدفون تصور کیا جاتا ہے۔

(۴) غلاف کعبہ کا سفر قاہرہ سے مکے تک

(الف) تیرہوین صدی کی منزلین

چونکہ قاہرہ سے غلاف کعبہ اور محمل مصری کی روانگی ساتھ ساتھ ہوتی تھی اس وجہ سے اس سفر میں غلاف کعبہ و محمل لازم و ملزوم نظر آتے ہیں۔ ہم نے محمل کے حالات تفصیل کے ساتھ دوسرے باب میں تحریر کیئے ہیں وہان محمل کے ساتھ مختلف منزلون میں غلاف کعبہ کے ورود و قیام کی کیفیت بھی درج کردی گئی ہے۔ اس جگہ غلاف کعبہ کے حالات کی تکمیل کے خیال سے منزلون کا مختصر ذکر کردیا جاتا ہے۔

قاہرہ سے غلاف کعبہ محمل اور امیر الحاج کا سامان روانہ ہونے کے بعد میدان حصبہ[1] میں جو شہر سے باہر شمال کی جانب تھوڑے فاصلہ پر ہے دو تین دن قیام رہتا تھا۔ تاکہ حج کے جانیوالے یہان آکر قافلے کے ساتھ ہوجائیں۔ یہان سے قافلہ برکۃ الحاج کو روانہ ہوتا تھا۔ یہ جگہ شہر سے گیارہ میل ہے۔ یہاں دو دن پڑاؤ رہتا تھا۔ یہ مقام قاہرہ و مضافات قاہرہ کے تمام حاجیوں کے جمع ہوجانے کا تھا۔ یہاں ایک برکہ یعنی حوض بنا ہوا تھا۔ یہاں سے قافلہ بالعموم ۲۷ شوال کو روانہ ہوجاتا تھا خشکی کی راہ سے مکے تک پہونچنے میں (۳۷) دن لگتے تھے۔ (۳۱) رات چلتے تھے اور (۷) دن منزلون پر قیام ہوتا تھا۔ رستہ پتھریلے چٹانون اور ریگستانون میں ہوکر گزرتا تھا۔ راہ میں بہت ہی کم شاداب مقام ملتے تھے۔ راہ کی صعوبت کم کرنے کے لئے قافلہ ہمیشہ آہستہ آہستہ چلتا تھا اور عموماً صبح سورج نکلنے سے دو گھنٹے قبل روانہ ہوجایا کرتا تھا اور دھوپ نکلنے کے کچھ دیر بعد پڑاؤ ڈالدیتا تھا۔ قاہرہ سے مکے تک کل (۳۱) منزلین تھین جن کے نام سفرنامہ برکھارٹ سے یہاں نقل کئے جاتے ہیں:۔

نشان سلسلہ	نام منزل	کیفیت
(۱)	برکۃ الحاج	یہاں ایک چھوٹا سا حوض تھا جو حاجیونکی آسائش کیلیئے بنایا گیا تھا۔

(۲)	دارالحمرہ	ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔
(۳)	اَجَرد	لمبے گھاس کے جنگلی کو اجرد کہتے ہیں یہاں کا پانی بہت خراب تھا۔
(۴)	رُؤس الشواطیر	پہاڑی میدان ہے پانی نہیں ملتا تھا چند گھنٹے قافلہ ٹھہرتا تھا۔
(۵)	وادی تیہہ	پانی نہیں ملتا تھا۔ چند گھنٹے پڑاؤ رہتا تھا۔ تیہہ کے معنی بیابان کے ہیں۔
(۶)	قلعہ نخل	دن بھر قیام رہتا تھا۔ پانی لیکر روانگی ہوتی تھی۔
(۷)	العلیا	ایک گھنٹے قیام رہتا تھا۔ پانی ندارد۔
(۸)	سطح عقبہ	چند گھنٹے قیام رہتا تھا عقبہ دشوار گزار راستے کو کہتے ہیں۔
(۹)	عقبہ	ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ سڑک پہاڑ پر سے گزتی ہے۔
(۱۰)	ظہر الحمار	یہاں کی زمین پتھریلی تھی۔ پانی خراب تھا کھجور کے درخت بہت تھے ظہر الحمار کے معنی گدھے کی پیٹھ۔
(۱۱)	شرفہ	معمولی پڑاؤ تھا۔ شرفہ کے معنی کنگورہ۔
(۱۲)	مغار شعیب	مغار کے معنی گڑھے کے ہیں معمولی منزل تھی۔
(۱۳)	عیون القصب	عین کی جمع عیون ہے جس کے معنی چشمے کے ہیں پانی ملتا تھا۔
(۱۴)	المویلح	یہاں عمدہ چراگاہ تھی۔ پانی اچھا تھا۔ ایک رات دن قافلہ ٹھہرتا تھا۔
(۱۵)	سلمی	معمولی منزل تھی۔
(۱۶)	قلعہ اظلم	چھوٹا سا قصبہ تھا۔
(۱۷)	اصطبل عنتر	یہاں ریگ میں گڑھے کر کے پانی نکالتے تھے۔
(۱۸)	قلعۃ الوجہ	پانی عمدہ ملتا تھا۔ رات کو پڑاؤ ہوتا تھا۔
(۱۹)	اکرہ	اکرہ کے معنی بہت مکروہ کے ہیں۔ بڑی کڑی منزل تھی۔ پانی بدبودار ملتا تھا صرف ایک گھنٹہ ٹھہرتے تھے۔
(۲۰)	حورا	پانی خراب ہے۔ درخت بہ کثرت ہیں جن میں زیادہ تر پیلو کے ہیں
(۲۱)	نبط	نبط کے معنی پانی نکالنے کے ہیں۔ معمولی منزل تھی۔

(۲۲)	خضیرہ	خضیرہ کے معنی سبز۔ صرف ایک گھنٹہ قیام ہوتا تھا۔
(۲۳)	ینبوع النخل	یہ مقام مدینہ منورہ کے بندرگاہ ینبوع کے علاوہ ہے آخرالذکر کو ینبوع البحر کہتے ہیں۔ اسے ینبوع النخل۔
(۲۴)	بدر	مشہور مقام ہے ۲ھ ہجری میں یہاں قریش سے مسلمانوں کی سخت جنگ ہوئی تھی۔ یہاں دو روز قیام رہتا تھا۔ پانی سامان خورد و نوش بہ کثرت ملتا تھا۔ اب بھی ایک آباد قصبہ ہے۔
(۲۵)	رابغ	ایک مشہور بندرگاہ ہے۔ کئی کنوے ہیں۔ کھانا پانی بہ کثرت ملتا ہے۔ اب بھی یہ بہت بڑی منزل ہے۔
(۲۶)	جزنیات	معمولی منزل تھی۔
(۲۷)	عقبۃ السکر	ایضاً
(۲۸)	خلیص	یہاں بڑا بازار ہے۔ شہد و روغن بلسان اچھا ملتا ہے۔
(۲۹)	بیر عصفان	کنواں ہے۔ پانی اچھا ملتا ہے۔ ضروری اشیا بھی دستیاب ہو جاتی ہیں۔
(۳۰)	وادی فاطمہ	یہ بہت زرخیز وادی ہے۔ یہاں ترکاریاں خوب ہوتی ہیں یہاں کی مہندی بھی مشہور ہے مکے سے دس میل ہے۔
(۳۱)	مکہ معظمہ	منزل مقصود۔

(ب) زمانۂ حال کی منزلیں

یوں تو پانچویں صدی ہجری میں بھی غلاف کعبہ بعض اوقات بحری رستے سے لیجایا کرتے تھے لیکن محمل کے ساتھ پہلے پہل دریائی رستے سے ۹۵۱ھ ہجری میں براہ سوئز غلاف کی روانگی ہوئی تھی۔ اس کے بعد موسم و وقت و سہولت کے لحاظ سے غلاف و محمل کبھی خشکی کی راہ سے اور کبھی بحری رستے سے جاتا رہا۔ یہاں تک کہ خدیو اسمٰعیل پاشا کے آخر زمانے میں جس کا عہد حکومت ۱۲۷۹ھ ہجری سے ۱۲۹۶ھ ہجری تک ہے عموماً غلاف کعبہ اور محمل مصری خشکی کے رستے ہی سے

آتے جاتے تھے۔ غلاف کعبہ و محمل کے سفر کا پروگرام حکومت مصر مرتب کر دیتی تھی اور ہمیشہ اس امر کو ملحوظ رکھتی تھی کہ جس رستے میں تکلیف کم ہو وہی اختیار کیا جائے۔ گذشتہ چالیس سال سے غلاف و محمل کی روانگی قاہرہ سے سوئز تک ریل میں اور سوئز سے جدہ تک جہاز میں ہوتی رہی۔ یہاں سے خشکی کی راہ سے مکے پہونچتا تھا۔ محمل ہمیشہ پہلے مکے آتا تھا اور حج کے بعد مدینے جاتا تھا۔ ۱۳۳۲ھ میں غلاف و محمل نے اسکندریہ کا سفر اختیار کیا تھا اور وہاں ۱۰ ر نومبر سنہ ۱۹۱۴ء کو ایک عظیم الشان جلسہ ہوا تھا جس میں خدیو بھی شریک ہوئے تھے۔ اسکندریہ سے غلاف دریائی رستے سے بندرگاہ یافہ[۵۱] پہونچا۔ وہاں سے حجاز ریلوے کے ذریعہ سے مدینے داخل ہوا۔ اور خشکی کی راہ سے مکے پہونچا۔ حج کے بعد محمل جدے سے طور[۵۲] اور سوئز[۵۳] ہوتا ہوا قاہرہ واپس ہوا تھا۔ ہمارے زمانہ میں غلاف کعبہ کی اور محمل کی قاہرہ سے مکہ معظمہ تک حسب ذیل منزلیں ہوتی تھیں:-

(۱)	عباسیہ	ریل کے ذریعہ سے
(۲)	طوخ	
(۳)	بنہا	
(۴)	زقازیق	

۵۱ یافہ ملک شام کا مشہور بندرگاہ و شہر ہے یہاں کی نارنگیاں اچھی ہوتی ہیں آجکل قاہرہ سے یافہ تک ریل جاتی ہے۔

۵۲ طور بحر احمر کا ایک بندرگاہ ہے یہاں بتدریج بلندی چلی گئی ہے جو کوہ طور یا جبل سینا کی چوٹی پر ختم ہوتی ہے۔ طور جزیرہ نمائے سینا میں واقع ہے مصر کی حکومت ہے دس پندرہ ہزار آدمیوں کی بستی ہے جن میں عیسائی زیادہ ہیں۔ وادی شعیب، جبل قیطران یہاں کی زیارت گاہیں ہیں۔ حجاز سے جانے والے حاجیوں کے لئے طور میں بڑا بھاری قرنطینہ ہوتا ہے جس کی مدت بعض اوقات پندرہ دن تک ہوتی ہے۔ میرا ارادہ حج کے بعد مصر ہوتے ہوئے شام جانے کا تھا۔ مگر علالت اور بالخصوص اس قرنطینہ نے ہمت پست کر دی تھی۔

۵۳ سوئز مصر کا مشرقی بندرگاہ نہر سوئز کے کنارے آباد ہے۔ یہاں کی مردم شماری پندرہ ہزار ہے یہاں دول یورپ کے قونصل رہتے ہیں۔ جہازی کمپنی کے بہت سے دفتر و مکانات ہیں۔ یہاں کی سب سے زیادہ مشہور چیز نہر سوئز ہے جو بحر روم و بحر احمر کو ملاتی ہے۔ اس کی لمبائی سو میل چوڑائی سو گز اور گہرائی (۲۵) فٹ ہے۔

(۵) ابی حجاد
(۶) نفیسہ
(۷) اسماعیلیہ — ریل کے ذریعہ سے
(۸) قائد
(۹) سوئز
(۱۰) جدہ — براہ دریا سوئز سے چار پانچ دن میں جہاز جدے پہونچ جاتا ہے۔
(۱۱) بحرہ — اونٹوں پر سفر طے ہوتا تھا جدہ و مکہ کے درمیان ایک منزل ہے یہاں مسجد و چائے خانہ ہے۔ خورد و نوش کا سامان ملجاتا ہے۔
(۱۲) مکہ معظمہ

(۵) غلاف کعبہ کا ورود مکے میں

جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں قاہرہ سے مکہ تک غلاف کعبہ و محمل مصری لازم و ملزوم رہتے تھے۔ مکہ معظمہ میں ان کے ورود کی کیفیت ہم تفصیل کے ساتھ محمل کے ورود اور جلوس کے ضمن میں تحریر کریں گے۔ یہاں صرف اس قدر لکھدینا کافی ہے کہ مصری قافلہ جو غلاف کعبہ لاتا تھا معہ ہمراہی فوج کے محلہ جرول کے پاس میدان شیخ محمود میں ڈیرے ڈالتا تھا اور ایک جلسے میں علماء و اعیان سلطنت کی شہادت شرعی لیکر غلاف کعبہ کلید بردار کعبہ کی تحویل میں دیدیا جاتا تھا جو عموماً نویں ذیحجہ کو شام تک اُن کے مکان میں رکھا رہتا تھا اور پھر کعبہ پر ڈالدیا جاتا تھا پرانے غلاف کی علیحدگی اور نئے غلاف کے ڈالنے کی کیفیت آئندہ صراحت کے ساتھ ہم نے لکھی ہے۔

(۶) غلاف کعبہ کے مصارف

اگرچہ محمل کے ضمن میں ہم نے تقریباً اُن تمام اخراجات کا ذکر کیا ہے جو مملکت مصر کو روانگی

محل وتیاری غلاف کعبہ وتنخواہ اہالیان حرمین وخیرات مبرات میں ادا کرنے پڑتے تھے۔ مگر اب یہاں بالخصوص غلاف کی تیاری وغیرہ کے متعلق جو اخراجات سالانہ لاحق ہوتے تھے وہ درج کئے جاتے ہیں۔

سلطنت مصر کے مختلف سنین کے موازنوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۸۸۰ء سے لگا کر سنہ ۱۹۲۴ء تک صرف غلاف کی تیاری و باربرداری وغیرہ میں کم سے کم سالانہ (چار ہزار) گنی اور زیادہ سے زیادہ (دس ہزار) گنی خرچ ہوئے یعنی پچاس ساٹھ ہزار سے لگا کر ڈیڑھ لاکھ روپیہ تک خرچ کا اندازہ رہا۔ سنہ ۱۳۱۷ھ مطابق سنہ ۱۸۹۹ء کے تفصیلی اخراجات غلاف اس جگہ تحریر کئے جاتے ہیں ان سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کس کس مد میں کتنا کتنا خرچ ہوتا تھا۔ مصری گنی کی قیمت کم و بیش چودہ روپیہ کلدار ہوتی ہے اور ایک ہزار ملیم کی ایک گنی ہوتی ہے۔

نشان سلسلہ	نام مدات	گنی	ملیم
(۱)	ریشم	۱۱۲۲	
(۲)	سنہری مخیش (تار) ۱۶۰۰ اشقال	۱۱۹۷	۷۵۰
(۳)	روپہلی مخیش (تار) ۶۵۰۰ "		
(۴)	اخراجات زردوزی	۱۳۱۰	
(۵)	ریشم کی بٹوائی	۵۱	۱۹۰
(۶)	ریشم کی رنگوائی	۱۳۷	۱۰۰
(۷)	سوتی تاگہ کی بٹوائی	۳۴	۸۵۰
(۸)	سبز و سرخ اطلس	۱۱	۲۲۰
(۹)	تاگہ بٹوائی	۴	۲۰۰
(۱۰)	درستی بوص قدیم وجدید	۲	۵۷۰
(۱۱)	ریشمی نکیل کی بٹوائی	۴	۵۷۰
(۱۲)	قیمت ریشم رنگین	۶	۴۲۰

نمبر	تفصیل		
(۱۳)	سوت کے کام کی اجرت	۱	۸۳۰
(۱۴)	سوتی تاگے اور ریشم کی رنگوائی	۲	۳۳۰
(۱۵)	قرابہ سی برائے عرق گلاب	۱	۷۲۰
(۱۶)	جھالر کی تیاری	۶	۵۵۰
(۱۷)	رسیاں		۷۴۰
(۱۸)	ٹاٹ کے تھیلے (غلاف کا کپڑا رکھنے کے لئے)	۱	۳۶۰
(۱۹)	سفید خاصہ (غلاف کے استر کے لئے)	۱۷	۸۵۰
(۲۰)	روہیلی لوٹن	۱۴	۶۷۰
(۲۱)	غلاف کعبہ کی سلوائی	۷	۹۰۰
(۲۲)	ریل پر غلاف کے لادنے کی اجرت حمالان	۲	۸۰
(۲۳)	متفرق اخراجات متعلق غلاف	۸	۲۲۰
(۲۴)	پانی	۶	۲۸۰
(۲۵)	حریر کی تیاری کی اجرت	۴	۴۸۰
(۲۶)	غلاف بُننے والوں کی اجرت	۲۱۸	۸۰۰
(۲۷)	تنخواہ رئیس النوال (محاسب)	۳۰	
(۲۸)	غلاف کے لپیٹنے اور تہہ کرنیکی اجرت	۷	۵۵۰
(۲۹)	غلاف کی درستی وصاف کرائی	۵	۹۵۰
(۳۰)	کارخانہ تیاری غلاف کے متفرق اخراجات بروز جلوس	۳	۵۵۰
(۳۱)	مستری کا بھتہ	۱	۲۵۰
(۳۲)	بھتہ محاسب		۲۵۰
(۳۳)	الونس خدمت گاران بروز جلوس	۳	۴۲۰
(۳۴)	الونس کاریگروں کو بروز جلوس	۳۱	۴۸۰
(۳۵)	الونس بروز جلوس دیگر مستحقین کو	۱۵	۴۳۰

(۳۶)	الونس رئیس کبیر (بڑے ستری) کو جلوس کے دن	۲	۶۳۰
(۳۷)	" محاسب کو جلوس کے دن	۲	۵۸۰
(۳۸)	" محاملی جلوس کے دن	۱	۹۰۰
(۳۹)	" قرآن پڑھنے والے کو جلوس کے دن	۱	۴۵۰
(۴۰)	" خزانچی کو جلوس کے دن	۳	
(۴۱)	" محافظ غلاف مقام ابراہیم کو بروز جلوس	۱	۵۰۰
(۴۲)	" نقیب علم فرقہ سعدیہ کو		۳۵۰
(۴۳)	" حرام کے حمالون کو جلوس کے دن		۴۰۰
(۴۴)	" شیخ حزاین کو جلوس کے دن۔		۵۰۰
(۴۵)	" حمال برقع (کعبہ) جلوس کے دن		۳۰۰
(۴۶)	" مشعلچیون کو جلوس کے دن		۹۵۰
(۴۷)	" زردوزون کو جلوس کے دن		۸۰۰
(۴۸)	" فراشون کو جلوس کے دن۔		۲۰۰
(۴۹)	" غلاف کعبہ اٹھانے والون کو جلوس کے دن		۹۰۰
(۵۰)	" دربان کو جلوس کے دن		۱۰۰
(۵۱)	حمالی غلاف مقام ابراہیم بروز جلوس		۲۰۰
(۵۲)	" نقیب رفاعیہ کو جلوس کے دن		۳۵۰
(۵۳)	" خیمے نصب کرنے والون کو بروز جلوس		۳۰
(۵۴)	" کاتب انتظام کو جلوس کے دن		۴۵۰
(۵۵)	" فراش مصلحہ کو جلوس کے دن		۱۵۰
(۵۶)	" نجار کو جلوس کے دن		۴۵۰
(۵۷)	یوم جلوس کسوت مسجد حسین کی صفائی وغیرہ		۹۰
(۵۸)	یوم جلوس مسجد حسین میں		۵۵۰

(۵۹)	روز جلوس غلاف کی سلوائی و زردوزی		۳۵۰
(۶۰)	مخیش (سنہری روپہلی تار) کو تپانے کے لئے کوئلے		۱۵۰
(۶۱)	یوم جلوس پولیس کے سپاہیون کو بھتہ		۸۰۰
(۶۲)	زردوزون کو جو مخیش تپاتے ہیں	۴	
(۶۳)	بیت اللہ کے منبر کے غلاف کی تیاری	۵۵	
(۶۴)	جلوس کی رات کے اخراجات	۸۰	
(۶۵)	متفرق	۱۲۸	۵۵۰
(۶۶)	مصارف تیاری مصطبہ (اسٹیج)	۲۰	

میزان کل (۶۰۰۴) گنی (۸۱۰) ملیم

تقریبًا باسٹھ ہزار چار سو روپیہ کلدار

دسوین فصل

وہابیون کی پہلی فتوحات حجاز اور اُن کا غلاف

وہابیوں[1] کی بڑھتی ہوئی قوت کو شریف غالب[2] اور حجاز کے فرمانروا ترک حسد کی

[1] وہابی مذہب کے بانی محمد بن عبدالوہاب علاقہ نجد میں ١١١٥ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ ١٢٠٦ھ میں انکی وفات ہوئی ان کا طریق حنبلی تھا اور قرآن و حدیث کے زبردست عالم تھے انہون نے سلمانون میں بہت سی مشرکانہ رسوم دیکھ کر ان کے خلاف وعظ کہنا شروع کیا مختلف مقامات سے ان کا اخراج ہوا۔ آخر محمد بن سعود امیر نجد انکا معتقد ہو گیا۔ اس نے مختلف ممالک میں اپنے داعی بھیجے اور ہزارون آدمی اس کے دائرۂ اثر میں آگئے (بقیہ حصہ صفحہ ۷۰ پر)

کی نظر سے دیکھتے تھے اور ان کی مذہبی اصلاحات کو کفر و ضلالت سے تعبیر کرتے تھے۔ آخر انکی عراق کی فتوحات سے ڈر کر شریف مکہ نے وہابیوں کو بدنام کرنے پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ ان کی تکفیر کا فتویٰ تیار کرا کے حجاز میں ان کا داخلہ ممنوع قرار دیدیا۔ [illegible] وہ اپنی فریضۂ حج سے بھی محروم کر دئے گئے تو ناچار انہوں نے اپنی تلوار کا رخ حجاز کی طرف پھیر دیا اور کچھ عرصے میں امیر نجد سعود ابن عبدالعزیز نے طائف، مکہ، مدینہ وغیرہ حجاز کے تمام شہر فتح کر لئے اور ۴ محرم ۱۲۱۸ھ کو مکے پر قبضہ کرنے کے بعد سلطان ترکی سلیم خان ثالث کو جس کا عہد حکومت ۱۲۰۳ھ سے ۱۲۲۲ھ تک رہا حسب ذیل خط لکھا:۔

منجانب سعود

بخدمت سلطان سلیم خان ....

میں ۴ محرم ۱۲۱۸ھ کو مکے میں داخل ہوا۔ میں نے یہاں کے باشندوں کو امان دیدی اور ان

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۹) جب ان کے مخالفوں نے ان لوگوں کو طرح طرح کی ایذائیں دینی شروع کیں۔ ان کو کافر ٹھیرایا گیا اور حج سے روک دیا گیا تو انہوں نے بھی تلوار سنبھالی اور بسرکردگی عبدالعزیز بن محمد ۱۲۱۶ھ میں بحرین کربلا و نجف وغیرہ شہر فتح کر لیے۔ ۱۲۱۷ھ میں طائف پر قبضہ کیا۔ ۱۲۱۸ھ میں مکہ اور ۱۲۱۹ھ میں مدینہ تسخیر کیا۔ ۱۲۲۶ھ میں محمد علی پاشا والی مصر نے حجاز پر چڑھائی کی اور پانچ چھ برس کی جدوجہد اور سازشوں کے بعد حجاز سے ان کے قدم اکھاڑ دئے۔ اس کے بعد حکومت نجد بہت ضعیف ہو گئی۔ سو برس کے بعد پھر زمانے نے پلٹا کھایا اور سلطان عبدالعزیز ثانی ابن عبدالرحمن ابن سعود نے اپنی دانائی سے اولاً سلطنت نجد پر قبضہ کیا اور اس کے بعد ۱۳۴۳ھ میں حجاز فتح کیا اور اس وقت وہی حرمین الشریفین کے فرمانروا ہیں۔

؎ شریف غالب ۱۲۰۲ھ سے ۱۲۲۸ھ تک شریف مکہ رہا۔ حجاز سے وہابیوں کو نکالدینے کے لئے اس نے ترکوں کو دعوت دی۔ مگر حالت یہ تھی کہ شکار اپنے داؤں پر تھا اور شکاری اپنی گھات میں۔ شریف کی غرض یہ تھی کہ ترکوں کے ذریعہ سے وہابیوں کو نکلوا کر خود حجاز کا حکمراں بن جائے۔ محمد علی پاشا جس نے ترکی فوج کے ساتھ حجاز پر چڑھائی کی تھی وہ یہ چاہتا تھا کہ شریف کو بالائے طاق رکھدے۔ آخر محمد علی کا وار چل گیا اور اس نے شریف غالب کو قید کرکے قاہرہ بھیجدیا۔ وہاں سے سالونیکا روانہ کیا جہاں ۱۲۳۱ھ ہجری میں انتقال کیا۔

تمام چیزوں کو جن کی پرستش کی جاتی تھی برباد کر دیا۔ میں نے سوائے ان محصولوں کے جو شرعاً جائز تھیا
باقی تمام محصول معاف کر دئے۔ میں نے اس قاضی کو جسے آپ نے شرع محمدی پر عمل کرنے کے لئے
مقرر کیا ہے بحال رہنے دیا۔ میری خواہش ہے کہ آپ دمشق و قاہرہ کے والیوں کو ہدایت کر دیں کہ وہ
باجوں کے ساتھ مکہ معظمہ کی جانب محمل روانہ نہ کریں۔ مذہب کو ایسی باتوں سے کچھ تعلق نہیں ہے"

سلطان سلیم نے اس خط کا جواب باصواب نہ دیا اور فریقین میں جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں محمل کے بارے میں سعود کی ہدایت کو ضلالت خیال کیا گیا اور حسب سابق محمل روانہ کئے گئے ۱۲۲۱ھ میں سعود نے پھر شامی و مصری امیر الحاج کو تنبیہ کیا کہ:۔

"اس لکڑی کے ڈھانچے کو باجے بجاتے یہاں نہ لائیں یہ بدعت ہے۔ تمام بدعتیں گمراہی ہیں۔
اور ہر گمراہی کی سزا آگ ہے"

امیر شامی نے یہ شرط قبول نہ کی اور ۱۲۲۱ھ کے حج میں وہ بغیر حج کئے اپنے محمل کو لیکر واپس ہو گیا مگر محمل مصری جو کے پہونچ چکا تھا وہابیوں کے ہاتھ لگ گیا اور انہوں نے اسے جلا دیا۔ وہابیوں کی حکومت حجاز پر کوئی بارہ برس رہی۔ اس زمانہ میں مصر سے غلاف آنا موقوف ہو گیا تھا۔ اور وہابی کعبے پر خود غلاف ڈالتے تھے۔ یہ سرخ رنگ کے کپڑے کا ہوتا تھا۔ جو حسا میں تیار ہوتا ہے اور جس کی عربی عبائیں بنائی جاتی ہیں۔

سلہ حسا علاقہ نجد کا ایک بڑا زرخیز صوبہ ہے۔ یہاں اچھی اچھی چراگاہیں ہیں مویشی خوب ہوتی ہے۔ یہاں کی پارچہ بافی کی صنعت بھی زمانہ قدیم سے مشہور ہے۔ سوتی کپڑے کے علاوہ یہاں کا اونی کپڑا بھی اچھا ہوتا ہے۔ جلالۃ الملک سلطان عبدالعزیز ابن عبدالرحمن ملک حجاز و نجد کی عطا کی ہوئی عبا اس فقیر کے پاس بھی ہے جو حسا کی بنی ہوئی ہے اس کا کپڑا ولایتی کپڑے سے مقابلہ کرتا ہے۔

گیارھوین فصل

ترکون کا حجاز پر دوبارہ قبضہ مصر سے غلاف کی دوبارہ آمد

وہابیوں کے پہلی مرتبہ کے تسلط حجاز کی وجہ سے تقریبًا دس سال تک مصر سے غلاف کعبہ نہ آیا جب ترکون نے بسر کردگی محمد علی پاشا اہل نجد سے ملک حجاز واپس لے لیا (جیسا کہ ہم ملوک سلاطین کے ضمن میں حاشیہ پر تحریر کر چکے ہیں) تو سنہ ۱۲۳۲ھ سے پھر غلاف کعبہ مصر سے آنے لگا اور شامی محمل[۱] کا رستہ بھی کھل گیا۔ اس زمانہ میں مشہور فرنگی سیاح عرب برکہارٹ حجاز گیا ہوا تھا اس نے اپنے سفر نامے میں دونوں محملوں کا ذکر کیا ہے۔ اس وقت تک حجاز سے وہابیوں کا بالکلیہ قبضہ نہیں اٹھا تھا بلکہ طائف کے نواح میں ترکون اور وہابیوں کی لڑائی بھی ہو رہی تھی۔ تاہم مصر و شام کے رستوں میں امن تھا اور اُس وقت سے ہمارے زمانے تک غلاف کعبہ کا رستہ کھلا رہا

بارھوین فصل

شریف مکہ کا غلاف کعبہ

حجاز سے وہابیوں کا قبضہ اُٹھ جانے کے بعد تقریبًا اکیاسی بیاسی برس تک غلاف کعبہ مصر سے تیار ہو کر حسب دستور سابق بڑے تزک و احتشام کے ساتھ مکہ معظمہ آتا رہا لیکن سنہ ۱۹۱۴ء م

---

[۱] شامی محمل کا تفصیلی ذکر ہم نے علیحدہ ایک فصل میں کیا ہے۔

سنہ ۱۳۳۳ھ میں جب یورپ کی جنگ عظیم چھڑی اور سنہ ۱۹۲۰ء م سنہ ۱۳۳۹ھ تک ہوتی رہی تو سلطنت عثمانیہ نے بھی برطانیہ اور اس کے حلیفوں کے خلاف جرمنی کا ساتھ دیا اور پھر متحدین (برطانیہ، فرانس، و اٹلی) نے شریف مکہ حسین پاشا کو شہ دی۔ اس نے سنہ ۱۹۱۶ء میں ترکوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور شاہ حجاز بنکر اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا[1]۔ دوران جنگ میں بحری رستوں کی ناکہ بندی کردی گئی تھی۔ تمام جہاز جنگی کاموں میں مصروف تھے۔ حج تقریباً بند ہو گیا تھا اور مصر سے غلاف و محمل کی آمد بھی پابندی کے ساتھ باقی نہیں رہی تھی خشکی کی راہ سے بھی فتنہ و فساد و بدامنی کی وجہ سے بہت کم حاجی آتے تھے۔ علاوہ اس کے شریف کو بغاوت اور سازشوں سے اتنی فرصت نہ تھی کہ عرب کے اندرونی حصے سے جو لوگ حج کے لئے آتے تھے ان کی خوشنودی کے واسطے غلاف کعبہ کا کوئی خاص اہتمام کرتا۔ غرض کہ کوئی آٹھ سال تک پابندی کے ساتھ غلاف نہ ڈالا گیا۔ مصر سے آتا تھا تو وہ ڈالدیا جاتا تھا یا کبھی دل میں آگئی تو شریف کوئی معمولی کپڑے کا غلاف پہنا دیتا تھا ورنہ وہی پرانا غلاف پڑا رہتا تھا۔ شریف مکہ کے ڈالے ہوئے غلافوں میں سے جو اس نے اس زمانہ میں ڈالے تھے ایک غلاف کا ٹکڑا میرے پاس بھی موجود ہے۔ یہ ڈبل زین کی قسم کا کپڑا ہے۔ اس کا رنگ مدھم کاہی ہے۔

---

[1] اس وقت ترکی میں سلطان محمد خان خامس حکمران تھے جن کی سلطنت سنہ ۱۳۲۷ھ م سنہ ۱۹۰۹ء سے سنہ ۱۳۳۶ھ م سنہ ۱۹۱۸ء تک رہی۔ ان کی وفات کے بعد دوران جنگ ہی میں عزالدین یوسف سلطان عبدالمجید خاں کے نام سے تخت نشین ہوئے۔ اس لڑائی میں ترکوں کو زبردست نقصان ہوا۔ حجاز و عراق و شام و مصر سب ان کے ہاتھ سے نکل گئے۔ قریب تھا کہ ترکوں کی سلطنت صفحۂ ہستی سے مٹ جائے مگر مصطفےٰ کمال پاشا کی دانائی و شجاعت نے اس سلطنت کا نام باقی رکھا۔ متحدین کو جو قسطنطنیہ پر قابض ہو گئے تھے ان کے گھر رخصت کیا۔ اس کے بعد سلطان عبدالمجید خاں معزول کردئے گئے اور ترکی بجائے خود مختار شہنشاہیت کے جمہوری سلطنت کردی گئی جس کے صدر مصطفےٰ کمال پاشا ہیں۔ اور ان کا پایہ تخت انگورہ ہے۔

تیرھویں فصل

(۱) موجودہ زمانے میں سلاطین مصر کا غلاف کعبہ

جنگ یورپ کے زمانہ میں خدیو عباس حلمی پاشا[1] اپنے ضمیر کے خلاف عمل کرنا حمیت سے بعید سمجھکر قسطنطنیہ چلے گئے۔ ان کی عدم موجودگی میں ان کے چچا حسین کامل پاشا اکتوبر ۱۹۱۴ء میں خدیو مقرر ہوئے اور سلطان کا لقب اختیار کیا۔ دسمبر ۱۹۱۷ء میں جب حسین پاشا کا انتقال ہو گیا اور ان کے لڑکے کمال الدین نے سلطنت سے انکار کر دیا تو حسین پاشا کے بھائی شہزادہ احمد فواد[2] کو سلطان بنایا گیا۔

[1] عباس حلمی پاشا نے ۱۸۹۲ء سے ۱۹۱۴ء تک (۲۲) سال حکومت کی۔

[2] سلطان فواد کی ولادت ۱۸۶۸ء میں ہوئی۔ یہ اس وقت بھی حکمران ہیں۔ مصر کے خدیوں کا شجرۂ نسب ذیل میں درج ہے ناموں پر باعتبار حکومت سلسلہ وار نمبر ڈال دیئے گئے ہیں:

اور ۱۹۲۲ء میں انہوں نے فواد اول سلطان مصر و سوڈان کا لقب اختیار کیا۔ حسین پاشا اور سلطان فواد کے زمانے میں حسب سابق مصر سے غلاف آتا رہا اور اس کے اجزا اور کتبے وغیرہ بھی وہی قدیم رہے جو سلطنت عثمانیہ کے زمانہ میں تھے البتہ سمت شمالی کے حزام پر سلطان حسین پاشا یا سلطان فواد کا نام اور ان کے آباؤ اجداد کے نام اس سلسلہ سے کڑھے رہتے تھے۔

فی ایام دولت صاحب جلالت ملک المصر والسودان المعظم السلطان احمد فواد پاشا اول بن اسماعیل پاشا بن ابراہیم پاشا بن محمد علی پاشا خلد اللہ تعالیٰ ملکہ۔

(۲) مصر و حجاز کا تنازعہ غلاف کعبہ کی واپسی

مصر سے غلاف کعبہ کی آمد کو دو ہی سال گزرے تھے کہ ۱۳۴۱ھ میں ایک نیا جھگڑا پیش آیا وہ یہ کہ شاہ حجاز حسین پاشا نے جس کو علمائے اسلام دین فروش و ملت فروش و نصاریٰ کا ساختہ پرداختہ کہتے تھے محمل مصری کو جو غلاف کعبہ کے ساتھ مصر سے جدہ پہونچ چکا تھا واپس کر دیا۔ اس کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ زمانہ قدیم سے یہ دستور چلا آرہا تھا کہ محمل مصری کے ساتھ حاجیوں کا بڑا قافلہ آیا کرتا تھا اور اُن کی دوا اور مرض کے لئے سرکاری طور پر دو طبیب بھی قافلے کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ یہ طبیب عموماً وہ لوگ ہوتے تھے جو ادائی فریضہ حج کے لئے روانہ ہوتے تھے۔ رستے بھر دوسرے حاجیوں کا علاج و معالجہ کرتے چلتے تھے اور حجاز میں اس خدمت کو بہ خیال ثواب انجام دیتے تھے۔ اس سال اتفاقاً چار طبیب حج کے ارادے سے قافلہ مصری یعنی محمل کے ساتھ مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔ دیوانہ را ہوئے بس است۔ شاہ حجاز نے اس پر اعتراض کیا اور اس کو اپنی خود مختاری کے منافی خیال کر کے اعلان کر دیا کہ حجاز میں ان لوگوں کے داخلہ کی اجازت نہیں دی جائیگی۔ حکومت مصر نے مناسب نہ سمجھا کہ مصری ابنائے وطن کو جو حج کے لئے ارض مقدس کا سفر کر رہے تھے کسی طبی امداد اور احتیاطی تدابیر کے بغیر ایسے غیر منتظم ملک میں جیسا کہ اس وقت حجاز ہو رہا تھا بیماریوں کا شکار بننے کے لئے چھوڑ دے تاکہ شاہ حجاز کے مقرر کئے ہوئے ڈاکٹر اُن کے پیر پیر نے نوچکر اطمینان کے ساتھ اُن کا خون چوسیں اور مرنے کی صورت میں شاہ حجاز اُن کے مال و اسباب پر قبضہ کرے۔ غرضکہ حکومت مصر نے اصرار کیا اور شاہ حجاز کو

دیرینہ مخلصانہ تعلقات والیٔ حجاز کو یاد دلائے مگر وہ اپنی ضد پر اڑا رہا۔ آخر علمائے اسلام نے مناسب الفاظ میں جس کا وہ مستحق تھا فتویٰ صادر کیا اور محمل مصری معہ غلاف کعبہ کے واپس طلب کر لیا گیا۔ حجاج مصر جو بڑے اشتیاق و تمنا کے ساتھ گھر سے نکلے تھے "ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرماں رفتم" کہتے ہوئے مصر واپس ہو گئے۔ محمل کی سالانہ روانگی و واپسی مصر میں ایک عظیم الشان تقریب کی حیثیت رکھتی تھی اہل مصر اس کو کمال عزت و احترام کے ساتھ رخصت کرتے تھے۔ اور واپسی کے وقت بڑے جوش و خروش کے ساتھ اس کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے (جیسا کہ آئندہ اوراق میں اس جلوس کے تفصیلی حالات سے معلوم ہوگا) اس موقع پر جب مصر والے بغیر حج کئے ہوئے واپس ہوئے ہوں گے اور غلاف کعبہ واپس لایا گیا ہوگا اس وقت اہل مصر کو جو کچھ صدمہ ہوا ہوگا اس کا اندازہ مشکل ہے۔

اس سال شاہ حجاز نے تکمیل رسم کے لئے ڈبل زین کی قسم کے ایک دبیز ملکے کاہی رنگ کا غلاف کعبے پر ڈالا تھا اس کا ایک ٹکڑا اس فقیر کے پاس بھی موجود ہے۔ خوشنمائی یا کوئی صنعت اس میں ہے نہیں البتہ اس کے متبرک ہونے میں کلام نہیں۔

شاہ حجاز کی اس حرکت سے جسے مسلمان کسی عیسائی سلطنت کی ترغیب کا نتیجہ قرار دیتے ہیں نہ صرف اہل مصر کو بلکہ تمام دنیا کے مسلمانوں کو رنج پہونچا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت مصر نے شاہ مذکور کی سالانہ تنخواہ تخمیناً ڈیڑھ لاکھ روپیہ جو خزانہ مصر سے اس کو ملتی تھی موقوف کر دی۔ مصر و حجاز کے دوستانہ تعلقات جو سینکڑوں برس سے قائم تھے وہ منقطع ہو گئے اور قاہرہ جو باب المملکہ کہلاتا ہے وہاں کے حاجیوں کے لئے مکے میں داخل ہونے کے دروازے بند کر دئے گئے۔ اس زمانہ میں یہ تاریخ (غلاف کعبہ) حیدرآباد کے ادبی رسالہ "لسان الملک" میں شایع ہو رہی تھی۔ زمانے کے حالات دیکھکر اس وقت اس فقیر نے یہ دعا کی تھی جو دو برس بعد اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔

"یا اللہ مسلمانوں کو حمیت دینی عنایت فرما اور ان کے الجھے ہوئے کاموں کو سلجھا دے۔"

بود آیا کہ رہ صدق و صفا بکشایند ۞ گرہ از کار فروبستہ ما بکشایند
اگر از بہر سیاست رہ حج را بستند ۞ دل قوی دار کہ از بہر خدا بکشایند

چودھوین فصل

(۱) حجاز پر اہل نجد کا دوبارہ قبضہ

مصر سے غلاف کعبہ کی دوبارہ آمد اور موقوفی

حسین پاشا شریف کی حکومت ایک بدترین قسم کی بادشاہت تھی ہر قسم کے جرائم و ممنوعات شرعیہ کا ارتکاب علانیہ ہوتا تھا معتبر اہل مکہ کی زبانی مجھے معلوم ہوا ہے کہ خود شریف دائم الخمر تھا جس وقت نجدیوں نے اس کے محل پر قبضہ کیا تو شراب کی بہ کثرت خالی بھری بوتلیں وہان سے برآمد ہوئیں۔ مولوی حاجی سید حسن صاحب اکبرآبادی نے مجھسے فرمایا تھا کہ ۱۳۳۸ھ میں شریف کے دربان کعبہ کو انہوں نے ہمیشہ مخمور پایا۔ اُس زمانہ میں حجاز بدامنیون کا مرکز تھا اور خاص بلد الامین میں بھی نہ حاجیون کی جان محفوظ تھی نہ مال۔ باشندگان حجاز بھی سخت مصیبت میں گرفتار تھے۔ جہان شریف نے حاجیوں پر نئے ٹیکس لگا کر حج کو تقریبًا غیر ممکن کردیا تھا اس کے ساتھ مکہ و مدینہ کے رہنے والون کو بھی اُس نے نوچنے کھسوٹنے میں کمی نہیں کی تھی۔ بدوی لٹیرون اور شریف کے ڈاکو ملازمون کے ہاتھ سے مسافروں کا مکے سے چلکر مدینے تک پہونچنا غیر ممکن تھا۔ حاجیون کو خاص راستوں سے چلنے پر مجبور کیا جاتا تھا تاکہ وہ گران قیمت پانی خریدین یا پیاسے مرجائیں اور اُن کا مال شریف کے ہاتھ لگے۔ اس طرح ہزارون آدمی تڑپ تڑپ کر ریگستان میں جان دیتے تھے۔ اُس زمانے کے اخبارون سے ثابت ہے کہ ۱۳۳۷ھ ہجری میں چوبیس ہزار خدا اور رسول کے مہمان شریف کے مظالم کا شکار ہوئے تھے اس زمانہ میں بہت کم حاجی مدینے تک پہونچ سکتے تھے۔ اکثر رستے ہی میں سے بلا زیارت لوٹا دے جاتے تھے۔ مولوی حاجی سید اعجاز حسین صاحب وظیفہ یاب تعلقدار حیدرآباد اور مولوی حاجی سید حسن صاحب رئیس اکبرآباد نے

مجھ سے بیان فرمایا کہ:۔

"۱۳۳۸ھ میں ہم حج کو گئے تھے یہ زمانہ شریف کی حکومت کا تھا۔ تقریباً پندرہ سو حاجیوں کا قافلہ جو مدینے جا رہا تھا۔ بیر علی کے پاس سے جبکہ مدینہ ڈیڑھ کوس رہ گیا تھا جبراً واپس کر دیا گیا اور اہل قافلہ مدینے منورہ کی طرف منہ کر کے بہ صد حسرت و یاس فاتحہ پڑھکر روتے ہوئے واپس ہوئے مگر خوش قسمتی سے ہمارے بدویوں نے شریف کے سپاہیوں کی آنکھ بچا کر کوئی دوسرا رستہ اختیار کر لیا تھا اور اس طرح ہم روضۂ منورہ کی زیارت سے مشرف ہو گئے۔"

آخر شریف کے گناہوں کا گھڑا بھر گیا اور ۱۳۴۳ھ میں اللہ تعالیٰ نے حجاز پر اہل نجد کو مسلط فرمایا جنہوں نے بہ سرکردگی جلالۃ الملک سلطان عبد العزیز ابن عبد الرحمن آل فیصل ابن سعود، شریف اور خاندان شریف کے ناپاک وجود سے حجاز مقدس کو پاک کیا اور بدامنی کو امن سے اور ظلم کو انصاف سے مبدل کر دیا۔ غلاف جس کے آنے میں کوئی پابندی باقی نہ رہی تھی اب پھر مصر سے آنے لگا۔ مگر ۱۳۴۴ھ میں محمل مصری کے متعلق دو ناگوار واقعات پیش آئے اول یہ کہ جب مصریوں نے حسب دستور قدیم ملکے پہونچکر محمل کو حریم کعبے میں باب السلام کی طرف والے دالان کے ایک حصہ میں رکھکر سپاہیوں کا پہرہ مقرر کر دیا تو خوش عقیدت مسلمانوں کے گروہ کے گروہ اس طرف بڑھے۔ کوئی مٹھائی کھجوریں پیسے چڑھاتا تھا۔ کوئی منت مرادیں مانتا تھا۔ کوئی چلے باندھتا اور عرضیاں لٹکاتا تھا۔ نجدی ان چیزوں کو نہ دیکھ سکے سلطان ابن سعود سے شکایت کی کہ "عین بیت اللہ میں یہ بت پرستی ہو رہی ہے اسے روکو خدا کے گھر میں محمل پرستوں کو ہم نہیں دیکھ سکتے"۔ سلطان نے مصری امیر الحج کو سمجھا کر محمل کے معتقدوں کی آمد و رفت بند کر دی اور پہرے والے سپاہیوں کو ممانعت کر دی کہ کسی کو محمل کے پاس نہ آنے دیں اس طرح یہ فتنہ بہ آسانی رفع ہو گیا۔

دوسرا واقعہ یہ پیش آیا کہ ۸ ذیحجہ ۱۳۴۴ھ کو ہمراہیان محمل مصری اور عام نجدیوں میں تصادم ہو گیا جس کی کیفیت یہ ہے کہ بعض نجدیوں نے محمل پر جس کو وہ محض کھلونا بلکہ بت سمجھتے تھے عرفات جاتے وقت منے کے قریب کنکریاں پھینکیں اور ایک نجدی نے محمل کے اونٹ کا پاؤں گولی سے زخمی کر دیا اس پر مصری سپاہیوں کو جو محمل کے ساتھ تھے تاؤ آ گیا اور کنکروں کا جواب انہوں نے مشین گن کی گولیوں سے دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پچیس نجدی وہیں ڈھیر ہو گئے۔ مصری فوج کی تعداد چار سو تھی اور

نجدی کوئی ساٹھ ہزار۔ اور اگرچہ نجدیوں میں بڑا جوش پھیل گیا تھا مگر سلطان ابن سعود نے بہ خیال مہمان نوازی مصریوں کی اس زیادتی کو معاف کر دیا اور سلطان کے فرزندوں نے بیچ میں پڑکر بڑی مشکل سے معاملہ رفع دفع کیا۔ خیال یہ تھا کہ یہ بات یہیں تک رہے گی اور آئندہ غلاف کی روانگی پر اس سے کوئی اثر نہ پڑیگا۔ مگر اہل مصر نے اس رسم قدیم کو بلا کسی گفت وشنید کے یکایک مٹا دیا اور اس کے بعد سے مصر سے غلاف آنا موقوف ہوگیا۔ مصر کا یہ سب سے آخری غلاف کعبہ تھا جو ۱۳۴۴ھ میں آیا تھا۔ کعبے پر ڈالا گیا اور سال بھر تک کعبے پر رہا۔ ۱۳۴۵ھ میں ۲۴ ذیقعدہ سے ۸ ذیحجہ تک یہ فقیر بھی اس کی زیارت سے روزانہ مشرف ہوا۔ اس کے کتبوں کی آیات وغیرہ اور ان کا رسم الخط سب وہی تھا جسکی توضیح خلافت عثمانیہ کے غلاف کے اجزاء اور کتبوں کے ذکر میں کی جا چکی ہے۔ صرف یہ فرق تھا کہ اسکی سمت تلی کی حزام اور پردۂ باب کعبہ میں احمد فواد پاشا سلطان مصر کا نام اس طرح تحریر تھا۔

فی ایام دولت صاحب جلالت المصر والسودان المعظم السلطان احمد فواد پاشا اول بن اسمٰعیل پاشا بن ابراہیم پاشا بن محمد علی پاشا خلد اللہ تعالےٰ ملکہ

(۲) سلطان عبدالعزیز ابن عبدالرحمٰن ابن سعود کا پہلا غلاف کعبہ

وہابیوں کے خیال میں محمل ایک غیر ضروری بدعت تھی اور بعض دوسرے متشرع اصحاب بھی اُسے کھیل تماشہ سمجھتے تھے محمل کے ساتھ بعض خوش عقیدہ مسلمانوں کو جو اعتقاد تھا اس پر وہابی بت پرستی کا گمان کیا کرتے تھے۔ اہل نجد نے اپنے پہلے قبضۂ حجاز کے زمانہ میں بھی گاجے باجے کے ساتھ محمل کا داخلہ جائز نہیں رکھا تھا۔ ۱۳۴۴ھ میں بھی اسی وجہ سے نجدیوں اور مصریوں کے درمیان تصادم ہوگیا تھا ان وجوہ سے ضرورت تھی کہ ۱۳۴۵ھ کے لئے محمل کے بارے میں حکومت حجاز و حکومت مصر کے درمیان سمجھوتہ ہو جائے چنانچہ جلالۃ الملک سلطان عبدالعزیز ابن عبدالرحمٰن ابن سعود ملک الحجاز و نجد نے سفیر مصر متعینہ جدہ کو محمل کے لانے کی اجازت ان شرائط پر دیدی کہ اس کے ساتھ حاجیوں کا قافلہ اور فوج آسکتی ہے مگر توپیں اور سنگینیں وغیرہ نہ لائی جائیں اور باجا نہ آئے۔

مصری حکومت اس پر رضا مند ہوگئی اور محمل کے بھیجنے کا یقین دلایا آخر ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ تک

یہ اندیشہ نہ تھا کہ مصر سے محمل و غلاف نہ آئیگا کہ اتنے میں یکایک یکم ذیحجہ کو سفیر مصر نے اطلاع دی کہ حکومت مصر نے آپکی شرائط پر محمل کا بھیجنا پسند نہ کیا۔ اس بے موقع اطلاع سے حکومت مصر کی یہ غرض تھی کہ اگر سلطان ابن سعود نے ایسے تنگ وقت میں مجبور ہو کر ہماری شرائط قبول کر لیں تو بھاگ دوڑ مچا کر محمل دہوم دہام سے بھیجدیا جائیگا ورنہ اتنی قلیل مدت میں سلطان ابن سعود غلاف کی تیاری کا انتظام نہ کر سکیں گے اور اس طرح ان کو ایک قسم کی خفت ہوگی۔ مصریون کی اس حرکت کو سلطان ابن سعود نے صبر و استقلال سے برداشت کیا اور سات روز کے اندر سیاہ بانات کا غلاف معہ زریں حزام اور باب کعبہ کے زریں پردے کے تیار کرا کے حسب عادت قدیم ۱۰ ذیحجہ ۱۳۴۵ھ کو کعبے پر ڈالا۔ سلطان نے اس خوشی میں طواف کیا اور دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی۔ چونکہ موجودہ حکومت نجد کا یہ پہلا غلاف تھا اور بڑی عجلت کے ساتھ تیار کیا گیا تھا اس لئے اس میں کسی خاص صنعت کی توقع نہیں ہو سکتی تھی تاہم خوشنما تھا اور اس قدر کم فرصت میں اس کا تیار ہو جانا ہی کچھ کم حیرتناک نہ تھا۔ اس کی بانات عمدہ سیاہ رنگ کی تھی۔ اس کی حزام اور باب کعبہ کے پردے پر سنہری مسالے سے نقش و نگار و آیات قرآنی کاڑھے گئے تھے مجھ کو یہ دیکھکر بڑی حیرت ہوئی تھی کہ مکہ معظمہ میں اتنی مقدار میں بانات کیسے دستیاب ہو گئی کیونکہ کعبے کے غلاف کے لئے تیس چالیس تھان یعنی تقریباً (۴۳۷) گز بانات درکار ہوئی ہوگی۔ اس غلاف میں در کعبہ کے پردے پر سنہری مسالہ کا حاشیہ نقش و نگار کے ساتھ بنا ہوا تھا جس کے بیچ میں سنہری حرفوں میں کلمہ طیبہ لکھا تھا۔ حزام دو فٹ چوڑی تھی جس میں حسب ذیل آیات مسالے کے حلقوں میں سنہری گوٹے پٹھے سے کڑھی ہوئی تھیں اس کی شباہت نقشۂ ذیل سے ظاہر ہو سکتی ہے۔

"صفحہ (۸۱) پر ملاحظہ ہو"

دسوین ذیحجہ کو بہت سے حاجی مصر اور دوسرے ممالک کے منےٰ سے طواف الزیارت[1] کے لئے جب مکے آئے تو کعبہ پر چمکیدار زرین کام کا نیا غلاف دیکھکر حیرت میں رہ گئے خصوصًا اہل مصر کو بہت ہی شاق گزرا۔ چونکہ حاجی تین دن تک منےٰ ہی میں رہتے ہیں اس لئے بیت اللہ میں حجاج کی کثرت نہیں ہوتی اور بیت اللہ کافی طور پر محفوظ بھی نہیں ہوتا۔ گیارہوین ذیحجہ کو نہ معلوم کون لوگ اس غلاف کے نیچے کا حصہ جہاں تک ہاتھ پہونچتا تھا کوئی دو دو گز چاقوؤں سے کاٹ کر اور قینچیوں سے کتر کے لے گئے۔ بعض کا گمان مصریوں پر ہوا۔ بعض کا اہل مکہ پر۔ بعض کا طرفداران شریف پر۔ اور بعض کا دشمنان ابن سعود پر۔ حقیقت حال خدا کو معلوم ہے کہ لے جانے والے کون تھے اور کس نیت سے لے گئے۔ سلطان ابن سعود کو جب اسکی اطلاع ہوئی تو اُنہوں نے اُسی رات کو دوسرا کپڑا اس میں سلوا کر غلاف کو اِس طرح پھر مکمل کر دیا کہ بہت سے لوگوں کو خبر بھی نہ ہوئی کہ ایسا واقعہ پیش آیا تھا۔

(۳) سلطان ابن سعود کے حکم سے مصری غلاف کے نمونے پر مکے میں تیاری

سلطان کو اِسی برس یہ خیال ہوا تھا کہ غلاف کعبہ حجاز ہی میں تیار ہوا کرے اور اِس کے لئے

[1] قیام منےٰ کے زمانے میں دسوین ذیحجہ سے بارہوین ذیحجہ تک کسی ایک دن مکے آکر جو طواف کیا جاتا ہے اُسے طواف الزیارت کہتے ہیں۔

مصر وغیرہ کسی دوسرے ملک کی حاجت نہ رہے۔ اس کا ذکر سلطان نے اپنے انڈین سکرٹری مولوی سید اسمٰعیل صاحب غزنوی سے کیا انہوں نے حاجی کریم بخش بنارسی سے جو ان دنوں حج کے لئے گئے ہوئے تھے چند روز میں ایک نمونہ غلاف کے کپڑے کا مکہ معظمہ میں تیار کرا کے سلطان کے ملاحظہ میں پیش کیا سلطان نے اُسے پسند فرمایا اور سکرٹری صاحب ممدوح کو حکم دیا کہ وہ ہندوستان جا کر۔ کاریگر، ریشم، نقیش اور اوزار بھجوائیں تاکہ خصوصاً غلاف کعبہ اور حسب ضرورت دوسری قسم کے کپڑے بھی حجاز میں تیار ہوا کریں چنانچہ وہ اوائل ۱۳۴۶ھ میں ہندوستان آئے۔ ریشم کے لئے کشمیر کا دورہ کیا مگر وہاں کا ریشم پسند نہ آیا اور بالآخر بمبئی سے ریشم کا انتظام کیا اور بنارس سے کپڑے بننے والے کاریگر فراہم کر کے اُن کو مکہ معظمہ روانہ کر دیا۔ یہ لوگ حاجی حافظ رحمت اللہ صاحب کے خاندان کے افراد ہیں جو محلہ ہنومان پھاٹک کے قریب بنارس میں رہتے تھے۔ ان میں خاص خاص کاریگروں کے نام صبغۃ اللہ، صفی اللہ، اور مسیح اللہ ہیں۔ کل ساٹھ مرد، بیس عورتیں اور نو بچے روانہ کئے گئے۔ عورتیں ریشم کھولنے کے لئے گئیں۔ مردوں کی تنخواہیں چالیس روپئے سے سو روپئے ماہوار تک اور عورتوں کی تنخواہیں ۲۰ روپیہ سے تیس روپئے تک علاوہ خوراک کے قرار پائی صبغۃ اللہ صاحب ان سب لوگوں کے منیجر مقرر ہوئے۔ ان لوگوں کو دو دو تنخواہیں پیشگی دی گئیں اور اخراجات سفر سب سلطان کے ذمہ رہے۔ ان سے تین سال کا اقرار نامہ لیا گیا۔ بعض مع اہل و عیال کے گئے اور بعض تنہا۔ بمبئی سے انیس ہزار روپے کا ریشم خریدا گیا تھا اور سترہ سو روپئے کا لکڑی کا سامان اوزار وغیرہ خریدے گئے۔ غلاف کعبہ کے زرین حصوں کا انتظام چونکہ اُس وقت مکہ معظمہ میں ہونا دشوار تھا اس لئے حرام اور برقع کعبہ کی تیاری کا ٹھیکہ حاجی حافظ بشیر الدین صاحب ساکن محلہ مسجد فتح پوری واقع دہلی کو تخمیناً چھ ہزار روپئے میں دیا تھا۔ گیارہ کاریگر بمبئی سے جہاز میں سوار کرائے گئے اور باقی کراچی سے۔ ان لوگوں کی فراہمی و روانگی میں میرے مخلص دوست حاجی محمد عبد القادر سررشتہ دار عدالت منصفی پٹنہ واقع علاقہ حضور نظام نے بھی بہت کوشش کی تھی۔

اس موقعہ پر ایک لطیفہ کا ذکر کر دینا غالباً بے محل نہ ہوگا جب یہ کاریگر مکہ معظمہ روانہ ہو چکے تھے اُس وقت اخبار مدینہ بجنور کو کہیں سے یہ اطلاع ملی تھی کہ سلطان ابن سعود غلاف کعبہ تیار کرنے کیلئے ہندوستان سے کاریگر طلب کرنے والے ہیں۔ اس پر اخبار مذکور نے جو ریمارک شایع کیا تھا اس کا خلاصہ یہ تھا کہ :۔

"ہم اس بات کو ہرگز گوارا نہیں کر سکتے کہ ہمارے بھائیوں کو اس حیلے سے مکہ معظمہ میں طلب کر کے وہابی بنایا جائے ہم ہرگز کسی کو جانے کا مشورہ نہ دیں گے۔"

یہ مضمون پڑھ کر مجھے بہت ہنسی آئی۔ کہ اخبار نویس صاحب نہ معلوم کس عالم میں ہیں کاریگر پہونچ بھی گئے آپ فرمارہے ہیں کہ ہم کسی کو جانے کی رائے نہ دیں گے اور لطف یہ کہ اڈیٹر صاحب یہ گوارا کرتے ہیں کہ اُن کے بچے عیسائیوں کے مشن اسکولوں میں خلاف عقائد اسلام تعلیم پائیں۔ ولایت جاکر انواع اقسام کی مکروہات میں مبتلا ہوں۔ حلال و حرام کے امتحان میں پڑیں۔ مگر یہ گوارا نہیں کرسکتے کہ ان کے بھائی مکہ معظمہ کی سکونت کا شرف حاصل کرکے نجدیوں کے خیالات سے متاثر ہوں جو حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم مذہب یعنی حنبلی ہیں۔ اب میں پھر اپنا سلسلۂ بیان شروع کرتا ہوں۔

بنارسی کاریگروں نے مکہ معظمہ میں غلاف کا کپڑا تیار کیا جس پر مصری غلاف کی طرح کلمہ بُنا گیا۔ اور غلاف کے زرین حصے دہلی سے تیار کرکے بھیجے گئے اس خوشی میں ۱۰ ذیحجہ ۱۳۴۶ھ کو بمقام مکہ معظمہ ایک بڑا جلسہ ہوا جس میں مولوی سید اسمٰعیل غزنوی نے ایک عالمانہ تقریر کی اور اس فقیر کی تاریخ غلاف کعبہ کا عربی ترجمہ و اقتباس پڑھا گیا جسے بعض جرائد نے بھی شائع کیا۔ اس طرح ۱۳۴۶ھ میں سلطان ابن سعود کے مصارف سے غلاف کعبہ تیار ہوا ۱۳۴۵ھ میں تو عجلت کی وجہ سے غلاف کے حزام اور برقع کعبہ کی آیات وغیرہ بدل دی گئی تھیں اور طرز تحریر بھی دوسرا تھا لیکن ۱۳۴۶ھ کے غلاف میں کتبے اور آیات قرآنی سب وہی قائم رکھی گئیں جو مصری غلاف میں ہوا کرتی تھیں اور اس کا خط بھی وہی رہا۔ البتہ سمت شمالی کی حزام میں بجائے سلطان ٹرکی یا سلطان مصر کے نام کے جلالۃ الملک سلطان ابن سعود کا نام کاڑھا گیا ۱۳۴۷ھ سے غلاف کے طلائی و زرین حصون کی تیاری کا انتظام بھی مکہ معظمہ میں ہونے لگا اسکی تکمیل کیلئے کلکتہ کے تین کاریگر مامور کردئے اور اب گذشتہ تین سال سے خاص مکہ معظمہ ہی کا بنا ہوا غلاف کعبہ پر ڈالا جارہا ہے۔

ہر سال ۱۰ ذیحجہ کو مکان موتمر واقع مکہ معظمہ میں تیاری غلاف کی خوشی میں ایک بڑا جلسہ ہوا کرتا ہے جس میں مختلف ممالک کے امیر الحاج اور معزز حاجی بھی شریک کئے جاتے ہیں اور سلطان ابن سعود اپنی تقریر میں منجملہ اور باتوں کے ہندوستانی کاریگروں کی تعریف بھی فرماتے ہیں۔ یہ غلاف سابقہ مصری غلاف سے خوشنمائی۔ مضبوطی اور چمک جھلک میں بڑھا ہوا ہے۔ مگر بعض خوش عقیدہ مسلمان مصری غلاف کی اب بھی تعریف کئے جارہے ہیں جس پر وہ مثل صادق آتی ہے کہ "مری ہوئی بھینس کے بڑے بڑے سینگ"۔ ایک نہایت تجربہ کار حاجی صاحب سے جو کئی سال سے برابر حج

کے لئے جا رہے ہیں اس بارے میں میری گفتگو ہوئی انہوں نے فرمایا کہ مصری غلاف زیادہ پائیدار ہوا کرتا تھا۔ دوسرے سال تک اُس کے کپڑے کی آب وتاب میں فرق نہیں آتا تھا اور اس کا زرین کام بھی ماندہ نہیں پڑتا تھا اس غلاف کی یہ حالت نہیں ہے یہ بہت جلد بگڑ جاتا ہے۔ اس کے ثبوت میں انہوں نے اپنے ملازم سے کہہ کر ایک چھوٹی سی پارسل منگوائی اس میں غلاف کا ہاتھ بھر کا ٹکڑا تھا جو اُن کے ذریعہ سے ایک مکے والے نے اپنے کسی حیدرآبادی دوست کو بھیجا تھا۔ خیر۔ اس پارسل کے ٹانکے چاقو سے کاٹے گئے غلاف اُس میں سے نکلا اور اُس کی رونق دیکھکر فرمانے لگے کہ یہ ٹکڑا تو اچھا ہے کچھ زیادہ خراب نہیں ہوا۔ شاید اوپر کے حصہ کا ہوگا" انجینئر صاحب نے ٹھنڈی سانس بھر کر یہ بھی کہا تھا کہ سلطان ابن سعود کا نام حزام پر دیکھ کر مجھے بہت رنج ہوا۔

غلاف کعبہ کا یہ انقلاب تاریخ میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے جس کے اہتمام کا سہرا مولانا اسمٰعیل غزنوی کے سر ہے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ ۱۳۴۵ھ میں بعض روسی مسلمانوں اور چند اور معزز اصحاب نے غلاف کعبہ کی تیاری میں روپیہ سے شریک ہونا چاہا تھا مگر سلطان نے اسے قبول نہ کیا اور بجائے اس کے کہ وہ مصر سے خلاف شرع باجون کے ساتھ محمل وغلاف کے لانےکی اجازت دیتے اُنہوں نے اپنی ذات سے ہزار ہا روپیہ خرچ کرنا گوارا فرمایا۔ اس موقع پر یہ ذکر کردینا بھی بے محل نہ ہوگا کہ ۱۳۴۵ھ میں جب میں مکہ معظمہ میں تھا تو مجھ سے سردار بنی شیبہ شیخ محمد صالح صاحب کلید بردار کعبہ نے فرمایا تھا کہ،۔

اعلحضرت حضور نظام اگر غلاف کعبہ روانہ فرمائیں تو بہت مناسب ہو۔ آپ حیدرآباد جاکر اس کے متعلق تحریک کیجئے۔

میں نے عرض کیا اس میں شک نہیں کہ ہمارے بادشاہ حرمین کی خدمت اپنا فرض سمجھتے ہیں لیکن جلالۃ الملک سیاسی نقطۂ نظر سے شاید اسے پسند نہ کریں۔

پندرہویں فصل

پُرانا غلاف

(۱) پُرانے غلاف کی حالت

غلاف کعبہ کے اجزا کی سابق میں صراحت کی جا چکی ہے یہہ دو حصوں پر مشتمل ہوتا ہے ایک تو عام غلاف جو سیاہ ریشمی دبیز چمکدار کپڑا ہوتا ہے اور جس پر کلمہ اور "جل جلالہ" بنا رہتا ہے۔ دوسرا حصہ ازین کہتے ہیں جن میں کعبے کے گرد کی پٹی یعنی حزام ۔ باب کعبہ کا پردہ اور چار دائرے جن کو رنوکہ کہتے ہیں شامل ہیں۔ غلاف چونکہ سال بھر تک کعبے پر رہتا ہے اور جاڑے گرمی برسات کسی موسم میں بھی نہیں اتارا جاتا اس لئے اُس کے سنہری حصے اگرچہ کسی قدر مدہم پڑ جاتے ہیں مگر سرسری نظر میں کچھ زیادہ پرانے نظر نہیں آتے البتہ سیاہ غلاف ایک برس تک لٹکے لٹکے عموماً فرسودہ ہو جاتا ہے بعض بعض رُخ پر اس میں جابجا سوراخ بھی پڑ جاتے ہیں اور دھوپ مینہہ اور گرد وغبار سے اس کا رنگ بھی ہلکا پڑ جاتا ہے۔ علاوہ ازین کچھ تو اُس رسی کی کھچاوٹ سے جو اس میں بندھی رہتی ہے اور جو ہوا چلتے وقت بہت تن جاتی ہے اور کچھ زمانہ حج میں حاجیوں کے چھونے سے غلاف نیچے سے پھٹ جاتا ہے۔ تاہم اس کے بعض بعض حصے خصوصاً حزام کے نیچے کے یا جہاں حاجیوں کے ہاتھ نہیں پہونچتے یا جدھر دھوپ اور مینہہ کا اثر کم ہوتا ہے ثابت اور اچھی حالت میں بھی رہتے ہیں۔ بہر حال یہ غلاف سال کے سال دسویں ذیحجہ تک بدل دیا جاتا ہے۔ غلاف اتارتے وقت بعض اوقات بڑا طوفان بے تمیزی برپا ہوتا ہے۔ غلاف کی اینچا گھسیٹی میں حاجی بھی شریک ہو جاتے ہیں۔ وہ یہہ چاہتے ہیں کہ غلاف وقف ہے۔ اس کے ٹکڑے ہم کو مفت مل جائیں۔ اہل مکہ ایک ایک دہجی بلکہ ایک ایک ڈورے کے دام کھرے کرتے ہیں۔

اسی بات پر اہل مکہ اور حاجیوں میں کبھی کبھی بڑی لپہ ڈکی ہو جاتی ہے۔

(۲) غلاف کعبہ اور حرم کے کبوتر

حرم بیت اللہ میں سینکڑوں کبوتر پھرتے رہتے ہیں جن کے گھونسلے حرم کے دالانوں میں یا مکہ معظمہ کے خانگی و سرکاری مکانات و اطراف و جوانب میں ہیں۔ ان کو اُن کبوتروں کی نسل کہا جاتا ہے جنہوں نے حضور سرور عالم صلی اللہ و الہ وسلم کی ہجرت کے وقت غار ثور کے دہانے پر گھونسلا بنا کر انڈے رکھے تھے حرم کعبہ ان کبوتروں کا اڈا بنا ہوا ہے۔ ان کے غول کے غول حرم میں جا بجا بیٹھے رہتے ہیں صحن میں مختلف مقامات پر پتھر کی کونڈیاں رکھی ہوئی ہیں جن میں نیک دل حاجی پانی بھروا دیتے ہیں۔ بعض لوگ دانہ بھی ڈال دیتے ہیں۔ پیشتر بیت اللہ کے دروازوں پر غریب عورتیں تشتریوں میں جوار لئے بیٹھی رہا کرتی تھیں۔ حاجی ان سے خرید کر کبوتروں کی دعوت کر دیا کرتے تھے۔ ۱۳۴۵ھ میں مجھے ایسی عورتیں نظر نہ آئیں نہ کسی اور شخص کو کبوتروں کے لئے دروازوں پر دانہ بیچتے ہوئے میں نے دیکھا۔ ۱۸۱۴ء میں جب یورپ کا مشہور سیاح عرب برکہارٹ مکہ معظمہ گیا تھا تو اس نے ان عورتوں کی نسبت برا خیال ظاہر کیا تھا۔ ممکن ہے کہ نجدی حکومت نے احتیاطاً ایسی تجارت عورتوں کے لئے بند کر دی ہو۔ حرم کے کبوتروں کو مارنا یا حلال کر کے کھانا نامناسب خیال کیا جاتا ہے۔ یہ کبوتر مکے والوں کے گھروں میں گھونسلے بنا لیتے ہیں تنکے گرا گرا کر اور بیٹیں کر کر کے ان کو پریشان کرتے ہیں مگر میں نے جہاں تک سنا اہل مکہ چاہتے ہیں ان کی خبر نہیں لیتے۔

ان کبوتروں کے سلیقے کی نسبت دو باتیں مشہور ہیں جو کعبے کا معجزہ خیال کی جاتی ہیں۔

(۱) اول یہ کہ ان کبوتروں کی ٹکڑیاں اُڑتے وقت کعبے کے اوپر سے کبھی نہیں گذرتیں بلکہ پھٹ کر ادہر اودہر ہو جاتی ہیں۔

(۲) دوسرے یہ کہ خانہ کعبہ پر یہ کبوتر نہ بیٹھتے ہیں اور نہ بیٹ کرتے ہیں۔ میں نے ۱۳۴۵ھ میں ان کبوتروں کو اس قدر مودب نہ پایا کہ اُڑنے میں وہ کعبے کا لحاظ کرتے ہوں۔ بہت سے اہل مکہ بھی میرے اس

سلہ یہ روایت ضعیف ہے۔

مشاہدے سے متفق ہیں۔ میں نے اکا دکا کبوتر کو بام کعبہ پر اور غلاف پر بیٹھا ہوا بھی دیکھا لیکن حرم میں جس کثرت سے کبوتر رہتے ہیں اُس کے مقابلہ میں ایک آدھ کبوتر کا کبھی کبھی کعبے پر بیٹھ جانا نہ بیٹھنے ہی کی برابر ہے۔ انگلستان کے مشہور سیاح حجاز کپتان برٹن صاحب اپنے سفرنامہ حجاز کی جلد دوم میں لکھتے ہیں کہ:۔

"کعبے کی چھت میں ایسی کوئی حکمت ہے جس کی وجہ سے کبوتر اس پر نہیں بیٹھتے۔"

اہل مکہ جن کو غلاف لٹکاتے وقت کعبے کی چھت کے دیکھنے کا اچھی طرح موقع ملا ہے وہ اس میں ایسی کوئی حکمت نہیں بتاتے جو کبوتروں کو بیٹھنے سے روکتی ہو۔ جبل ابوقبیس سے میں نے بھی کعبے کی چھت صاف طور پر دیکھی ہے اور مجھے بھی ایسی کوئی چیز نظر نہ آئی جو کھیت کے بجوکا[1] کا کام دیتی ہو۔

دوران قیام مکہ میں ایک کبوتر کو میں نے دیکھا کہ وہ ہمیشہ باب کعبہ کے پردے پر بیٹھا رہتا تھا۔ کبھی کبھی اُڑ کر پانی کے لئے اڑ جاتا اور پھر پھر کر پھر وہیں آن بیٹھتا۔ میں نے پرانے غلاف کے ایسے ٹکڑے بھی بکتے ہوئے دیکھے تھے جن پر کہیں کہیں ایک آدھ بیٹ پڑی تھی۔ تاہم اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عام طور پر کبوتر کعبے پر نہیں بیٹھتے اور نہ اس پر بیٹ کرتے ورنہ کعبے کا سیاہ غلاف سال بھر میں چھینٹ بن جاتا۔

(۳) کعبے سے پرانے غلاف کی علیحدگی

زمانہ قدیم میں نیا غلاف ڈالنے سے کئی روز قبل پرانا غلاف اتار لیا جاتا تھا اور کعبہ کئی کئی دن تک بالکل برہنہ رہتا تھا۔ ۱۸۱۴ء میں جب یورپ کے مشہور سیاح عرب برکہارٹ نے سفر حجاز کیا ہے تو اس وقت پندرہ دن تک کعبہ بغیر غلاف کے رہا تھا۔ یہ رسم ۱۸۵۳ء میں جب کپتان برٹن صاحب نے سفر مکہ کیا ہے نہیں رہی تھی۔ ہمارے زمانے میں پرانا غلاف اتارنے اور نیا جامہ پہنانے میں دس بارہ گھنٹے لگتے ہیں۔ عموماً آٹھویں ذی الحجہ کو خدام کعبہ باقیماندہ پرانا غلاف اتارنے کی تیاری کرتے ہیں۔ اور اُس اندرونی زینے میں سے جو خانہ کعبہ کے اندر ہے چھت پر چڑھ جاتے ہیں اور غلاف کی

[1] کھیت کے بجوکا" اس مصنوعی انسانی شکل کو کہتے ہیں جو چرند و پرند کو ڈرانے کے لئے کھیتوں میں کھڑی کر دی جاتی ہے۔

رسیوں کو جو چھت کے کنڈوں میں بندھی رہتی ہیں کتر دیتے ہیں اس کے بعد جو لوگ نیچے کھڑے رہتے ہیں غلاف کو کھینچکر علیحدہ کر لیتے ہیں۔ پرانا غلاف جب کبھی روانگی عرفات سے قبل اتارا جاتا ہے تو اُس موقع پر بعض حاجی بھی اس میں ہاتھ بٹانے لگتے ہیں

(الف) غسل کعبہ

پرانا غلاف اتار کر کعبے کو باہر سے غسل[1] بھی کرا دیتے ہیں اور جھاڑنے پونچھنے کے بعد عطر و گلاب و مشک وغیرہ اس کی دیواروں پر لگا دیتے ہیں۔ پرانے غلاف کے نیچے کی مٹی جو دیواروں پر جم جاتی ہے حاجی اُس کو بھی جھاڑ پونچھکر بطور تبرک لے جاتے ہیں۔

---

[1] کعبے کے اندرونی غسل کا طریقہ زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے۔ آنحضرت صلعم نے ۸ ہجری میں فتح مکہ کے دن آب زمزم سے کعبے کو اندر باہر سے غسل دلوایا تھا۔ اس کے بعد سال بہ سال غسل دیا جانے لگا۔ عبداللہ ابن زبیر نے بھی کعبہ تعمیر کرانے کے بعد غسل دیکر عطر و عنبر اس کی دیواروں سے ملا تھا۔ موسم حج کے سوا اور دنوں میں بھی کعبے کو غسل دیتے ہیں خصوصاً عورتوں کی داخلی کے بعد اور حج ختم ہونے کے بعد ضرور غسل دیا جاتا ہے۔ ابن جبیر نے ۵۷۹ھ میں غسل کعبہ کی تاریخ ۳۰ رجب لکھی ہے اور اس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ ۲۹ رجب کو عورتوں کی داخلی تھی جن کے ساتھ شیر خوار بچے بھی تھے۔ عموماً رسم غسل شریف مکہ۔ والی مکہ۔ اعیان حکومت اور معزز حاجیوں کے ہاتھ سے ادا ہوتی رہی ہے بعض اوقات سلاطین و امراء نے بھی اس میں شرکت کی ہے۔ کعبے کے غسل کا پانی دہلیز کے ایک سوراخ میں سے بہہ جاتا ہے جسے خدام کعبہ اور دوسرے لوگ شیشوں میں بھر لیتے ہیں۔ جن جھاڑوؤں سے کعبہ دھویا جاتا ہے غسل کے بعد ان کو باہر پھینک دیتے ہیں۔ اور اُن کی لُٹس مچتی ہے۔ کعبے کے خدام ایک ایک جھاڑو دو دو تین تین روپیے میں بیچتے ہیں۔ جن تولیوں سے کعبے کا فرش پونچھا جاتا ہے وہ بھی بڑی قیمت پر جاتے ہیں۔ غسل کی کوئی خاص تاریخ معین نہیں ہے مگر عموماً ذیقعدہ کی آخری تاریخوں میں دیا جاتا ہے۔ ۱۳۲۵ھ میں ۲۸ ذیقعدہ کو غسل ہوا تھا۔
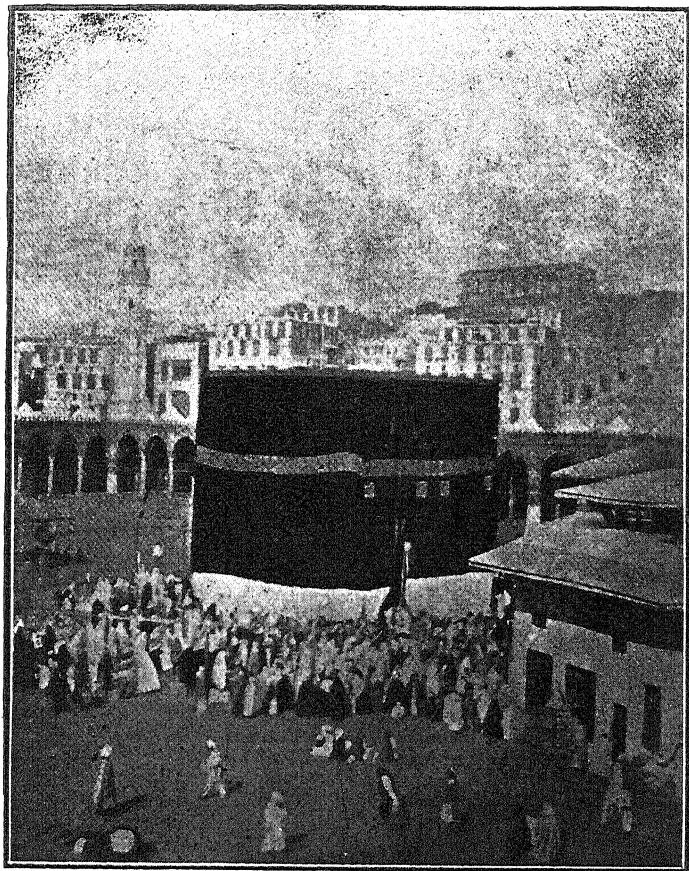
کعبے کے سیاہ غلاف کے نیچے سفید احرام

(ب) احرام کعبہ

پرانا غلاف کعبہ ایک ہی وقت میں پورا نہیں علیحدہ کرتے بلکہ نیا غلاف ڈالنے سے بارہ تیرہ دن قبل اولاً کعبے کی دیواروں کی جڑ سے چار پانچ گز اوپر تک چاروں طرف سے غلاف کعبہ کتر کے اس کی جگہ سفید خاصہ لپیٹ دیتے ہیں۔ اہل مکہ کی اصطلاح میں اس کپڑے کو احرام کعبہ کہتے ہیں اور جب یہ کعبے کے گرد لپیٹ دیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ کعبے نے احرام باندھ لیا۔

خلافت بنی امیہ کے زمانے میں یہ دستور تھا کہ ذیقعدہ کے آخر دن میں غلاف کعبہ بالکل اتار لیا جاتا تھا اور اُس کی بجائے سفید کپڑا اڑھا دیا جاتا تھا۔ یہ نہیں معلوم کہ پورے غلاف کے اتار لینے کا طریقہ کب موقوف ہوا اور جزوی غلاف کے علیحدہ کرنے کا کب سے رواج ہوا۔ ابن جبیر کے سفر نامے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ چھٹی صدی ہجری میں بھی کعبے کو احرام باندھا گیا تھا اور ۲۷ ذیقعدہ کو غلاف کعبہ کے دامن زمین سے قد آدم بلند کردئے گئے تھے۔ مگر یہ بات بصراحت نہیں معلوم ہوئی کہ اُس وقت سفید کپڑا بھی کعبے کے گرد لپیٹا گیا تھا یا صرف غلاف کے دامنوں کو اونچا کردینے کا نام ہی احرام تھا

کعبے کے احرام باندھنے کے وجوہ مختلف بیان کئے جاتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ان دنوں چونکہ حاجیوں کا بڑا ہجوم ہوتا ہے اور طواف کے وقت بدویوں کا جہاں تک ہاتھ پہونچتا ہے غلاف پھاڑ کرلے جاتے ہیں۔ اس لئے احرام باندھنے کا طریقہ اختیار کیا گیا۔ لیکن زیادہ قرین قیاس یہ وجہ ہے کہ حج سے قبل ہی غلاف کی خرید و فروخت شروع ہوجاتی ہے اور بہت سے حاجی اسکے متلاشی نظر آتے ہیں اس لئے بنی شیبہ بغرض فروخت چار پانچ گز غلاف لٹکا کر اس کی جگہ سفید کپڑا کعبے کو اڑھا دیتے ہیں۔ بہت سے حاجی اور خصوصاً بدوی تبرکاً اس احرام کو بھی پھاڑ کرلے جاتے ہیں۔ اُن کے نزدیک یہ کوئی چوری نہیں ہے۔ میں نے ۱۳۴۵ھ میں دیکھا تھا کہ کسی نے چار گز احرام کعبہ غائب کردیا تھا اور نیا غلاف ڈالنے تک اس کی جگہ اور کپڑا ابھی نہیں لپیٹا گیا تھا۔

(۴) الف غلاف کعبہ کی تقسیم و فروخت

حضرت عمرؓ ہر سال پرانے غلاف کو اتار کر حاجیوں میں تقسیم کرادیا کرتے تھے حضرت عثمانؓ کے زمانے میں بھی ایسا ہی ہوتا رہا یہاں تک کہ انہوں نے غلاف کعبہ کا ایک ٹکڑا کسی ناپاک عورت کے پاس دیکھا اس کے بعد سے غلاف کو زمین میں دفن کردینے کا حکم دیا اور قدیم غلاف دفن کیا جانے لگا۔ مگر حضرت عائشہؓ کے فتوے پر کہ:۔

"کعبے سے جب غلاف علحدہ کرلیا گیا تو اس کو کسی ناپاک عورت کے چھو لینے میں بھی مضائقہ نہیں ہے۔ پس اس کو دفن نہ کرنا چاہئے بلکہ فروخت کرکے اس کی قیمت غریبوں اور مسافروں میں تقسیم کردینی چاہئے۔"

غلاف کا دفن کرنا موقوف کردیا گیا۔ لیکن اس زمانے میں ام المومنین کے فتوے کے صرف پہلے جز پر عمل کیا جاتا ہے اور دوسرا جز بھول گئے ہیں یعنی غلاف بکنے لگا مگر اس کی قیمت غریبوں کو نہ بانٹ کر خدام کعبہ اپنے ہی صرف میں لانے لگے۔

تقی الدین فاسی کہتا ہے:۔

امرائے مکہ ہر سال باب کعبہ کا پردہ اور اسی طرف کی دیوار کا پورا غلاف یا اس کے بدلے میں چھ ہزار درہم بنی شیبہ سے لے لیا کرتے تھے۔ ۷۶۰ھ ہجری میں شریف مکہ سید عدنان بن مغامس نے یہہ طریقہ موقوف کردیا۔ پھر سید حسن بن عجلان نے (جس کی حکومت ۷۹۸ھ سے ۸۲۹ھ تک رہی) اپنی ولایت کے دو سال بعد یہ طریقہ اختیار کیا کہ پردۂ باب کعبہ اور مقام ابراہیم کا غلاف خود لیکر سلاطین کے پاس بھیجنے لگا اور اُس وقت سے یہ طریقہ ۸۱۹ھ تک جاری رہا۔

(جامع اللطیف)

ہمارے زمانہ میں جب تک حجاز پر سلاطین آل عثمان کی حکومت رہی یہہ طریقہ جاری رہا کہ غلاف کے زرین ٹکڑے عموماً شریف مکہ کا حق ہوتے تھے لیکن جس سال جمعہ کو حج ہوتا تو وہ ٹکڑے سلطان المعظم کے پاس بھیجدیئے جاتے تھے۔ باقی غلاف کے مالک بنی شیبہ ہوتے تھے۔ شریف کی حکومت کے زمانے

میں غلاف کے زرین قطعات بلاشرکت غیرے شریف کا حق تھے۔ اب کہ حجاز پر سلطان ابن سعود کی حکومت ہے حسب دستور قدیم زرین حصے سلطان کے پاس بھیج دیئے جاتے ہیں اور باقی غلاف شیخ شیبی لے لیتا ہے۔ جلالتہ الملک سلطان ابن سعود سے ہم کو امید ہے کہ آئندہ وہ ام المومنین کے فتوے پر عمل پیرا ہو جائیں گے۔ اگرچہ عام طور سے غلاف کعبہ کے زرین قطعے سلاطین و اشراف مکہ کے حصے ہی میں آتے تھے لیکن کبھی کبھی کسی خوش النصیب حاجی کو بھی مل جاتے تھے۔ معمولی غلاف کے چھوٹے بڑے ٹکڑے بنی شیبہ سے اہل مکہ خرید کر حج کے دنوں میں حاجیوں کے ہاتھ نفع سے فروخت کرتے ہیں۔ زرین ٹکڑوں کی قیمت کا اندازہ مشکل ہے۔ اول تو ان میں چاندی بھی بہت ہوتی ہے۔ دوسرے خوشنمائی و خوشخطی کے اعتبار سے وہ بیش بہا چیز سمجھی جاتی ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ تبرک ہے اور تبرک کی قیمت کی کوئی حد نہیں۔ اس لئے عموماً ان کا سودا خریدار و نکی عقیدت اور بیچنے والوں کی ضرورت کے لحاظ سے ہوا کرتا ہے اور سینکڑوں ہزاروں روپئے میں ایک ایک ٹکڑا جاتا ہے۔

معمولی غلاف جس پر کلمہ بنا رہتا ہے اُس کی قیمت بھی مختلف حالتوں میں مختلف ہوتی ہے اور اسی وجہ سے سیاحوں نے اپنے سفرناموں میں اس کا نرخ مختلف لکھا ہے۔ کم سے کم پانچ روپئے گز اور زیادہ سے زیادہ آدھ گز مربع کی جس میں پورا کلمہ آجاتا ہے پندرہ روپئے قیمت لکھی ہے۔ فرسودہ پھٹا پرانا غلاف سستا مل جاتا ہے۔ اور چمکدار حصے زیادہ قیمت میں بکتے ہیں۔ میں نے ۱۳۴۵ھ میں ایک گز چوڑے اور ڈیڑھ گز لمبے ٹکڑے کی قیمت مع ایک اور چھوٹے ٹکڑے کے جس پر پورا کلمہ تھا (۵۲) روپیے آٹھ آنے دی تھی۔ اس طرح ایک ایک کلمہ ساڑھے دس دس روپیے میں پڑا تھا۔ یہ غلاف نہایت صاف چمکدار اور مضبوط ہے اس کا رنگ بھی بہت کم اُڑا ہے۔

بیت اللہ کے باب الصفا کے متصل کئی دکانیں ہیں جن میں غلاف کے معمولی اور زرین و ریشمی حصے فروخت ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ باب الصفا کے سامنے اور بیت اللہ کے دوسرے دروازوں کے آگے بھی بعض لوگ معمولی غلاف کے ٹکڑے بیٹھے بیچتے ہیں۔ بعض حاجی کلید بردار کعبہ اور دوسرے معزز اشخاص کے ذریعہ سے بھی غلاف خریدتے ہیں۔

(ب) مصنوعی غلاف کعبہ

بعض مسلمان سیاحوں نے اپنے سفرناموں میں مصنوعی غلاف کعبہ کا ذکر بھی کیا ہے۔ اس کی

نسبت اُن کا بیان ہے کہ اصلی غلاف کے نمونے پر بنایا جاتا ہے اور کہ مُعظمہ میں جتنے دام ملجاتا ہے
ان صاحبوں نے یہ نہیں لکھا کہ نقلی غلاف کہاں سے آتا ہے۔ کون لوگ بناتے ہیں۔ اور اس میں اہل ایشیا
کا دخل ہے یا یہ بھی اہل یورپ کی کارستانی ہے۔ حج کو جانے سے قبل مجھے افسوس ہوا تھا کہ اس تبرک
کے ساتھ بھی دغل فصل ہونے لگا۔ مگر وہاں جا کر معلوم ہوا کہ غلاف فروشی کوئی دھوکا دہی نہیں ہے
البتہ بیچنے والے اپنے فائدہ کے لئے یا خریداروں کو الو بنانے کے واسطے ایسے فقرے کہدیتے ہیں جن سے
خریدار شبہ میں پڑ جاتا ہے جب کوئی شخص اچھا بڑا ٹکڑا کم قیمت میں خرید کر اُس کے حوالے سے کسی
دوسری دکان پر خریدنا چاہے تو دکاندار فوراً کہدیتا ہے کہ تمہارا ٹکڑا اصلی کب ہے۔ اسی طرح اپنے
کہنہ ٹکڑے کی قیمت بڑھانے کے لئے اس کے مقابلہ میں ثابت ٹکڑے کو مصنوعی کہدیتے ہیں۔

(۵) غلاف کعبہ کی تقسیم و فروخت کی نسبت علما کی رائے

ہم پیشتر کہہ چکے ہیں کہ حضرت عمرؓ پرانا غلاف حاجیوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے حضرت
عثمانؓ کے زمانے میں بھی اولاً یہی عمل رہا۔ پھر قدیم غلاف دفن کر دیا جانے لگا۔ اس کے بعد ام المومنین
حضرت عائشہؓ کے فتوے پر غلاف فروخت کر کے اس کی قیمت غریبوں میں تقسیم ہونے لگی۔ رفتہ رفتہ
بنی شیبہ بلا شرکت غیرے غلاف کعبہ کے مالک ہو گئے۔ اب عرصۂ دراز سے حضرت عائشہؓ کے حکم کے صرف پہلے
جز کی تعمیل ہو رہی ہے مگر دوسرا جز مسلمان بھول گئے یعنی غلاف کو بیچ تو دیتے ہیں مگر غریبوں کو
نہیں بانٹتے۔

علمائے متقدمین و متاخرین نے غلاف کعبہ کی فروخت کے بارے میں بڑی بڑی بحثیں کی
ہیں اور اُن میں بڑا اختلاف ہے۔ مولوی فخر الدین قاضی خاں اپنے فتاوی کی کتاب الوقف میں
لکھتے ہیں کہ غلاف کعبہ کو بادشاہ وقت فروخت کر سکتا ہے۔ اس کے روپئے سے ضروریات کعبہ کی تکمیل
کر سکتا ہے۔ اور صرف بادشاہ ہی کعبہ کا متولی ہو سکتا ہے کسی دوسرے کو یہ حق نہیں ہے۔ سراج الوہاج
میں ابو بکر حدادی نے غلاف کعبہ کا فروخت کرنا۔ ایک مقام سے دوسرے مقام پر لے جانا۔ اس کو کاٹنا
اور اس کے ٹکڑوں کو قرآن شریف میں رکھنا سب ناجائز قرار دیا ہے۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ:۔

کعبے کی چیزوں میں سے اگر کوئی شخص کوئی چیز لے آئے تو اس چیز کو واپس کر دینا چاہیے۔ یہ کہنا درست نہیں ہے کہ ہم نے اس کو بنی شیبہ سے خریدا ہے۔ بنی شیبہ اس کے مالک نہیں ہیں۔

غلاف کعبہ کی فروخت کے متعلق علامہ نجم الدین طرطوسی نے قول فیصل ان اشعار میں بیان کیا ہے:۔

وما على الكعبة من لباس ٭ ان رثّ جائز بيعه للناس
ولا يجوز اخذه بلا اشترا ٭ للاغنياء وليس للفقرا

جس کا مطلب یہ ہے کہ کعبے کا تو کوئی لباس ہے نہیں مگر غیر جس کو لباس کعبہ کہا جاتا ہے جب وہ پرانا ہو جائے تو لوگوں کے ہاتھ اس کا فروخت کرنا جائز ہے لیکن امیروں کو بلا قیمت لینا جائز نہیں ہے البتہ غریب مفت بھی لے سکتے ہیں۔

علمائے متاخرین کا یہ فیصلہ ہے کہ سلطان وقت کو اختیار ہے چاہے وہ غلاف کعبہ کسی کو مفت دیدے چاہے فروخت کر دے۔

(۶) غلاف کعبہ بطور تبرک

خدا سے محبت رکھنے والے مسلمان غلاف بیت اللہ کے ٹکڑے شوق و محبت سے اپنے پاس رکھتے ہیں۔ مسلمان کے گھر میں غلاف کا ٹکڑا موجب خیر و برکت سمجھا جاتا ہے۔ غلاف کی چھوٹی چھوٹی دھجیاں قرآن شریف میں نشانی و یادداشت کے طور پر رکھی جاتی ہیں جس سے یہ غرض ہوتی ہے کہ تلاوت کلام اللہ کے ساتھ ساتھ غلاف بیت اللہ کی بھی زیارت ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والوں کے نزدیک اس کے گھر کے کپڑے کا دیکھنا۔ چھونا۔ چومنا۔ اور آنکھوں سے لگانا سب عبادت ہے۔ غلاف کعبہ کی صدریاں بھی بنائی جاتی ہیں جو بادشاہوں۔ امیروں۔ اور فوجی عہدہ داروں کے لائق تحفہ سمجھی جاتی ہیں۔ ان کے پہننے والے کی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس پر ہتھیار کارگر نہیں ہوتا۔ اب سے چند سال قبل باب کعبہ کا پردہ حضرت امیر حمزہؓ اور جنابہ سیدہ فاطمہ زہراؓ کے مزار پر ڈالا جاتا تھا۔ غلاف کے زریں حصے سلاطین آل عثمان کے مقبروں پر ڈالے جاتے رہے ہیں غلاف کے بڑے بڑے ٹکڑے چادر کے طور پر جنازوں پر بھی ڈالتے ہیں۔ معمولی غلاف کا ٹکڑا مُردے کے

سینے پر کفن کے اندر رکھ دیا جاتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو تعویذوں میں منڈھکر یا خود اُن کے تعویذ بناکر نظر بد وغیرہ کے لئے بچوں کے گلے میں ڈالتے ہیں۔ گاؤں گھوس میں جس فقیر یا مُلّا کے پاس غلاف کعبہ کا ٹکڑا ہوتا ہے وہ بڑا بزرگ سمجھا جاتا ہے اور ہر قسم کی بیماری و آسیب کے لئے وہ کپڑا تیر بہدف علاج تصور ہوتا ہے۔

ہندوستان کی بعض عورتیں جو اپنے تئیں حاجی بتاتی ہیں دوسرے تبرکوں کے ساتھ غلاف کا ٹکڑا بھی لئے پھرتی ہیں اور مسلمانوں کی آنکھوں سے لگا لگا کر پیسے وصول کرتی ہیں۔ میں نے اس قسم کی بہت سی عورتوں سے غلاف کی زیارت کے لئے بات چیت کی ہے اور مختلف سوالات کرکے ان کے دلوں کو ٹٹولا ہے مگر اکثر کو دھوکے باز پایا بعض کے پاس اصلی غلاف کعبہ بھی نہ تھا۔ یہ نہ معلوم کس سیاہ کپڑے میں عطر لگا کر غلاف بنا لیا تھا۔ خوش عقیدہ اور ناسمجھ عورتوں کو ٹھگنے کے لئے یہ اپنے تئیں حجن ظاہر کرتی ہیں اور بعض اوقات اس آڑ میں بڑے بڑے غپے دیدیتی ہیں۔

۷) غلاف کعبہ کے بیش بہا ٹکڑے حیدرآباد میں

ریاست حیدرآباد میں جہاں تک مجھے معلوم ہوا تین چار جگہ غلاف کعبہ کے چھوٹے چھوٹے زرین حصے موجود ہیں۔ ایک صاحب کے پاس حرام کعبہ کا اتنا بڑا ٹکڑا بھی ہے کہ وہ تابوت پر چادر کی طرح ڈالا جا سکتا ہے۔ اس کی لمبائی ڈھائی گز اور چوڑائی ڈیڑھ گز ہوگی۔ کسی بڑے آدمی کے مرنے پر ہی اس کی زیارت ہو سکتی ہے۔ اب سے آٹھ برس قبل جب میں نے "تاریخ غلاف کعبہ" لکھی تھی اس وقت اس کی زیارت سے مشرف ہونا چاہا تھا مگر جن لوگوں کے اختیار میں اس کا دکھانا تھا اُن کی گفتگو سے میری سمجھ میں یہ آیا کہ:۔

درین موسم کہ باغ از فرط نزہت	بود خوانے پُر از الوان نعمت
کلید در بدست باغبانے است	عجائب حاتم سالار خوانے است

حیدرآباد میں غلاف کعبہ کا سب سے بڑا تبرک میرے مخدوم و مکرم مولانا الحاج سید احمد محی الدین صاحب مددگار ناظم بنگلات وظیفہ یاب کے پاس ہے۔ حاجی صاحب ممدوح ۱۳۴۵ھ میں

جب کہ یہ فقیر بھی حج کو گیا تھا۔ حیدرآبادی قافلے کے امیر الحاج مقرر کئے گئے تھے۔ آپ نے بڑے حسن عقیدت اور جوش دلی کے ساتھ فریضۂ حج ادا کیا تھا۔ میں نے اُن کو بزرگانہ اوصاف سے متصف پایا۔ خدا اور خدا کے گھر سے جو محبت اُن کو ہے۔ اُس کی کھلی ہوئی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے حزام یعنی غلاف کعبہ کی ایک زرین پٹی بمقام ابراہیم کے زرین غلاف کا ایک حصہ اور سنہری کام کا ایک دائرہ یہ تین تبرک ایک سو گنی یعنی کوئی ڈیڑھ ہزار روپے میں خریدے ہیں۔ یہ بھی مولوی صاحب کی خوش نصیبی و نیک نیتی کا ثمرہ ہے کہ ایسا زبردست تبرک اس قیمت میں مل گیا۔ اس کی لاگت خوشنمائی اور تبرک ہونے کی حیثیت سے یہ رقم کچھ بھی نہیں ہے۔ اگرچہ ہم سابق میں حزام وغیرہ کی توضیح بقدر ضرورت کر چکے ہیں مگر یہاں بھی مولوی صاحب کے اُن تینوں تبرکات کی تھوڑی سی صراحت ضروری سمجھتے ہیں تاکہ حیدرآباد کے مسلمانوں کو معلوم ہو جائے کہ اُن کے شہر میں کیسی زبردست نعمت موجود ہے۔

(الف)

کعبے کی دو تہائی بلندی یعنی زمین سے (۳۲) فٹ کی اونچائی پر سیاہ غلاف میں سنہری کہتوں کی کوئی دو فٹ چوڑی سی پٹی گرداگرد ٹکی رہتی ہے اس کو حزام کہتے ہیں۔ اس پٹی کے آٹھ ٹکڑے ہوتے ہیں کعبے کی ہر دیوار میں دو دو ٹکڑے آ جاتے ہیں۔ ان پر آیات قرآنی لکھی رہتی ہے۔ مولوی صاحب ممدوح کے پاس جو ٹکڑا ہے وہ سمت مغرب کی دوسری سالم پٹی ہے۔ اس کی لمبائی بیس فٹ آٹھ انچ اور چوڑائی ساڑھے سات انچ ہے۔ اس کا کپڑا نہایت دبیز سیاہ ریشمی مخمل یا قالین نما ہے۔ اس پر ڈیڑھ انچ موٹے اور ہاتھ ہاتھ بھر لمبے اُبھرے ہوئے حروف میں سنہری تاروں سے سورۂ حج کی یہ آیت کڑھی ہوئی ہے۔

"لیشہدوا منافع لہم ویذکروا اسم اللہ فی ایام معلومات علی ما رزقہم من بہیمۃ الانعام فکلوا منہا واطعموا البائس الفقیر ثم لیقضوا تفثہم والیوفوا نذورہم والیطوفوا بالبیت العتیق"

جس کا مطلب یہ ہے کہ:۔

تاکہ لوگ اپنے فائدے کے لئے یہاں حاضر ہوں اور مقررہ دنوں میں اللہ کے نام پر قربانیاں کریں تم کو یہ بھی اجازت ہے کہ اس قربانی میں سے تم بھی کھاؤ اور محتاج مصیبت زدہ کو بھی دو۔ اس کے بعد

لازم ہے کہ لوگ نہائیں اپنی نیتیں پوری کریں اور بیت اللہ کا طواف کریں۔

اس حزام کا خط خوشخط ثلثی کا بہترین نمونہ ہے جو مصر کے شہرۂ آفاق خوشنویس عبداللہ زاہد بک کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اور جو خدیو اسمٰعیل پاشا کے زمانہ سے محفوظ چلا آرہا ہے اسکا تھوڑا سا اندازہ اس عکسی تصویر سے ہو سکتا ہے جو ہم نے اس کتاب میں دی ہے۔ اس کے دیکھنے سے آنکھوں میں نور آتا ہے۔ اس کا زردوزی کا کام معمولی سلمے ستارے یا کلابتون کا نہیں ہے بلکہ اس کو خالص چاندی کے تارون سے جن پر اعلیٰ درجے کا طلائی ملمع چڑھا ہوا ہے کاڑھا گیا ہے۔ تھوڑے فاصلہ سے تو یہ بالکل سونے کا دو فٹ چوڑا پترہ ہی نظر آتا ہے لیکن قریب سے بھی دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سونے کے حروف کاٹ کر رکھدیئے ہیں۔ حرفون کی لمبائی ہاتھ ہاتھ بھر کی ہے اور عجیب و غریب طغرون میں لکھا گیا ہے۔ زیر زبر آٹھ آٹھ انگل لمبے ہیں اور کہیں کہیں روپئے روپئے برابر گول نقطے جو لگادئے ہیں وہ ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ مخمل پر اشرفیاں جڑ دی ہیں

میرے حساب سے جو مملکت مصر کے موازنہ جات غلاف کعبہ سے لگایا گیا ہے صرف اس حزام کے ایک ٹکڑے میں ساڑھے چار سیر خالص چاندی ہوگی۔

(ب)

مقام ابراہیم کے غلاف کے علحدہ علحدہ چار ٹکڑے ہوتے ہیں جو اُس قبے پر ڈالے جاتے ہیں جس میں حضرت ابراہیم کے قدمون کے نشان کا پتھر محفوظ ہے۔ اور جس کی نسبت قرآن شریف میں ارشاد ہوا ہے:۔ **واتخذوا من مقام ابراهيم مصلّى** یعنی مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھا کرو۔ اس غلاف پر آیات قرآنی اس ترکیب سے کڑھی رہتی ہیں کہ ایک ٹکڑے سے شروع ہو کر چوتھے ٹکڑے پر ختم ہوتی ہیں اور بہ ظاہر ہر ٹکڑا پورا اور مکمل نظر آتا ہے۔ حاجی صاحب ممدوح کے پاس اس غلاف کے سامنے کے رخ کا قطعہ ہے اور ترتیب کے اعتبار سے یہ پہلا ٹکڑا ہے۔ قبے پر ڈالنے کی وجہ سے ان ٹکڑون کو گاؤدم رکھتے ہیں جو اوپر سے کم اور نیچے سے زیادہ چوڑے ہوتے ہیں۔ اس ٹکڑے کی لمبائی چھ فٹ نو انچ ہے اور اس کی چوڑائی اوپر کی جانب دو فٹ چھ انچ اور نیچے چار فٹ چار انچ ہے۔ اس کا کپڑا بھی سیاہ مخمل کے مانند ہے۔ اس کے حاشیے کے نقش و نگار سیاہ کپڑے پر سنہری روپہلی تار کے ہیں۔ بیچ میں سنہری تار سے آیات وغیرہ کڑھی ہیں اور جن کو

ہر آیت چوتھے رخ پر پوری ہوتی ہے اس وجہ سے جو آئتین اس ایک ٹکڑے پر آئی ہیں وہ مکمل نہیں ہیں اسی لئے ہم نے اُن کا ترجمہ بھی نہیں کیا۔ ان آیات وغیرہ کی تفصیل یہہ ہے:-

(۱) اوپر کی پہلی سطر میں سبز اطلس پر (بسم اللہ اور واذجعلنا البیت کڑھا ہوا ہے۔

(۲) اس کے بعد سرخ اطلس پر تین سطرین ہیں پہلی سطر میں (بسم اللہ الرحمن الرحیم) دوسری میں واذ قال ابراھیم رب ارنی کیف یحی الموتی۔ تیسری میں۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ان اول بیت وضع للناس الذی۔

(۳) اس کے بعد سبز اطلس پر پانچ سطرین ہیں جن میں سے پہلی سطر میں "اللہ جل جلالہٗ" اور "محمد صلی اللہ علیہ وسلم" دوسری سطر میں بسم اللہ الرحمن الرحیم" تیسری سطر میں" قل کل یعمل علی" چوتھی سطر میں اھدی سبیلا" باقی زمین سیاہ ہے۔ توضیحاً اسکی عکسی تصویر ملاحظہ ہو۔

میرے خیال میں تخمیناً سیر بھر چاندی اس قطعے میں بھی ہوگی۔

(ج)

غلاف کعبہ کے اجزا میں کوئی ڈھائی ڈھائی فٹ مربع زرین کام کے چار ٹکڑے بھی ہوتے ہیں۔ اُن کو رنوکہ کہتے ہیں۔ یہ چارون ٹکڑے کعبے کی شرقی دیوار کے غلاف میں حرام سے نیچے ٹانکے جاتے ہیں دو تو کعبے کے دروازے کے اوپر ایک اِدھر ایک ادھر اور دو ٹکڑے دیوار کے دونوں سِرون پر۔ انہیں ٹکڑون میں سے ایک ٹکڑا مولوی صاحب کے پاس ہے اس کا کپڑا بھی وہی سیاہ مخمل بنا ہے۔ اس کی لمبائی دو فٹ ساڑھے سات انچہ اور چوڑائی دو فٹ دو انچہ ہے۔ اس پر ایک دائرے کے اندر بخط طغریٰ بسم اللہ و قل ھو اللہ سنہری تارون سے کاڑھی گئی ہے۔ اس کے بعد چھ جگہ "اللہ" لکھ کر ایک دائرہ بنایا ہے یہہ سب سنہری کام کا ہے۔ پھر بیچوں بیچ میں چار جگہ "اللہ" ایک طغریٰ کی شکل میں روپہلی تارون سے کڑھا ہوا ہے خط کے اعتبار سے یہہ بھی بے مثل چیز ہے۔ اس میں خالص چاندی کا وزن تخمیناً ڈیڑھ پاؤ ہے۔

افسوس ہے کہ اہل حیدر آباد کو ان عظیم الشان تبرکات کا حال پوری طرح نہیں معلوم اور جن لوگون نے باوجود علم کے ان کو نہ دیکھا اُن پر افسوس ہے۔ مولوی صاحب نے گذشتہ دو تین سال میں

اخبارات کے ذریعے سے ماہ ربیع الثانی میں معمولی طور پر یہ اطلاع دی تھی کہ کاچی گوڑہ اسٹیشن کی مسجد میں یا مولوی صاحب کے مکان پر اس تبرک کی زیارت کرائی جائیگی۔ اور مردوں عورتوں کے لئے علیحدہ علیحدہ دن بھی مقرر کئے تھے۔ مگر غالباً لوگوں نے اسے معمولی غلاف کعبہ سمجھا جو بعض مسجدوں میں جمعے کے دن زیارت کے لئے رکھدیا جاتا ہے۔ اس وجہ سے کافی تعداد میں لوگ جمع نہیں ہوئے۔ اگر صراحت کے ساتھ ان تبرکات کی کیفیت سے آگاہ کر دیا جاتا کہ یہ کیا چیزیں ہیں اور ان میں کیا خصوصیت ہے تو تقریباً اس کثرت سے لوگ جمع ہوتے کہ جگہ بھی کافی نہ ہوتی۔ چونکہ اس تبرک کو پھیلا کر رکھنے کے لئے متعدد میزوں کی ضرورت ہوتی ہے جن کے واسطے کم سے کم آٹھ گز لمبا کمرہ درکار ہے اس لئے خاطر خواہ اس کی زیارت کا انتظام بھی اب تک نہ ہو سکا۔ ہم کو اب معلوم ہوا ہے کہ مولوی صاحب ممدوح اپنے مکان واقع اعظم جاہی سڑک میں ایک خاص کمرہ ان تبرکات کے لئے بھی تعمیر کرا رہے والے ہیں جس میں کافی ادب و تعظیم کے ساتھ ان کو رکھا جائیگا اور خاص تقاریب میں عام و خاص کو زیارت سے مشرف ہونے کا موقع دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ مولوی صاحب کی عمر میں برکت دے اور اُن کے اس مبارک ارادے کو پورا فرمائے۔ اس فقیر نے مولوی صاحب کے دولت خانہ پر ان تبرکات کی زیارت کی اور اگرچہ مکہ معظمہ میں بھی اُن کی زیارت سے مشرف ہو چکا تھا مگر حیدرآباد میں یہ چیزیں دیکھ کر بیت اللہ کا سماں آنکھوں میں پھر گیا اور قلب پر ایک خاص کیفیت طاری ہوئی۔ جس بزرگ نے مجھے اس نعمت سے بہرہ ور فرمایا اللہ تعالیٰ اُس کو جزائے خیر دے۔

شیفتگان جمال حضرت بیت اللہ سے مجھے توی امید ہے کہ اس کی دید سے نصیب سعادت و برکت کریں گے اور جس کعبے کے دیدار کے لئے وہ بر و بحر کی دشوار گذار راہیں قطع کرتے ہیں اس کے جلوے کا ایک کرشمہ گھر بیٹھے دیکھ لیں گے۔ اس کے بعد کیا عجب ہے کہ کعبے کی کشش اُن کو کعبے تک پہونچا دے۔

پردہ نشین مستورات کے لئے یہ تبرک ایک نعمت غیر مترقبہ ہے حج کو جانے کے بعد بھی وہ بیت اللہ میں غلاف کعبہ کی ایسی سہولت کے ساتھ زیارت نہیں کر سکتیں۔ مردوں کے ہجوم کی وجہ سے عموماً ان کو کعبے سے دور ہی رہنا پڑتا ہے اور حرام و غلاف مقام ابراہیم کی زیارت تو ان کے لئے تقریباً ناممکن ہے جن خواتین نے جناب مولوی صاحب کے مکان پر اطمینان کے ساتھ اس تبرک کی زیارت کی ہے ان کی آنکھیں روشن ہوگئیں اور مولوی صاحب کی محترم بیگم صاحبہ کے اخلاق و محبت کی شکر گذار واپس ہوئیں۔

سولہویں فصل

نیا غلاف کعبہ

(۱) کعبے پر نیا غلاف چڑھانا

خلفائے بنی امیہ و بنی عباس و بنی فاطمہ کے زمانے میں سال میں دو بار یا بعض اوقات تین مرتبہ بھی نیا غلاف ڈالا گیا ہے اور اس کے ڈالنے کی تاریخیں بھی مختلف رہی ہیں جیسا کہ علیحدہ ذکر کیا جا چکا ہے۔ ۵۷۹ھ میں جبکہ ابن جبیر نے حج کیا تھا نیا غلاف تیرہویں ذی الحجہ کو ڈالا گیا تھا۔ اور اس کو کعبے تک پہنچانے میں دھوم دھام بھی ہوئی تھی جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:-

قربانی کے دن امیر عراقی کے قیام گاہ سے کعبے کا غلاف چار اونٹوں پر لاد کر قاضی کے ہمراہ بھیجا گیا۔ قاضی کا لباس سیاہ تھا اور اس کے ساتھ سپاہی سیاہ علم لئے ہوئے چل رہے تھے پیچھے پیچھے نقارے بجتے آ رہے تھے۔ اس روز یہ غلاف کعبہ شریف کی چھت پر رکھ دیا گیا اور تیرہویں تاریخ منگل کے دن سب شیبی غلاف چڑھانے میں مصروف ہوئے۔

ہمارے زمانہ میں ہر سال ایک عرصہ دراز سے آٹھویں ذی الحجہ کو نیا غلاف ڈالنے کا دستور ہے۔ اس روز تمام حاجی اور بہت سے مکے والے منیٰ چلے جاتے ہیں۔ بیت اللہ تقریباً خالی ہو جاتا ہے۔ خدام کعبہ اطمینان کے ساتھ پرانا غلاف اتار کر اور کعبے کی دیواروں کو پونچھ پانچھ کر نیا غلاف پہنا دیتے ہیں۔ غلاف بدلنے کا کام زیادہ تر رات کو کیا جاتا ہے اور اس کی تکمیل دسویں ذی الحجہ کی صبح تک ہو جاتی ہے چنانچہ منیٰ سے طواف کے لئے جب حاجی مکے آتے ہیں تو اس وقت کعبے پر ان کو نیا غلاف دکھائی دیتا ہے

شاذ و نادر آٹھویں تاریخ سے قبل بھی حاجیوں کی موجودگی میں غلاف بدل دیا جاتا ہے۔ نیا غلاف ڈالنے کے لئے کئی آدمی درکار ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ کعبے کے اندرونی زینے میں سے چھت پر چڑھ جاتے ہیں ان میں کئی درزی بھی ہوتے ہیں۔ غلاف بھی کعبے کی چھت پر پہونچا دیا جاتا ہے۔ کچھ لوگ نیچے کھڑے رہتے ہیں۔ کعبے کی چھت میں جو کنڈے غلاف باندھنے کے لئے جڑے ہوئے ہیں اُن میں رسیاں باندھ کر گہوارے کی شکل کا ایک جھولا بھی باہر کی جانب لٹکا دیا جاتا ہے جو چرخیوں کے ذریعہ سے اوپر نیچے اوترتا چڑھتا ہے۔ اس میں ایک آدمی بیٹھ کر حزام وغیرہ زریں حصوں کو غلاف میں ٹانک دیتا ہے۔ اور جدھر کوئی جھول آجاتا ہے اُسے بھی درست کر دیتا ہے۔ یہ جھولا کعبے کی بیرونی جانب ہر طرف پہونچایا جاسکتا ہے کعبے کی دیواروں کی جڑ میں باہر کی طرف بھی پیتل کے چھلے لگے ہوئے ہیں اُن میں غلاف کو باندھ دیتے ہیں اس طرح اوپر سے نیچے تک کعبہ غلاف سے ڈھک جاتا ہے اور ہر طرف اگرچہ کئی کئی پٹیاں غلاف کی ہوتی ہیں مگر وہ سب سل سلا کر ایک ہی کپڑا نظر آنے لگتا ہے۔ البتہ کعبے کا پرنالا جسے میزاب رحمت[۱] کہتے ہیں غلاف میں سے باہر نکلا رہتا ہے۔ اور حجر اسود کے اطراف بھی غلاف کتر دیتے ہیں جس سے حجر اسود[۲] صاف نظر آتا ہے۔

(الف) نئے غلاف کی حفاظت۔

بعض اوقات نئے غلاف کو زمین کی رگڑ سے بچانے کے لئے شروع میں کچھ دن تک اس کے نیچے کے دامن کے گوشے چھت میں ٹانک دیتے ہیں جس سے سامنے چاروں طرف دو دو زبانیں سی لٹکتی

[۱] کعبے کا پرنالا شمالی دیوار میں نصب ہے۔ مختلف اوقات میں اس کے رد و بدل کی ضرورت ہوئی ہے اور سلاطین و امراء سونے چاندی وغیرہ کے پرنالے بھیجتے رہے ہیں۔ موجودہ پرنالا سلطان عبدالمجید خاں نے ۱۲۷۳ھ میں بھیجا تھا یہ طلائی ہے اس کی لمبائی کوئی سوا گز اور چوڑائی ایک فٹ ہے۔ اس پر سلطان ممدوح کا نام وغیرہ نہایت خوشخط میں کندہ ہے۔

[۲] حجر اسود کعبہ کے مشرقی و جنوبی گوشے کی طرف زمین سے ڈیڑھ گز بلندی پر جنوبی دیوار میں نصب ہے اس کے لئے دائرے کی شکل میں ہاتھ ہاتھ بھر غلاف کتر دیتے ہیں۔

رہتی ہیں اور کعبے کا نیچے کا حصہ کھلا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ کچھ دن بعد غلاف چھوڑ دیتے ہیں اور تمام عمارت ڈھک جاتی ہے۔ ابن جبیر کے زمانے میں بھی یہہ دستور موجود تھا۔ وہ لکھتے ہیں:۔

جب کعبے کا لباس درست کرچکے تو عجمیوں کے ہاتھ سے پردوں کو محفوظ رکھنے کے لئے اس کے دامن اونچے کردئے۔ بات یہہ ہے کہ یہ لوگ پردوں کو بیدریغ کھینچتے ہیں اور بہ شوق تمام اُن پر گرتے ہیں۔

۱۳۴۵ء میں نئے غلاف کے دامن میں نے اُلٹے نہیں دیکھے۔ البتہ باب کعبہ کا پردہ کبھی کبھی چھوٹا ہوا اور زیادہ تر ہر وقت سمٹا ہوا ایک طرف بندھا رہتا تھا جس سے کعبے کے کواڑ صاف نظر آتے تھے۔ اُس موقعے پر مجھے ذوق کے اس شعر کی تصدیق ہوتی تھی:۔

پردہ درِ کعبہ سے اٹھانا تو ہے آساں
پر برقعِ رخسارِ صنم اُٹھ نہیں سکتا

(ب) نئے غلاف کے بعد کعبے کی خوشنمائی۔

جب کہ کعبہ بالکل عریان رہتا ہے یا جبکہ نئے غلاف سے ڈھکا ہوتا ہے تو عموماً حاجی اور خصوصاً عورتوں کے غول کے غول اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور خوشی سے کلکاریاں لگاتے ہیں۔ نیا غلاف ڈالنے کے بعد کعبے کا منظر نہایت ہی دلکش و دلفریب ہو جاتا ہے۔ مشتاق حاجیوں کے جم غفیر بڑے جوش و خروش کے ساتھ اس کو دیکھنے، چھونے، چومنے اور آنکھوں سے لگانے کے لئے چاروں طرف سے جھپٹتے ہیں اور اس سے لپٹ لپٹ کر دعائیں مانگتے ہیں۔ اس سمے کا ذکر برکہاٹ نے ان الفاظ میں کیا ہے:۔

حقیقت یہ ہے کہ ایک مربع چاردیواری میں ایک بڑی مکعب عمارت کا سیاہ غلاف سے ڈھکا ہوا دکھائی دینا ایک عجیب منظر معلوم ہوتا ہے اور دل پر ایک خاص اثر کرتا ہے۔ چونکہ غلاف ڈھیلا ڈھیلا باندھتے ہیں اس وجہ سے ہوا کا ایک ذرا سا جھونکا بھی اس میں لہریں پیدا کر دیتا ہے اور اس وقت حاجیوں کا مجمع جو کعبے کے گرد ہوتا ہے دعائیں مانگنے لگتا ہے اور نعرہائے خوشی بلند کرتا ہے۔ یہ اُن فرشتوں کی موجودگی کی علامت پائی جاتی ہے جو کعبے کے محافظ ہیں اور حاجی یہہ خیال کرتے ہیں کہ ان کے پروں کی ہوا سے غلاف ہل رہا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ غلاف پر سابیوں کا ہجوم ایک ایسا دلکش و موثر نظارہ ہوتا ہے جس کی تصویر لفظوں میں کھینچنا غیر ممکن ہے۔ اس موقع پر بلبلوں کے پھولوں پر منڈلانے اور شمع پر پروانوں کے صدقے ہونے کی تشبیہ ایک ناقص تشبیہ ہے۔ عرب ایرانی اور ہندوستانی جن کی زبانوں کی عمارت شاعری کی بنیاد پر قایم ہے اور جن کے محاورات میں ہزاروں شاعرانہ استعارے اور تشبیہیں بھری پڑی ہیں کعبے کو ایسے موقعے پر "دلہن" سے مثال دینے لگتے ہیں۔ مثلاً ابن جبیر نے جن کے زمانے میں غلاف کعبہ کا رنگ سبز تھا نیا غلاف ڈالنے کے بعد کعبے کی ان الفاظ میں تعریف کی ہے:۔

"ان پردوں میں کعبہ شریف کا جمال ایسا نظر آتا ہے گویا دلہن کو دیبائے سبز کا غلاف پہنا دیا۔"

(ج) کعبے کی خوشنمائی کی نسبت ایک فرنگی کا خیال

اہل یورپ چونکہ ان جذبات و اثرات سے بے خبر اور ان استعارات سے نابلد ہوتے ہیں وہ ایسے الفاظ سنکر اپنی عقل کے تیر تکے لگانے لگتے ہیں۔ جیسا کہ کپتان برٹن صاحب اپنے سفر نامۂ حجاز کی جلد دوم میں بہ ضمن ذکر غلاف کعبہ فرماتے ہیں:۔

"کعبے کو دلہن یا کنواری سے تشبیہ دینے کی رسم کی اصلیت قدیم زمانے کے رواج سے پائی جاتی ہے گرچے کو بھی کنواری یا دلہن سے نسبت دیتے ہیں۔ اسی طرح کعبے بطور عورت کے خطاب کرتے ہیں۔ مثلاً جب اس کا غلاف اتر جاتا ہے تو اس کو عریانہ (ننگی) کہتے ہیں اور جب اس پر سفید کپڑا لپیٹ دیتے ہیں تو محرمہ یعنی احرام باندھی ہوئی کہتے ہیں۔ عرب کے مشہور شاعر عبدالرحیم برعی نے بھی کعبے کے دلہن ہونے کا خیال اس مصرعے میں ظاہر کیا ہے:۔

وعروس مکۃ بالکرامات یجلی

یعنی مکے کی دلہن (کعبہ) کرامات کے ساتھ جلوہ دکھا رہی ہے۔ شاعر کا یہ خیال غالباً کعبے کے برقعے، ازار اور خواجہ سراؤں کی نگہبانی کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔"

یہ ممکن ہے کہ گرجے کو دلہن یا کنواری سے تشبیہ دینا رسوم قدیم سے ہو اور حضرت مریم کی مناسبت سے اس کو کنواری بھی کہتے ہوں۔ مگر لفظ کعبہ میں (ہ) یا (ۃ) علامت تانیث لفظی موجود ہے اور عربی میں یہ لفظ مونث استعمال ہوتا ہے۔ پس ازروئے قواعد اس کے لئے تمام صفات محرمہ عریانہ وغیرہ تانیث کے

پائے جاتے ہیں بہ‌ٹن صاحب کا یہ کہنا کہ کعبے کے برقعے ازار اور خواجہ سراؤں کو دیکھ کر حضرت عبدالرحیم کو کعبے کے دلہن کہنے کا خیال پیدا ہوا ہے محض ایک قیاس ہے۔ ورنہ لفظ کعبہ جب عربی میں مونث ہے تو اس کے لئے لوازمات تانیث استعمال کرنا یا اس کو دلہن کہنا کوئی حیرت کی بات نہیں ہے۔ بالفرض اگر کعبہ کو مذکر تسلیم کر لیں جیسا کہ اردو میں بولتے ہیں یا تذکیر و تانیث کا کوئی امتیاز ہی نہ کریں جیسا کہ زبان فارسی میں اسمائے غیر ذی روح کی تذکیر و تانیث نہیں ہوتی تو بھی کعبے کو اس کی زیبائش و خوبصورتی کے لحاظ سے دلہن کہنا مقام تعجب نہیں ہے۔ چنانچہ فارسی و اردو میں بلحاظ اسکے کہ کوئی خوشنما چیز مذکر یا مونث ہے اس کو بطور استعارہ و مجاز دلہن یا عروس کہدیتے ہیں اور کعبے کی خوشنمائی و دلفریبی تو اس درجہ مسلم ہے کہ فارسی میں "عروس عرب" ایک محاورہ ہے جس کے معنے کعبے کے ہیں۔ اکثر کتب لغات میں یہ محاورہ موجود ہے۔ اسی طرح بعض اور محاورے بھی لفظ عروس سے مرکب پائے جاتے ہیں۔ مثلاً "عروس بیابان" سے مراد شتران راہ کعبہ ہے۔ "عروس چرخ" آفتاب کو کہتے ہیں۔ حضرت حافظ نے "عروسان گلستان" کو اس طرح نظم کیا ہے:-

نو عروسان گلستان ہمہ زیور بستند
دلبر ماست کہ با حسن خدا داد آمد

خاقانی نے تحفۃ العراقین میں خاص کعبے کو عروس و حور وغیرہ الفاظ سے خطاب کیا ہے۔ وہ فرماتا ہے:-

مانی بہ عروس حجلہ بستہ ؎ در حجلہ چار سو نشستہ
حوری بہ شال عبقری پوش ؎ شاہی بہ مثل دواج بر دوش

بعض اوقات بلالحاظ خوبصورتی بھی فارسی میں بطور استعارہ کسی چیز کو عروس کہہ بیٹھتے ہیں مثلاً:-

عجوزہ ایست عروس زمین و لے ہشدار
کہ این مخدرہ در عقد کس نمی آید

اسی طرح خواجہ حافظ نے ہنر کو عروس ہنر فرمادیا ہے:-

اے عروس ہنر از دہر شکایت منما
حجلۂ حسن بیارائے کہ داماد آمد

اردو لغات کی کتابوں میں بھی عروس کے مجازی معنی خوبصورت۔ عزیز اور پیاری چیز کے ہیں۔ اس

درویش نے اپنے ایک ترجیع بند میں جو مکہ معظمہ کی تعریف میں ہے حاجیوں کے جذبات اور کعبے کی زینت کی تصویر ان لفظوں میں کھینچی ہے:۔

کس ٹھاٹھ کا کعبے نے جوڑا ہے نیا پہنا ؛ مشتاقوں کو دوبھر ہے اب اُس سے جدا رہنا
کیا نور کی دلہن ہے کیا نور کا ہے گہنا ؛ جو نور برستا ہے اُس نور کا کیا کہنا

بالفرض اگر تم نے کل روئے زمین دیکھا
مکہ ہی نہ جب دیکھا تو کچھ بھی نہیں دیکھا

اسی طرح ایک اور نظم میں جس کا عنوان "مشتاق کعبہ" ہے اس فقیر نے غسل کعبہ کی کیفیت ان الفاظ میں ظاہر کی ہے:۔

کیوں آرہی ہیں لپٹیں مشک و گلاب کی اب
کعبے کو کیا مطوف دلہن بنا رہے ہیں

غرض کہ یہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات ہیں اور یہ کوچۂ عشق و صیغۂ محبت ہے اس میں غیروں کی رسائی مشکل ہے۔

ستر ہویں فصل

کعبے کا اندرونی غلاف

اگرچہ ہمارا اصل موضوع کعبے کا بیرونی غلاف ہے جو زمانہ حضرت اسمٰعیل سے یا کم از کم زمانۂ جاہلیت سے لگا کر اس وقت تک کعبے پر ڈالا جاتا رہا ہے اور جو کچھ ہم نے اب تک لکھا وہ سب اُسی غلاف کی نسبت لکھا ہے لیکن ہم اگر اُس غلاف کا یا اُن پردوں کا ذکر نہ کریں جو زمانۂ مابعد میں کعبے کے اندر دیواروں پر لٹکائے جانے لگے تو ہماری تالیف نامکمل رہ جائیگی۔

چوتھی صدی ہجری کے وسط میں ناصر خسرو کے بیان سے اس غلاف کا صرف اس قدر وجود پایا جاتا ہے کہ کعبے کے باہر شرقی و جنوبی گوشے میں جو سنگ اسود نصب ہے اس کے عقب والے گوشے میں کعبے کے اندر زرد اطلس کا ایک پردہ لٹکا رہتا تھا۔

۵۷۹ھ میں ابن جبیر نے حج کیا تھا انہوں نے اندرونی غلاف کعبہ کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ ۷۲۶ھ میں ابن بطوطہ حج سے مشرف ہوا تھا۔ اس وقت بھی کعبے کے اندر دیواروں پہ کوئی پردے وغیرہ نہیں تھے تقی الدین فاسی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے ملک ناصر حسن[1] جیسی سلطان مصر نے ۷۶۱ھ میں کعبے کا اندرونی غلاف روانہ کیا تھا اور وہ تخمیناً ۸۱۶ھ تک جو فاسی کا زمانہ ہے کعبے کے اندر دیواروں پہ لٹکا ہوا تھا۔ اس کے بعد فاسی کے زمانہ ہی میں ملک الاشرف ابو النصر سیف الدین برسبائی[2] سلطان مصر نے ۸۲۵ھ میں سرخ رنگ کا اندرونی غلاف کعبے کے لئے روانہ کیا تھا عموماً والی یا سلطان اندرون کعبے کے لئے سرخ رنگ کا غلاف ہی بھیجا کرتے تھے۔

۹۲۳ھ میں جب آل عثمان کا تسلط مصر و حجاز پہ ہوا تو کعبے کے اندرونی غلاف کا تعلق علاقہ ٹرکی سے ہوگیا اور بیرونی غلاف کا تعلق حسب سابق علاقہ مصر سے باقی رہا۔ اس کے لئے خاص طور پہ دیہات وقف کردئے گئے اور اس کے مصارف کا کفیل خزانہ مملکت مصر قرار دیدیا گیا۔ چنانچہ بیرونی غلاف ہمارے زمانہ تک مصر ہی سے آتا رہا جس کی صراحت اس سے پیشتر بالتفصیل کی جاچکی ہے لیکن اندرونی غلاف سال کے سال نہیں بھیجا جاتا تھا بلکہ جب کبھی کوئی نیا سلطان تخت نشین ہوتا تو اُس وقت قسطنطنیہ یا اس کے کسی علاقہ میں نیا غلاف تیار کرا کے روانہ کیا جاتا تھا چونکہ اس غلاف کا کوئی خاص وقت بھی معین نہ تھا اس لئے برسوں تک اس کی نوبت نہیں آئی تھی لیکن ہمیشہ یہ محمل شاہی کے ساتھ آیا کرتا تھا اور اس وقت پرانے غلاف کو علیحدہ کرکے نیا ڈالدیا جاتا تھا۔ اس غلاف کا رنگ سدا سے سرخ ہی چلا آتا ہے۔ موجودہ اندرونی غلاف سلطان محمد خاں خامس کے زمانہ کا ہے جس پہ سفید حرفوں میں آیات وغیرہ بنی ہیں۔ اس کا عرض ایک گز اور لمبائی بارہ تیرہ گز ہے چھت سے نیچے تک دیواروں پہ مختلف تھان لٹکا کر باہم سی دئے گئے ہیں اس طرح سالم دیواریں پوری طرح

---

[1] ملک الناصر حسن ۷۵۵ھ سے ۷۶۲ھ تک سلطان مصر و حجاز رہا۔

[2] اس کا عہد حکومت ۸۲۵ھ سے ۸۴۲ھ تک ہے۔

اس غلاف سے ڈھکی ہوئی ہیں۔ اس کے کتبوں کی صراحت یہ ہے کہ
سب سے اوپر خوشنما بیضوی دائروں میں "یا منان" اور چھوٹے چھوٹے دائروں میں "یا سلطان" اور "یا سبحان" کڑھا ہوا ہے۔

اس کے بعد ایک سطر میں جو گز بھر کے عرض میں ختم ہوتی ہے لہریئے کی شکل میں آیہ قدنری تقلب وجھك فی السماء فلنولینك ترضها فول وجھك شطر المسجد الحرام ؁ مسلسل تین مرتبہ کڑھی ہوئی ہے۔

پھر دوسری سطر میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پورے عرض میں تین مرتبہ کڑھا ہوا ہے۔

تیسری سطر میں سبحان وبحمدہٖ اور سبحان اللہ العظیم تین جگہ کڑھا ہے۔
نیچے کی جانب ایک گوشے میں کلمۂ طیبہ جلی خط سے بنا ہوا ہے۔

؁ اس کا مطلب یہ ہے کہ تبدیلی قبلہ کے بارے میں ہم تمہاری تمنا کو محسوس کر رہے تھے۔ اب ہم تمہارے لئے ایسا قبلہ مقرر کریں گے جس سے تم خوش ہو جاؤ گے۔ لو۔ اب اپنا منہ مسجد الحرام کی طرف پھیر دو۔

پہلی فصل

محمل کی ایجاد

اگرچہ محمل کے نام سے کسی نہ کسی طور پر تمام دنیا کے مسلمان واقف ہیں تاہم اس کی تھوڑی سی تشریح اس جگہ بے محل نہ ہوگی۔ محمل کے معنی بوجھ اٹھانے والی چیز کے ہیں۔ مراد اس سے وہ کجاوہ یا کھٹولا ہے جو اونٹ کی پیٹھ پر باندھ دیا جاتا ہے اور اس کے اوپر غلاف یا پردہ ڈالنے سے پردے کی سواری بن جاتی ہے اور اس میں خصوصاً عورتیں بیٹھتی ہیں۔

خدیو عباس حلمی پاشا کے سفرنامہ رحلۃ الحجازیہ کے مولف محمد تبنونی لکھتے ہیں کہ آنحضرت نے خانہ کعبہ کے لئے کچھ تحفے اور ہدیے ایک محمل میں روانہ کئے تھے اور اس لحاظ سے وہ قافلہ حجاج کے ساتھ روانگی محمل کی رسم حضور سرورِ عالم کے زمانے سے بتاتے ہیں۔

ہندوستان کے مشہور شیعہ مولوی مقبول احمد صاحب نے جو اپنی تالیفات و تصنیفات کی وجہ سے بڑا نام پیدا کر چکے ہیں اپنے ترجمہ قرآن میں محمل کو ——— ام المومنین حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا کے محمل کی یادگار بتایا ہے۔ (قرآن مجید ترجمہ مولوی مقبول[۱] احمد صاحب مطبوعہ مقبول پریس دہلی حاشیہ سورۂ احزاب صفحہ ۶۷۵)

مولوی صاحب موصوف کے خیال کی تائید کسی تاریخ سے نہیں ہوتی اور نہ خود انہوں نے کسی کتاب کا حوالہ دیا ہے بلکہ "قول مترجم" لکھکر محض خیال کیا ہے۔

جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب کنز المدفون میں لکھا ہے کہ مکے روانہ کرنے کے لئے سب سے پہلے جس شخص نے محمل ایجاد کیا وہ حجاج بن یوسف[۲] ہے۔

برکہارٹ اپنی کتاب بدوی و وہابی میں لکھتا ہے کہ محمل کی رسم بدویوں کے علم جنگ سے نکلی ہے جسے وہ لوگ مرکب یا عطف کہتے ہیں۔ بدویوں کا علم جنگ لکڑی کا ایک بہت بڑا ڈھانچ ہوتا ہے

[۱] مولوی مقبول احمد صاحب نے محمل کی جگہ لفظ "ڈولا" استعمال کیا ہے۔ معلوم نہیں مولوی صاحب موصوف کی مراد اس سے وہ محمل ہے جس میں حضرت عائشہ جنگ جمل میں سوار تھیں یا اور کچھ۔ جنگ جمل ۳۶ھ میں ہوئی تھی حضرت عثمان کے قتل پر بعض صحابہ کو یہ مغالطہ ہو گیا تھا کہ حضرت علی رض کے ایما سے وہ قتل کئے گئے ہیں۔ آخر نوبت جنگ کی پہونچی۔ کچھ لوگ حضرت علی رض کے ساتھ ہو گئے اور کچھ حضرت عائشہ کی سرکردگی میں دوسری طرف۔ بہت سے قریبی رشتہ دار ایک دوسرے کے مقابلے پر تلوار اٹھا کر آئے۔ مثلاً حضرت عائشہ کے بھائی محمد بن ابوبکر حضرت علی رض کی طرف تھے اور حضرت علی رض کے پھوپی زاد بھائی زبیر حضرت عائشہ رض کی جانب۔ بصرہ پر لڑائی ہوئی۔ حضرت عائشہ رض ایک اونٹ پر محمل میں سوار تھیں حضرت علی رض کے ساتھی یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح اس اونٹ کا خاتمہ کر دیا جائے تاکہ لڑائی ختم ہو۔ اس محمل پر اتنے تیر مارے گئے تھے کہ خار پشت کی شکل بن گیا تھا اور محمل کے اونٹ کی حفاظت میں ستر آدمیوں کے ہاتھ کٹے تھے۔ بالآخر حضرت محمد بن ابوبکر نے اس اونٹ کے پاؤں کاٹ ڈالے اور محمل زمین پر آ رہا۔ اس وقت لڑائی ختم ہو گئی۔ حضرت علی رض نے حسنین کو حضرت عائشہ رض کی خدمت میں روانہ کیا اور حفاظت کے ساتھ ان کو مدینے بھیج دیا۔ اس عجیب و غریب اونٹ کی وجہ سے جس پر ہزاروں کا دانت تھا اس جنگ کا نام جنگ جمل یعنی اونٹ کی لڑائی مشہور ہے۔

[۲] حجاج بن یوسف خلیفہ عبدالملک بن مروان کا کمانڈر رہا۔ عالم اسلام میں اس کا ظلم ضرب المثل ہے یہ ۴۲ھ میں پیدا ہوا ۹۵ھ میں مرا۔

جیسے اونٹ پر رکھدیتے ہیں۔ اس کی تائید ایک اور انگریز کے بیان سے بھی ہوتی ہے۔ چھٹی رائل رجمنٹ کے کپتان لیچ مین جنہوں نے ۱۹۱۰ء میں عراق عرب کا سفر کیا تھا قبیلۂ رویلہ و قبیلہ شمر کا ذکر کرتے ہوئے اپنے ایک لکچر میں جو انہوں نے رائل جیوگرفیکل سوسائٹی لندن میں دیا تھا کہتے ہیں:۔

سب سے آگے سوار تھے۔ ان کے عقب میں سانڈنی سوار۔ ان کے پیچھے منتخب سواروں کا ایک رسالہ تھا جس کے بیچ میں قبیلہ رویلہ کا ایک محمل نظر آرہا تھا۔ اس میں اُن کے شیخ کی ناکتخدا لڑکی بیٹھی ہوئی میدان جنگ میں رزمیہ اشعار پُر جوش لہجے میں گاگا کر لڑنے والوں کے حوصلے بڑھا رہی تھی۔ بدویوں کی لڑائی میں اکثر اس قسم کا محمل ساتھ رہا کرتا تھا مگر آجکل سوائے قبیلہ رویلہ کے اور کسی قبیلہ میں اس کا رواج نہیں ہے۔

مقریزی اپنی تاریخ مصر الخطط والآثار میں لکھتا ہے:۔

اُن سلاطین و خلفا میں جنہوں نے حج کیا ملک الظاہر رکن الدین بیبرس سلطان مصر پہلا شخص ہے جس نے سب سے اول ۶۶۴ھ میں حاجیوں کے قافلہ کے ساتھ محمل روانہ کیا تھا۔ اس کے بعد تمام بادشاہوں نے جنہوں نے اپنا کارواں حج کو بھیجا یہ بھی ضروری سمجھا کہ اپنی شاہانہ عظمت و جلال ظاہر کرنے کے لئے اس کے ساتھ محمل بھی روانہ کیا کریں۔

بعض مورخ یہ کہتے ہیں کہ ملک الصالح نجم الدین سلطان مصر کی ملکہ فاطمہ شجرۃ الدُر نے جب حج کیا تھا تو وہ ایک نہایت خوشنما و آراستہ محمل میں بیٹھ کر گئی تھی اس کے بعد کئی سال تک اُس کے نام کا خالی محمل مصر سے قافلہ کے ساتھ بھیجا جاتا رہا۔ سلطان صالح نجم الدین کا زمانۂ سلطنت ۶۳۷ھ سے ۶۴۷ھ تک ہے۔ سلطان صالح اور اس کے فرزند کی وفات کے بعد ۶۴۸ھ میں چند مہینے ملکہ شجرۃ الدُر ہی بھی فرمانروائے مصر و حجاز رہی تھی۔ اس طرح محمل کی ایجاد ساتویں صدی ہجری کے وسط میں ہوئی۔ بہر حال خواہ رکن الدین محمل مصری کا موجد ہو یا ملکہ شجرۃ الدُر لیکن یہ ثابت ہے کہ سلاطین مصر نے ہی اسے ایجاد کیا۔

دوسری فصل

(الف) محمل مصری کا تعلق غلاف کعبہ سے

ہماری تالیف "غلاف کعبہ" کا ایک جزو محمل مصری ہے۔ مصر سے غلاف کعبہ کی روانگی کے بعد لفظ "محمل" غلاف کعبہ کا ہم معنی نظر آتا ہے۔ دونوں چیزیں ایک ہی سمجھی جاتی ہیں اور غلاف کعبہ سے بڑھ کر محمل کو اہمیت دی جاتی ہے۔ چونکہ محمل مصری کے ساتھ غلاف کعبہ بھی آیا کرتا تھا اس لئے مجازاً "محمل مصری" سے غلاف کعبہ بھی مراد لی جاتی تھی اور اسی وجہ سے اس کو محمل شریف بھی کہا کرتے تھے۔ اسلام کے عہد اول سے لگا کر خلافت عباسیہ کی بربادی تک محمل سے غلاف کعبہ کو کوئی واسطہ نہ تھا اور غلاف کی روانگی مصر یا بغداد سے حاجیوں کے ساتھ عمل میں آیا کرتی تھی جن کے ہمراہ محمل نہیں ہوتا تھا۔ ساتویں صدی ہجری کے وسط میں غلاف کعبہ کے ساتھ محمل مصری کا وجود بھی پایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ تیرھویں صدی ہجری سے چودھویں صدی ہجری کے وسط تک محمل غلاف کعبہ کا جزو لاینفک بن جاتا ہے اور بالآخر غلاف کعبہ کی روانگی بغیر محمل کے ناجائز سمجھی جانے لگتی ہے۔ عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ غلاف کعبہ مصر سے محمل کے اندر رکھ کر روانہ کیا جاتا تھا اور محمل و غلاف گویا دونوں ایک ہی چیز تھے۔ مگر حقیقت ایسی نہ تھی۔ محمل بالکل ایک علیحدہ چیز تھی۔ نہ اس میں غلاف کعبہ رکھا جاتا تھا اور نہ اس میں اتنی گنجائش ہوتی تھی کہ غلاف کعبہ کے متعدد تھانوں کے بڑے بڑے گٹھے اس میں سماتے۔ غرضکہ غلاف علیحدہ کئی صندوقوں میں بھر کر دوسرے اونٹوں پر بھیجا جاتا تھا اور محمل ایک علیحدہ اونٹ پر کسا جاتا تھا جس میں بجز ایک چھوٹے سے قرآن شریف یعنی حمائل کے جو اس کی چھت میں لٹکا دیتے تھے اور کوئی چیز نہیں رکھی جاتی تھی۔

(ب) محمل مصری کی وضع قطع

یہ محمل بھی عام محملوں کی طرح لکڑی کا چوکھونٹا مخروطی شکل کا ڈھانچ ہوتا تھا جس کی چوٹی مینار نما ہوتی تھی یہ نہ معلوم ہو سکا کہ یہ کس لکڑی کا بنایا جاتا تھا مگر اس کو روز بروز بھاری بنانے میں اہل مصر کو بڑی دلچسپی رہی ہے یہاں تک کہ بقول صاحب رحلۃ الحجاز یہ چودھویں صدی ہجری کے اوائل میں اس کا وزن چودہ قنطار ہو گیا۔ لغت کی کتابوں میں ایک قنطار ڈیڑھ من کا لکھا ہے جس کے حساب سے اکیس من ہوئے مگر بعض بعض جگہ کا من ہمارے ایک سیر کی برابر بھی ہے۔ اگر ایسا ہے تو صرف اکیس سیر ہی اس محمل کا وزن ہوگا مگر یہ صحیح نہیں ہے اس قدر کم وزن ایک اونٹ کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔ مولف موصوف آگے چلکر کہتے ہیں کہ یہ چوبی ہیکل اس قدر وزنی ہوتی تھی کہ اس کے بعد اونٹ پر اور کچھ بوجھ نہیں رکھا جا سکتا تھا۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہمارے ہان کے اکیس من اور اکیس سیر دونوں کے درمیان کوئی بھاری وزن ہوتا ہوگا۔

محمل مصری پر ڈالنے کے دو غلاف رہا کرتے تھے ایک معمولی سبز بانات کا جو دوران سفر میں، اور مکہ و مدینہ وغیرہ کے قیام میں اڑھا دیا جاتا تھا۔ دوسرا عمدہ سیاہ اطلس کا جس پر اعلیٰ درجے کے سنہری تاروں سے خوشنما نقش و نگار اور کتبے کڑھے رہتے تھے بعض بعض کتبوں کی زمین سبز و سرخ اطلس کی بھی ہوا کرتی تھی۔ محمل کے نقش و نگار وقتاً فوقتاً بدلتے رہتے تھے جب کبھی سال دو سال بعد نیا غلاف بنایا جاتا تھا اُس وقت نئی تراش و خراش کر دی جاتی تھی۔ بعض اوقات کئی کئی سال تک کتبوں کی عبارت وہی رہی ہے مگر خط بدل گیا ہے۔

مولوی عبدالسلام صاحب ندوی تاریخ حرمین میں لکھتے ہیں کہ یہ غلاف بیس برس کے بعد بدلا جاتا تھا۔ مگر یہ درست نہیں ہے۔ میرے پاس ۱۳۱۵ھ سے ۱۳۲۱ھ تک کے محملوں کی کئی تصویریں ہیں۔ اُن کے نقش و نگار جُدا جُدا ہیں۔ بعض پر بہت اعلیٰ درجے کے پھول بیل بنائے گئے ہیں بعض پر چلتاؤ کام کر دیا ہے۔ اور اگرچہ کتبے وہی ہیں مگر طرز تحریر بدل گیا ہے۔ بعض غلافوں کے کتبوں کا خط خوشنویسی کا عمدہ نمونہ ہے بعض میں خط کے لحاظ سے کوئی خوبی نہیں ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ پانچ چھ

برس کے عرصہ ہی میں غلاف محمل کئی مرتبہ بدلا گیا تھا۔

میرے پاس کے مختلف سنین کے غلاف کی تصویروں میں بالائی حصے پر بسم اللہ کے بعد آیت الکرسی ایک طرف سے شروع ہو کر چوتھی جانب ختم ہوئی ہے۔ بعض غلاف میں اس پٹی کے دو حصے ہو کر بیچ میں کہیں "اللہ ربی" اور کہیں "محمد رسول اللہ" تحریر ہے۔ ایک طرف پٹی کے اوپر کلمہ کڑھا ہوا ہے۔ ایک جانب سلطنت عثمانیہ کا مونوگرام جو وہاں کے روپیے پیسے پر ہوا کرتا تھا کڑھا ہے۔

محمل کے ساتھ دو علم بھی رہا کرتے تھے۔ ان پر بھی کچھ آیتیں وغیرہ تحریر ہیں۔ بعض سیاحوں کے بیاں سے معلوم ہوتا ہے کہ محمل کے غلاف پر بیت اللہ کا نقشہ بھی کاڑھا جاتا تھا۔ مولوی محی الدین حسین صاحب صدر مدرس مدرسہ لطیفیہ ویلور جنہوں نے ۱۳۲۲ھ میں حج کیا تھا اپنے سفر نامے میں لکھتے ہیں:۔

"مصری فوج کا علم سرخ اور عثمانی ہلال اس پر مرسوم ہے۔ برٹش حمایت کی علامت ایک طرف صلیبی شکل بھی ہے مسلمان اس صلیبی شکل کو کمال افسوس سے دیکھتے ہیں۔"

محمل کے کناروں پر ریشمی جھالر ٹانکی جاتی تھی اور چاندی کے لٹو پن دار پھندنے لٹکاتے تھے۔ محمل کے چاروں کونوں پر چار اور بیچ میں ایک کلس رہتا تھا۔ محمل کی بعض تصویروں میں کلس پر ہلال اور تارہ بھی نظر آتا ہے۔ بعض میں صرف کلس ہے ہلال نہیں ہے۔ ان کلسوں کو بعض سیاحوں نے چاندی کا لکھا ہے بعض نے سونے کا۔ بعض نے پیتل پر چاندی کا ملمع سمجھا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلس بھی وقتاً فوقتاً بدلتے رہے ہیں۔ مولوی عبدالسلام صاحب ندوی نے اس غلاف کی لاگت پندرہ سو گنی تحریر کی ہے۔ جس کے کوئی اکیس ہزار روپیے سکہ انگریزی ہوئے۔ مگر یہ غلط ہے۔ مملکت مصر کے مختلف سنین کے موازنہ جات میں نے دیکھے ان سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔ ایک محمل کا غلاف خواہ کتنا ہی زریں کیوں نہ ہو ایسا بھاری نہیں ہو سکتا کہ اس کی لاگت اکیس ہزار روپئے ہو۔ خیال ہو سکتا ہے کہ مولوی صاحب موصوف نے غلاف کعبہ کی لاگت کو شاید غلاف محمل کی لاگت تصور کر لیا ہو مگر ایسا بھی نہیں ہے غلاف کعبہ کی لاگت تو ساٹھ باسٹھ ہزار روپئے ہوتی تھی۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ ملازمین وہمراہیان محمل کی تنخواہوں اور الاونس کی رقم جو اس کے قریب قریب ہوتی تھی اس کو مولوی صاحب نے صرف غلاف محمل کی قیمت تصور فرما لیا۔

سفر حجاز سے واپسی کے بعد محمل کا زریں غلاف مصر کے صیغہ مال میں رکھ دیا جاتا تھا اور

اس کا سبز غلاف ہر سال سید محمد یونس اسعدی کی قبر پر چڑھا دیتے تھے۔ صاحب رحلۃ الحجازیہ کا خیال ہے کہ شاید اگلے زمانہ میں محمل کی کوئی خدمت ان بزرگ کے سپرد ہوگی۔ اس وجہ سے یہ غلاف اُن کی قبر پر چڑھا دیا جاتا ہے۔ برٹن صاحب لکھتے ہیں کہ غلاف کعبہ مصر میں ایک خاص خاندان کے افراد بنتے ہیں جن کو بنی سعدی اور ان کے گھرانے کو بیت السعدی کہتے ہیں۔ پس کیا عجب ہے کہ حضرت یونس اسی خاندان کے مورث اعلیٰ ہوں۔

تیسری فصل

محمل مصری کے ملازمین و مصارف

(۱) ملازمین

جس زمانے میں خشکی کے رستے سے محمل مصری حجاز جایا کرتا تھا اس وقت مصر کے تمام حاجی محمل کے ساتھ ہی روانہ ہوا کرتے تھے اور محمل کے ہمراہی ملازمین و فوج ملکر ایک بڑا لشکر ہو جاتا تھا۔ محمل کے ملازمین میں بعض لوگ اُس زمانہ کی ضرورت کے لحاظ سے بھی نوکر رکھے جاتے تھے۔ ہمارے زمانے میں قاہرہ سے سوئز تک ریل جاری ہوگئی ہے۔ سوئز سے بحری رستے میں بھی بہت سی سہولتیں ہوگئی ہیں۔ اس لئے تمام مصری حاجیوں کا ایک ہی قافلہ نہیں رہا تھا۔ محمل الگ روانہ ہونے لگا تھا جس کے ساتھ صرف اس کے ملازمین اور اس کی محافظ فوج رہتی تھی باقی عام حاجی اپنی اپنی آسانی کے لحاظ سے آگے پیچھے پہونچ جاتے تھے۔

(الف) امیر الحاج

محمل کا سب سے بڑا عہدہ دار امیر الحاج ہوتا تھا جس کا درجہ سلطنت کے بڑے عہدہ داروں

میں شمار ہوتا تھا۔ اس خدمت کے لئے فوجی لوگوں میں سے جنرل کا مرتبہ رکھنے والا اور سول کے لوگوں میں میرمیران کا درجہ رکھنے والا انتخاب کیا جاتا تھا اور عموماً وہی لوگ منتخب ہوتے تھے جن کو پاشا کا خطاب مل چکا ہوتا تھا۔ معاملات حجاز میں امیرالحاج کی رائے کو بڑا دخل ہوا کرتا تھا۔ اور اگلے زمانے میں تو والیان حجاز کا عزل و نصب اسی کی رائے سے عمل میں آتا تھا۔ اس خدمت کی انجام دہی کے بعد اکثر امیرالحاج کو گورنری پر ترقی دی جاتی تھی۔

(ب) امین الصرہ

محمل کا دوسرا بڑا افسر امین الصرہ یعنی خزانہ دار ہوا کرتا تھا جس کی تحویل میں سفر محمل کے اخراجات کی رقوم امراء و شرفاء و ساکنین حرمین کی تنخواہیں عربوں کے معمول اور خیرات مبرات کی رقم رہا کرتی تھی۔ یہ کوئی دوسرے درجے کا عہدہ دار ہوا کرتا تھا۔ مثلاً سنہ ۱۳۲۱ھ میں عہدی بے احمد امین الصرہ تھے۔ میرے پاس ان کی تصویر ہے جس میں تین تمغے ان کی عہدہ داری کی دلیل ہے۔ گذشتہ چند سال سے یہ خدمت محکمۂ فینانس کا کوئی اہلکار انجام دیتا تھا۔ جنرل ابراہیم رفعت پاشا نے سنہ ۱۳۱۸ھ میں بحیثیت کمانڈر فوج محمل اور سنہ ۱۳۲۰ھ و سنہ ۱۳۲۵ھ میں بہ حیثیت امیرالحاج قافلہ مصری حج کیا تھا۔ انہوں نے اپنی کتاب مرآۃ الحرمین میں اپنے ہر سفر کے امین الصرہ کا ذکر کیا ہے۔ اُس سے ظاہر ہے کہ اس خدمت پر بھی کوئی بڑا عہدہ دار ہی مامور ہوا کرتا تھا اور اس کا انتخاب طبقۂ دوم کے عہدہ داروں میں سے ہوتا تھا جن کا درجہ پاشا سے کم ہوتا تھا۔ صرہ کے معنی تھیلی کے ہیں۔ مراد اس سے خزانہ ہے چونکہ اس خزانے میں حجاز کے مبارک سفر کی رقمیں رہا کرتی تھیں اس وجہ سے "صرہ" کو "صرۂ شریفہ" بھی کہا کرتے تھے۔ اس خزانے کی تحویل قاضی شرعی۔ امیرالحاج اور سپہ سالار فوج محمل کے سامنے عمل میں آتی تھی اور امیرالحاج و امین الصرہ و صراف کے دستخطوں سے رسید مرتب ہوکر وزیر مال کو دی جاتی تھی۔ سنہ ۱۳۱۸ھ میں اس خزانے کی مقدار (۱۸۸۹۳) گنی یعنی تخمیناً (۲۶۴۵۰۲) روپیہ تھی۔ اور سنہ ۱۳۲۱ھ میں کوئی دو لاکھ بیس ہزار روپیے۔ یہ خزانہ بھی محمل کے جلوس کے ساتھ ایک خوبصورت صندوق میں نکلا کرتا تھا۔
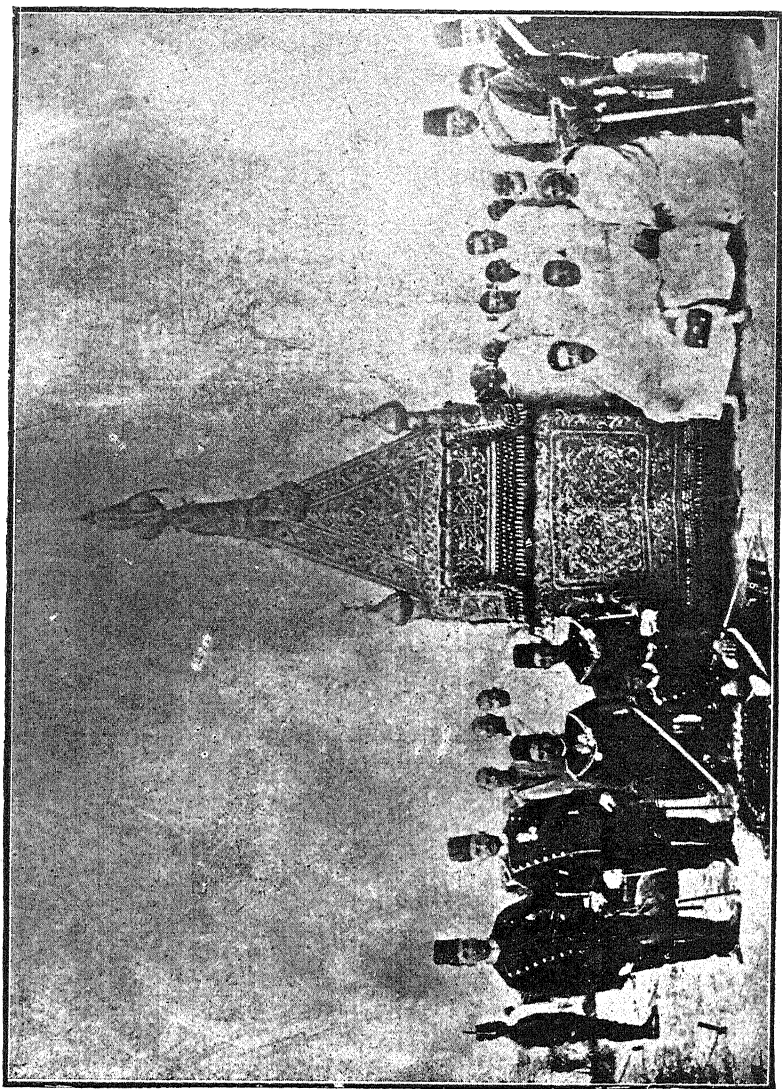
محمل مصری اور اسکے عہدہ دار

(ج) سپہ سالار فوج محمل

محمل کی محافظ فوج کے کمانڈر کو قمندان کہا کرتے تھے۔ اس کا تعلق اگرچہ مصری فوج باقاعدہ سے ہوا کرتا تھا اور وہ فوج کا مستقل کرنیل یا جنرل ہوتا تھا تاہم سفر حجاز میں وہ بھی محمل کا عہدہ دار سمجھا جاتا تھا۔ دوران سفر محمل میں وہ قمندان کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ اس کی ماتحتی میں تخمیناً چار سو فوج چلتی تھی جس میں پانچ چھ لفٹنٹ و سیکنڈ لفٹنٹ کچھ نیچے درجے کے افسر۔ باقی سوار پیدل۔ توپخانہ باجے والے وغیرہ رہتے تھے۔ امیر الحاج اور یہ کمانڈر تقریباً مساوی مرتبہ کے عہدہ دار ہوا کرتے تھے مگر اس سفر میں امیر الحاج کو فوقیت ہوتی تھی اور کمانڈر بھی اسی کا ماتحت سمجھا جاتا تھا۔

(د) محمل کے عام ملازمین

افسران مذکورۂ بالا کے علاوہ محمل کے ہمراہ ڈاکٹر۔ لیڈی ڈاکٹر۔ کمپونڈر۔ کاتب۔ امام۔ خطیب۔ واعظ۔ مبلغ۔ محلی۔ شتربان۔ فراش۔ سقے۔ اور مشعلچی وغیرہ رہتے تھے۔ زمانۂ قدیم میں اہل سنت کے چاروں مذہب کے چار امام بھی رہا کرتے تھے۔ ہمارے زمانے میں صرف حنفی مذہب کا امام ساتھ ہوتا تھا۔

(ﮦ) محمل کی تخفیف شدہ خدمات

پیشتر نقارچی بھی محمل کے ملازموں میں تھے۔ اب نہیں رہے۔ اُن کے علاوہ بعض اور خدمتیں بھی تھیں جو اس زمانہ میں تخفیف ہوگئی ہیں مثلاً عربوں کو مٹھائی اور لباس تقسیم کرنے کے لئے ایک اہلکار رہا کرتا تھا جسے امین الکساوی و الحلویات[1] کہتے تھے۔ غذا نہ میسر آنے کی صورت میں حاجیوں کو بانٹنے کے لئے محمل کے ساتھ بسکٹوں کا بڑا ذخیرہ بھی رہا کرتا تھا۔ اس خدمت کا انجام دینے والا مامور الذخیرہ کہلاتا تھا۔ ایک شخص محمل کے پیچھے پیچھے محمل کے اونٹ کی چال دیکھتا ہوا چلتا تھا۔ اسے

[1] کساوی۔ لباس۔ حلویات۔ مٹھائی

شیخ الجمل[1] کہتے تھے۔ منزلوں پر غلاف کعبہ اور دوسرے سامان محمل کو چوہوں سے بچانے کے لئے بلیاں بھی ساتھ لی جاتی تھیں۔ ان کے کھلانے پلانے کے لئے ایک نوکر رہتا تھا۔ اسے ابو القطط (بلیوں کا باپ) کہا کرتے تھے۔ قط بلی کو کہتے ہیں قطط اس کی جمع ہے۔ ولیم لین صاحب کے زمانے میں اب سے کوئی سو برس قبل اس خدمت پہ ایک عورت مامور تھی۔ وہ ام القطط یعنی بلیوں کی ماں کہلاتی تھی۔

اسی طرح مشعلچیوں اور قلیوں کا ایک افسر ہوا کرتا تھا جسے سائیس الرحلہ کہتے تھے یہ خدمتیں موروثی یعنی باپ سے بیٹے پر منتقل ہونے والی تھیں اس وجہ سے بعض لوگوں کو جن کے آباو اجداد یہ خدمات انجام دیا کرتے تھے باوجود تخفیف کے یہ وظیفے برابر ملا کرتے تھے۔

(۲) محمل مصری کے مصارف

مقریزی کی کتاب الذخر و التحایف میں مصر کے فاطمی سلاطین کے مصارف حج کی مقدار ایک لاکھ بیس ہزار دینار لکھی ہے جو بعض اوقات دو لاکھ دینار تک پہونچ جاتی تھی۔ اس میں خوشبوئیات۔ شیرینی اور روشنی کا خرچ دس ہزار دینار تھا۔ دینار اشرفی کو کہتے ہیں مختلف ملکوں میں دینار کی قیمت مختلف رہی ہے بعض لوگ ہمارے زمانے کے گنی کا نصف ایک دینار کی قیمت قرار دیتے ہیں یعنی کوئی ساڑھے سات روپئے اس حساب سے اُس وقت کے اخراجات نو لاکھ روپیے سے پندرہ لاکھ روپیے تک ہمارے حساب سے ہوتے ہیں جن کی مقدار ہمارے زمانے کے اخراجات محمل سے ڈیوڑھی ہوتی ہے۔

حکیم ناصر خسرو نے اپنے سفرنامے میں مستنصر بامر اللہ فاطمی خلیفہ مصر کے زمانے کے جو اخراجات تحریر کئے ہیں اور جن کی تفصیل ہم اسماعیلی خلفائے مصر کے حالات میں تحریر کر چکے ہیں اس کی مقدار ساٹھ ہزار دینار تھی جن کے حساب مذکورہ کے اعتبار سے ساڑھے چار لاکھ روپیئے ہوئے مگر ان کے علاوہ ناصر خسرو نے حاجیوں کا الونس۔ مزدوریاں۔ انعام۔ اکرام۔ اونٹوں کی قیمت

[1] اونٹ والا شیخ۔

امیر مکہ کی تنخواہ وغیرہ دوسری مدات بھی لکھی ہیں۔ اس طرح کل اخراجات ملکر اس رقم تک پہونچ جاتے ہونگے جو مقریزی نے تحریر کی ہے اور جس کی مقدار زمانہ حال کے اخراجات کی رقم سے ڈیوڑھی دگنی تک ہو جاتی ہے۔

چودہویں صدی ہجری کے موازنہ جات مملکت مصر کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ محمل کے اخراجات کے ضمن میں غلاف کعبہ کی تیاری کے مصارف۔ ملازمین محمل کی تنخواہیں۔ فوج محافظ محمل کا الونس۔ حجاز کے قلعہ نشین عربوں کے معمول۔ اشراف و امراو اہالیان حرمین کی ماہوارات سفر حجاز کا خرچ اور مکہ و مدینہ کے لنگر خانوں کی رقمیں شامل ہوتی تھیں مثلاً ۱۳۰۷ھ کے موازنہ کے اعتبار سے ان اخراجات کا گوشوارہ حسب ذیل ہے۔

نشان سلسلہ	صراحت مدات	تعداد رقم گنی
(۱)	غلاف کعبہ	(۴۶۰۰) "
(۲)	تنخواہ ہمراہیان محمل	(۱۲۵۸) "
(۳)	الونس فوج محافظ محمل	(۱۲۷۶) "
(۴)	لباس برائے عروب قلعہ نشین	(۹۹۴) "
(۵)	تنخواہ اعراب حجاز	(۲۳۹۶) "
(۶)	تنخواہ اشراف و امرائے حرمین	(۱۴۹۳) "
(۷)	تنخواہ اہالی حرمین	(۳۲۶۶) "
(۸)	تنخواہ قاضی مکہ	(۴۵۵) "
(۹)	مصارف غلہ خیرات حرمین	(۲۲۵۰۰) "
(۱۰)	مصارف کرایہ ریل	(۷۰۰) "
(۱۱)	کرایہ جہاز	(۳۰۰) "
(۱۲)	کرایہ شتر	(۲۲۸۰) "
(۱۳)	تار برقی مرمت خیام	(۲۲۰) "
(۱۴)	متفرق	(۲۶۵) "
	میزان کل	(۴۵۹۱۲) گنی یعنی تخمیناً

ساڑھے چھ لاکھ روپیئے کلدار رحلۃ الحجازیہ میں ان مصارف کی مقدار سات لاکھ روپیئے لکھی ہے۔
ان اعداد سے ظاہر ہے کہ سلطنت مصر غلاف کعبہ و محمل کی روانگی میں چھ سات لاکھ روپیہ سالانہ خرچ کیا کرتی تھی۔ یہ لحاظ رہے کہ مصری گنی کا نرخ بھی گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ اس زمانہ میں مصری گنی کا نرخ ([illegible]) کلدار ہے۔ ہم نے ([illegible]) کے حساب سے تخمینہ لگایا ہے۔ گنی کے ساتھ ایک مسی سکہ ملیم اور بھی مصر میں رائج ہے جو ہمارے آدھ آنہ کی برابر ہے۔ محمل کی فوج کا بھتہ کمانڈر کے ذریعہ سے تقسیم ہوا کرتا تھا اور فوج کی تنخواہ کا خرچ موازنہ فوج میں پڑتا تھا وہ اس میں شامل ہے۔ باقی تمام اخراجات امیر الحاج کے حکم سے ہوتے تھے اور ان کا حساب کتاب امین الصرہ سے متعلق تھا جس کی ماتحتی میں کاتب و صراف رہا کرتے تھے۔ مذکورۂ بالا مدات میں سے صرف غلاف کعبہ اور محمل کے اخراجات ہمارے موضوع میں داخل ہیں۔ مصارف غلاف کی تفصیل ہم باب اول میں درج کر چکے ہیں۔ یہاں محمل کے ملازمین کی تنخواہ وغیرہ کی تفصیل لکھی جاتی ہے:۔

نشان سلسلہ	تفصیل مدات	گنی	ملیم
(۱)	الونس امیر الحاج بابتہ تین ماہ	(۴۰۰)	•
(۲)	″ امین الصرہ	(۲۰۰)	•
(۳)	لباس خطیب مسجد نبوی	(۵)	(۶۵۰)
(۴)	الونس کاتب سامان	(۸)	(۱۴۰)
(۵)	لباس ″	(۹)	(۱۸۰)
(۶)	الونس ڈاکٹر	(۲۲)	(۵۰۰)
(۷)	لباس کاتب صرہ	(۲۲)	(۵۰۰)
(۸)	الونس طبیہ	(۹)	•
(۹)	″ کمپونڈر	(۸)	•
(۱۰)	″ علم بردار محمل	(۶)	•
(۱۱)	″ حامل علم صغیر	(۲)	(۲۵۰)
(۱۲)	مبلغ عرفات کی سالانہ تنخواہ	(۱۸)	•

(۱۳)	ملازمین مبلغ کی سالانہ تنخواہ	(۹)	۰
(۱۴)	ابی القطط کی سالانہ تنخواہ	(۱۵)	۰
(۱۵)	شیخ المحمل کی سالانہ تنخواہ	(۱۵)	۰
(۱۶)	مشعلچیونکی تنخواہ	(۸)	(۲۵۰)
(۱۷)	سقون کی تنخواہ	(۱۰)	(۵۰۰)
(۱۸)	فراشونکی تنخواہ (۸ نفر)	(۱۸)	۰
(۱۹)	بھتہ ″	(۸)	۰
(۲۰)	تنخواہ محاملی سالانہ	(۱۸)	۰
(۲۱)	اونٹ کی نکیل پکڑنے والے کا حق	(۱۵)	
(۲۲)	انعام توپچی	(۲)	
(۲۳)	دوشالہ برائے توپچی	(۲)	(۶۳۰)
(۲۴)	الونس سائیس	(۳)	(۱۰۰)
(۲۵)	جلوس کسوۃ کے دن شیخ سنباطی کا حق دعاگوئی	(۴)	
(۲۶)	محمل کے اونٹ کی نکیل پکڑنیوالے کی تنخواہ	(۴)	
(۲۷)	″ ″ بھتہ اور شال	(۱)	(۳۶۰)
(۲۸)	″ ″ الونس	(۲)	(۲۵۰)
(۲۹)	قافلے کے پیچھے چلنے والے کا الونس	(۲)	۰
(۳۰)	واعظ و امام کا الونس	(۳)	
(۳۱)	امیر الحاج کے مشعلچیون کی تنخواہ	(۹)	(۸۱۵)
(۳۲)	″ سقونکی تنخواہ	(۱۳)	(۹۵۰)
(۳۳)	″ خدمت گاران	(۳)	(۳۷۵)
(۳۴)	″ فراشان	(۲)	(۶۲۵)

میزان کل ۔ (۱۲۵۸) گنی (۱۶۰) ملیم تخمیناً (۱۸۶۱۲) روپیئے۔

(۳) محمل کے اونٹ کا فدیہ

جس اونٹ پر محمل رکھا جاتا تھا اُسے شتر مرغ کے پروں سے اچھی طرح سجاتے تھے اُسکی جھول بہت بیش قیمت ہوتی تھی جو اس کی گردن اور دُھری پر بھی آجاتی تھی اُس میں پھندنے اور جھالریں ہر طرف لٹکتی رہتی تھیں۔ اس کی نکیل بھی ریشمی ہوا کرتی تھی اس کے گھٹنوں پر بھی اطلس کے خوبصورت ملفے باندھے جاتے تھے۔ اس اونٹ کی مدد کے لئے تین اونٹ اور بھی رہا کرتے تھے جو اس کے تھکنے یا بیمار ہو جانے کی صورت میں کام دیتے تھے۔ جس اونٹ پر محمل رکھا جاتا تھا اُس سے پھر عمر بھر کوئی اور کام نہیں لیتے تھے۔

محمل کے محکمے میں کل بیس اونٹ تھے اور قصبۂ بولاق باب شیخ سعید کے متصل ان کا شترخانہ تھا۔ حج کو روانہ ہونے سے قبل سلطنت مصر کی جانب سے اُن اونٹوں پر سے ایک اونٹ قربان کیا جاتا تھا جس کی کیفیت یہ تھی کہ جلوس محمل نکلنے سے پہلے اس اونٹ پر شیخ المحمل کو بٹھا کر شہر بھر کا گشت کراتے تھے اور باب شیخ سعید کے پاس پہونچکر اس اونٹ کو ذبح کر دیتے تھے۔ اس کا گوشت چار حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ ایک حصہ محملی کا۔ ایک شتربان کا۔ ایک شیخ جمل کا اور ایک حصہ شیخ یونس کی درگاہ کے مجاوروں کا ہوتا تھا۔ یہ گوشت دردسر کے لئے اور اس کی چربی بواسیر کے لئے مفید خیال کی جاتی تھی۔ جس وقت ذبح کرنے کے لئے اونٹ کو زمین پر لٹاتے تھے تو ذبح کرنے سے پہلے ہی چھری چاقوؤں سے لوگ اس کی تکا بوٹی کرڈالتے تھے اور جو جس کے ہاتھ آتا تھا جھپٹ لے جاتا تھا۔ اکثر اوقات اس چھینا جھپٹی میں خون خرابے ہو جایا کرتے تھے۔ اس لئے خدیو عباس حلمی پاشا نے اس رسم کو موقوف کر دیا تھا لیکن اونٹ کی قیمت مذکورہ بالا مستحقوں کو

دیدی جایا کرتی تھی۔

چوتھی فصل

روانگی محمل کا جلوس قاہرہ میں

سلطان ایوبیہ مصر کے زمانے سے محمل کے جلوس کا دستور ہمارے زمانے تک چلا آ رہا تھا اور سفر حجاز سے قبل دو مرتبہ محمل کا جلوس نکالا جاتا تھا۔ اگلے زمانے میں جب خشکی کے رستے سے مصری حاجی روانہ ہوتے تھے تو پہلا جلوس شوال کے پہلے ہفتے میں اور دوسرا جلوس شوال کے آخر ہفتے میں نکالا کرتا تھا۔ پہلا جلوس اصل میں غلاف کعبہ کا جلوس ہوتا تھا اور محمل اس کے ساتھ جلوس کی رونق بڑھانے کے لئے کر دیا جاتا تھا۔ دوسرا جلوس خاص محمل کا جلوس کہلاتا تھا۔

(الف) جلوس محمل کی ایجاد

جلوس کی ابتدا سنہ ۶۷۵ھ سے بیان کی جاتی ہے۔ یہ زمانہ ملک الناصر محمد بن قلاؤن کا تھا جو سنہ ۶۹۳ھ سے سنہ ۷۰۹ھ تک تین مرتبہ بادشاہ مصر رہا۔ سنہ ۸۴۵ھ میں ملک الظاہر ابو سعید سیف الدین علی جقمق نے محمل کا گشت موقوف کر دیا۔ اہل مصر کو بُرا معلوم ہوا۔ دس برس تک جلوس بند رہا پھر رجب سنہ ۸۵۵ھ میں ملک الاشرف ابو النصر اینال نے دوبارہ جاری کیا۔ اس کے بعد سلطان قایتبائی نے جس کی حکومت سنہ ۸۸۳ھ سے سنہ ۹۰۱ھ تک رہی پھر موقوف کر دیا۔ مگر اس کے لڑکے ملک الناصر محمد نے سنہ ۹۰۱ھ میں اسے پھر جاری کر دیا۔ چونکہ جلوس محمل کے ساتھ بہت سی مضحکہ خیز حرکتیں بھی ہوا کرتی تھیں مثلاً ننگے چوڑے آدمی مسخراپن کرتے ہوئے اور درویش اپنی کرامات کا اظہار کرنے کے لئے سانپوں کو کچا چباتے ہوئے نکلا کرتے تھے اس وجہ سے مذکورۂ بالا سلاطین

جن میں سلطان تا ید پہلے بہت ہی متشرع تھا محمل کے جلوس کو ایک خلاف شرع کام سمجھکر موقوف کر دیا تھا۔ اس کے بعد سے مملوک سلاطین اور سلاطین عثمانیہ کے زمانے سے چند سال قبل تک ہمیشہ یہ جلوس نکلتا رہا۔

(ب) محمل کے ایک قدیم جلوس کا منظر

اس جگہ ہم ولیم لین صاحب کی کتاب موڈرن ایجپشینز (موجودہ مصری) سے سنہ ۱۸۲۵ء کے جلوس محمل کا سماں دکھاتے ہیں۔ یہ زمانہ سلطان محمود خان ثانی کا تھا جو ۱۲۲۳ھ سے ۱۲۵۵ھ تک سلطان مصر رہا۔

شوال کے آخری ہفتے میں اگرچہ کوئی خاص تاریخ مقرر نہیں ہے لیکن عموماً ۲۳ تاریخ کو بڑے بڑے عہدہ دار اور حاجیوں کے قافلے کے ساتھ جانے والی فوج قلعہ قاہرہ سے شہر میں ہو کر محمل کے ساتھ بڑی دھوم دھام سے گزرتی ہے۔ اس جلوس کا نام محمل کا جلوس ہے مختلف لوگ جو اس جلوس کے ساتھ رہتے ہیں اُن میں سے اکثر مصری قافلے کے ہمراہ مکے جانے کے لئے قلعہ کے نیچے میدان میں جمع ہو جاتے ہیں اور وہاں مقررہ مثل بندی اور ترتیب کے ساتھ قافلے میں اپنی اپنی جگہ اختیار کر لیتے ہیں۔ اب اس جلوس کی کیفیت ملاحظہ ہو جن جن سڑکوں پر ہو کر یہ جلوس نکلا وہ تماشائیوں سے بھر گئی تھیں۔ دکانیں سب بند تھیں۔ بہت سے آدمی دکانوں کے چبوتروں پر بیٹھے تھے اور بہت سے نیچے کھڑے تھے میں نے اُس خاص سڑک پر جہاں سے محمل باب النصر کو جانے والا تھا ایک دکان پر اچھی جگہ حاصل کر لی۔ نو بجے صبح کے جلوس نکلنا شروع ہوا۔ سب سے پہلے ایک توپ نکلی راستے میں اسے داغ کر قافلے کے کوچ و مقام کی اطلاع دیتے ہیں اس کے بعد ترکی بیقاعدہ فوج کے پانسو جوان نکلے اُن کی وردی بہت خراب تھی اور قیدی سے معلوم ہو رہے تھے۔ آدھ گھنٹے بعد چند سانڈنی سوار آئے۔ ہر اونٹ پر نقارے کی جوڑی بندی ہوئی تھی اور سوار اسے بجا رہے تھے۔ بعض اونٹوں پر اونچی اونچی گدیاں بھی بندھی ہوئی تھیں مگر اُن پر کوئی بیٹھا نہ تھا۔ یہ اونٹ مہندی سے رنگے ہوئے تھے اور بعض کے زینوں پر کھجور کی ہری ہری شاخیں جھنڈیوں کی طرح

لگادی گئی تھیں۔ اسی طرح بعض پر چھوٹی چھوٹی جھنڈیاں بھی لگی ہوئی تھیں۔ بعض اونٹوں کے دائیں بائیں بڑی بڑی گھنٹیاں لٹک رہی تھیں بعض پر مشکیزے بندھے ہوئے تھے۔
ایک اونٹ پر چوکھونٹا صندوقچہ تھا جس پہ سرخ غلاف چڑھا تھا اس میں حج کے اخراجات کے لئے سرکاری خزانہ رکھا تھا۔ اس کے بعد امیر الحاج کا سامان و اسباب اونٹوں پر آیا۔ تھوڑی دیر بعد کچھ درویش آئے جو ادھر ادھر اپنا سر ہلا کر "اللہ، اللہ" پکار رہے تھے۔ ان کے ساتھ بہت سے ساربان۔ بہشتی، خاکروب اور دوسرے خدمتی نکلے جو "عرفات یا اللہ۔ اللہ اللہ بالسلامۃ" کے نعرے لگا رہے تھے یعنی اللہ ہم کو خیریت سے عرفات پہونچا دے۔ پھر چند اونٹ آئے جن پہ کھجوروں کی شاخیں تھیں اور بعض پہ بڑی بڑی گٹھیاں۔ ان کے پیچھے امیر الحاج کا تخت رواں[1] نکلا۔ اس کے اونٹ خوب سجے ہوئے تھے۔ پھر کچھ عرب اور دلیل الحاج یعنی رہنمائے قافلہ آئے اور کچھ اونٹ اور درویش نکلے ان کے بعد شاہی خاندان کے کوئی پچاس آدمی نہایت زرق برق لباس پہنے آئے۔ ان کے پیچھے چند چوبدار چاندی کی موٹھ کی لکڑیاں اور بندوقیں لئے ہوئے نکلے۔ پھر شاہی خاندان کے کچھ اور لوگ۔ ان کے پیچھے مختلف دفتروں کے عہدہ دار کمخواب کے کوٹ پہنے آئے۔ اُن کے بعد دو تلوریئے نکلے۔ یہ کمر تک برہنہ تھے اُن کے پاس ڈھال تلوار تھی۔ یہ جا بجا ٹھہرتے جاتے تھے اور صفائی سے ہاتھ نکال کر تماشائیوں سے انعام مانگتے تھے۔ ان کے پیچھے ایک ٹکڑی درویشوں، ساربانوں اور دوسرے لوگوں کی "اللہ۔ عرفات اللہ اللہ بالسلامۃ" کہتی ہوئی نکلی تھوڑی دیر گزری تھی کہ ڈھول اور بانسریوں کی آواز سنائی دی اور فوج باقاعدہ کا ایک دستہ نکلا۔ انکے پیچھے والی شہر یعنی ناظم کوتوالی آیا جس کی اردلی میں کئی افسر تھے پھر امیر الحاج کے ملازم اور اُن کے بعد خود امیر الحاج آیا۔ پھر کاتب۔ مغربی سواروں کا رسالہ اور تین مبلغ آئے۔ یہ لوگ خطیب عرفات کے خطبے کے بعض لفظوں کو دہراتے ہیں۔ یہ سفید عبائیں پہنے ہوئے تھے جن پر طلائی کام تھا ان کے پیچھے طریقہ اہل سنت والجماعت کے چاروں فرقوں کے امام گھوڑوں پر

---

[1] تخت رواں ایک پالکی نما سواری ہوتی ہے جو دو اونٹوں پر باندھ دی جاتی ہے۔ ایک اونٹ آگے رہتا ہے۔ ایک پیچھے۔ ریگستان کے سفر میں سب سے زیادہ آرام اسی سواری میں ملتا ہے۔

سوار آئے۔ پھر مختلف طریقے کے درویشوں کے کئی گروہ ہاتھوں میں جھنڈے لئے نکلے۔ قادریہ طریق
کے درویش اپنے ہاتھوں میں جال بھی لئے ہوئے تھے اور ان کے پاس لمبی لمبی کھجور کی شاخیں
گویا مچھلی پکڑنے کی سیڑھیاں تھیں۔ ہر گروہ کے آگے آگے نقارے اور دوسری قسم کے باجے بجتے
جاتے تھے۔ ان کے بعد مختلف پیشہ ور لوگ آئے۔ ہر طبقے کا شیخ ان کے ساتھ تھا۔ پھر کچھ اونٹ
اور نکلے۔ پھر محمل آیا۔ اب چاروں طرف سے تماشائی محمل کی طرف جھپٹے۔ آدمی پر آدمی ٹوٹا پڑتا
تھا۔ ہر شخص دھکا پیلی کر کے یہہ چاہتا تھا کہ محمل کو اپنے ہاتھوں سے چھو کر ہاتھوں کو چومے بہت
سی عورتوں نے جو جھلملی دار کھڑکیوں میں بیٹھی تھیں محمل سے چھو جانے کے لئے اپنی شالیں۔ برقعے
اور دوپٹے کھڑکیوں میں سے لٹکا دئے تھے۔ محمل کے پیچھے وہ نصف برہنہ شیخ جس کا ذکر جلوس
خلافت کے ضمن میں کیا جا چکا ہے ایک ٹٹ پر بیٹھا سر ہلا رہا تھا۔

(ج) زمانہ حال کا جلوس محمل

زمانہ قدیم میں جلوس محمل کی تاریخ شوال کے آخر میں مقرر کی جاتی تھی لیکن ہمارے
زمانے میں چونکہ قاہرہ سے سوئز تک ریل بن گئی ہے اس وجہ سے عموماً وسط ذیقعدہ میں یہہ جلوس
نکلنے لگا تھا۔ اس جلوس میں بھی وہی مراسم ادا کئے جاتے تھے جو غلاف کعبہ کے جلوس میں ادا ہوتے
تھے جن کی تفصیل پیشتر لکھی جا چکی ہے۔ اس جلسے کی صبح محمل کو کارخانہ تیاری غلاف کعبہ (مصنع الکسوۃ)
واقع محلہ خرنفش سے میدان صلاح الدین میں لے جاتے تھے مگر سابق رستے سے نہیں۔ بلکہ سوق السلاح
ہو کر جاتے تھے۔ میدان میں جلسہ ہوتا تھا جہاں مہتمم کارخانہ محمل کے اونٹ کی نکیل امیر الحاج کے سپرد کرتے
تھے اس کے بعد یہاں سے یہہ مجمع معہ اہالیان پولیس و فوج و مشائخین عباسیہ اسٹیشن تک جاتا تھا۔ یہاں
قافلہ محمل کے لئے خیمے نصب کئے جاتے تھے اس میں قافلہ اتر کر قیام کرتا تھا محمل وسط صحن میں کھڑا
کر دیا جاتا تھا۔ لوگ یہاں اس کی زیارت کرتے تھے۔

(د) ۱۳۱۵ھ میں جلوس محمل کا نظارہ

اس خیال سے کہ جلوس کے بعض مصری عہدہ داروں کے مراتب و نام ناظرین کو معلوم
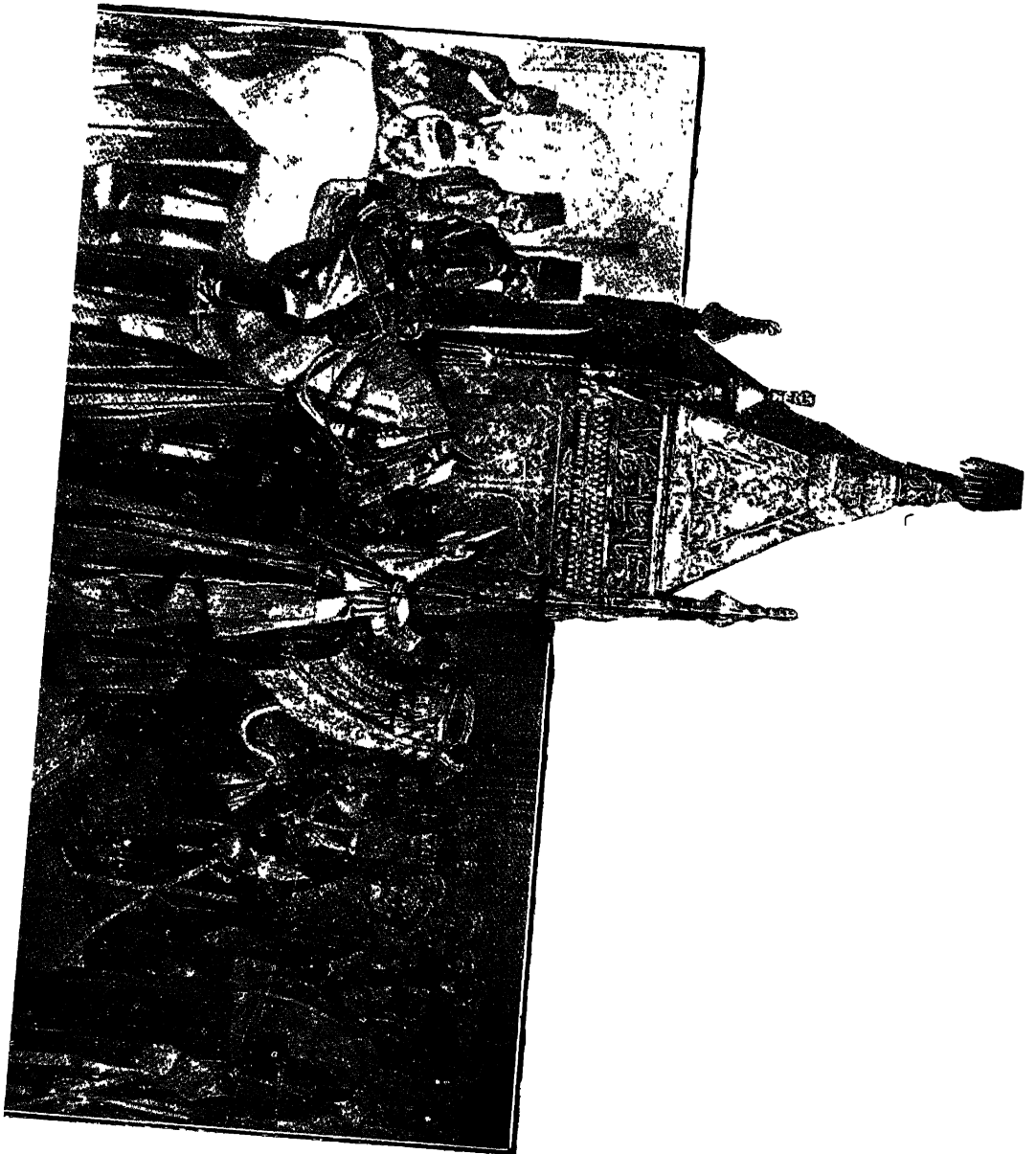
محمل کی روانگی کا جلوس قاہرہ میں

ہوسکین ۱۳۱۵ھ کے جلوس محمل کی کیفیت ہم اُس زمانے کے بعض اخبارات و رسائل سے ترجمہ کر کے یہاں لکھتے ہیں:-

۲۲ شوال ۱۳۱۵ھ روز دوشنبہ کو محمل کی روانگی ہوئی چند روز پہلے سرکاری طور پہ اس کا اعلان کر دیا گیا تھا اور ضروری انتظامات کے لئے احکام جاری کر دئے گئے تھے۔ تمام سرکاری دفاتر و مدارس میں تعطیل تھی۔ معززین عہدہ دار اور علماء و روسا وغیرہ کی حاضری کے لئے ٹکٹ بھیجدیے گئے تھے۔ صبح سے شہر کے تمام لوگ میدان محمد علی کے اطراف جہاں سے محمل روانہ ہوتا ہے جمع ہونے لگے۔ دعوتی اشخاص یونیفارم پہنے اور تمغے لگائے آنے لگے۔ دس بجے سے پہلے تقدس مآب قاضی اکبر اور ہز ہائی نس احمد مختار پاشا ترکی سفیر آئے۔ دس بجے کے بعد ہز ہائی نس خدیو عباس علمی پاشا فل ڈریس میں پورے جلوس کے ساتھ جوکڑی میں رونق افروز ہوئے۔ انکے ساتھ بگی میں وزیر تعمیرات عامہ وزیر مال اور وزیر خارجہ بھی تھے۔ آپ کی رونق افروزی پر توپیں سر ہوئیں اور بینڈ نے خدیوی گیت بجانا شروع کیا۔ گارڈ آف آنر نے سلامی اتاری۔

پھر ہال میں تشریف لائے۔ آپ کی سیدھی طرف قاضی اکبر اور دوسرے علماء و مشایخ کی نشست تھی۔ اور بائیں جانب احمد مختار پاشا اور دوسرے وزراء تھے کچھ دیر بعد محمل کا جلوس نکلا۔ توپیں سر ہونے لگیں اور بینڈ بجنے لگا۔ اونٹ جس پر محمل تھا محمد علی پاشا کے محل کے گرد تین مرتبہ گشت کرنے کے بعد ٹھہر گیا۔ گشت کرنے کی غرض یہ تھی کہ حاضرین اسے اچھی طرح دیکھ لیں۔ خدیو محمل کے اونٹ کے پاس گئے اور اس کی مہار کو بوسہ دیا۔ پھر علمائے کبار و وزراء نے اس کو بوسہ دیا۔ پھر خدیو نے اس کو باقر پاشا کے حوالے کیا۔ جو اس سال امیر الحاج مقرر ہوئے تھے جب اونٹ آگے بڑھا تو مددگار ناظم کوتوالی نے روپئے پچھاور کئے جو فقراء نے لوٹ لئے۔ اس کے بعد مقام ابراہیم کا غلاف اور دوسری چیزیں آگے بڑھیں۔ پھر عبداللہ فایق بک جن کے ذمہ غلاف کعبہ کی تیاری کا کام ہے۔ حریر کی زرین تھیلی جس میں خانہ کعبہ کی کنجی رکھی جاتی ہے لیکر آئے۔ خدیو نے اس کو بوسہ دیا۔ ایک بزرگ عالم نے فضائل حج کا خطبہ پڑھا اور سلامتی دولت کی دعا مانگی۔ ان تبرکات کی روانگی کے بعد ایک رسالہ کا بینڈ۔ ایک رسالہ۔ ایک توپ خانہ اور چند پلٹنوں کا جلوس آگے بڑھا۔ خاتمہ پر خدیو بہ مراسم مذکورہ واپس ہوئے۔ اور اس کے بعد دوسرے لوگ بھی رخصت ہو گئے۔

پانچویں فصل

محمل کا سفر

(الف) قاہرہ سے سوئز تک

چونکہ قاہرہ سے غلاف کعبہ اور محمل مصری کی روانگی ایک ساتھ ہوا کرتی تھی اس لئے باب اوّل کی نویں فصل میں جو ہم نے غلاف کعبہ کے سفر کی کیفیت تحریر کی ہے وہ سفر محمل سے بھی متعلق ہو سکتی ہے البتہ بعض باتیں جو وہاں قلم انداز کر دی گئی تھیں مجملاً یہاں لکھی جاتی ہیں۔

زمانۂ قدیم میں محمل قاہرہ سے چلکر براہ خشکی سوئز پہونچا کرتا تھا۔ چودھویں صدی ہجری کے اوائل تک اونٹوں پر ہی یہ رستہ طے ہوتا رہا اس کے بعد جب سے قاہرہ و سوئز کے درمیان ریل تیار ہو گئی تو محمل ریل میں آنے لگا۔ چونکہ محمل و ہمراہیان محمل و غلاف کعبہ کے متعدد صندوق اور اہل قافلہ کا سامان و اسباب کافی مقدار میں ہوا کرتا تھا اس وجہ سے ایک اسپیشل ٹرین ان کے لئے مقرر کیجاتی تھی۔ سنہ ۱۳۱۸ھ میں جس اسپیشل ٹرین کے ذریعہ سے محمل نے یہ سفر طے کیا تھا اس میں (۲۷) ڈبے لگائے گئے تھے جن میں سے (۸) بند گاڑیاں (۳) کھلی ہوئی اور (۵) سایہ دار سامان کے لئے تھیں۔ (۹) گاڑیوں میں اونٹ، گھوڑے وغیرہ تھے۔ باقی درجہ اوّل کے (۲) درجۂ دوم کے (۲) اور درجہ سوم کے (۸) ڈبے تھے۔ عہدہ داران محمل اور فوج محافظ محمل سب کی تعداد چار سو پانسو تھی۔

روانگی سے قبل رات کو سامان ریل پر چڑھا دیا گیا تھا اور ہر شخص کی جگہ مقرر کی گئی تھی۔

عباسیہ اسٹیشن واقع قاہرہ سے گاڑی روانہ ہو کر چھ سات گھنٹے میں سوئز پہونچتی تھی۔ راستے میں سات آٹھ اسٹیشن پڑتے تھے جن کے نام غلاف کعبہ کے سفر کے ضمن میں بیان کئے جا چکے

ہیں۔ ہر اسٹیشن پر وہاں کے رہنے والے۔ مشائخ طریقت۔ طلبہ۔ لڑکے۔ لڑکیاں۔ عورت۔ مرد محمل کی زیارت کے انتظار میں پہلے سے کھڑے رہا کرتے تھے۔ محمل کے سوئز پہونچنے پر قلعہ سوئز سے (۲۱) توپیں سلامی کی چھوڑی جاتی تھیں۔ باجا خدیو کی سلامتی کا راگ گاتا تھا۔ حاضرین خوشی کا نعرہ لگاتے تھے۔ فوج مقیم سوئز کے عہدہ دار امیر حاج اور امین صرہ کو مبارکباد دیتے تھے۔ محفل منعقد ہوتی تھی۔ محمل بڑے جلوس کے ساتھ شہر میں گشت کرتا تھا۔ جلسہ برخاست ہونے پر (۲۱) ضرب توپ کی سلامی دی جاتی تھی اس کے بعد محمل جہاز پر جدے کی جانب روانہ ہو جاتا تھا۔

(ب) جدے میں محمل کا ورود۔

سوئز سے چار پانچ دن میں جہاز جدے پہونچ جاتا تھا۔ یہاں بھی محمل کی تعظیم میں (۲۱) توپوں کی سلامی اتاری جاتی تھی۔ بینڈ باجا تین مرتبہ سلطان ٹرکی کی سلامتی کا گیت گاتا تھا اور دعا کی جاتی۔ پھر خدیو کی سلامتی کا گیت بجایا جاتا تھا اور دعا کی جاتی تھی۔ چار دن جدے میں قیام رہتا تھا شہر میں محمل کا جلوس نکالا جاتا تھا جس کے ساتھ تمام سلطانی فوج مقیم جدہ نکلا کرتی تھی[۱] محمل کی آمد پر جدے میں بڑی دھوم سے جشن منایا جاتا تھا۔ دعائے دولت پر جلسہ ختم ہوتا تھا۔ اور رخصت کے وقت جدے کے قلعہ سے سلامی کی (۲۱) توپیں چھوڑی جاتی تھیں۔

(ج) محمل مصری مکے میں۔

مکے میں محمل و غلاف کعبہ عموماً آغاز ذیقعدہ یا یکم ذلحجہ تک داخل ہو جاتا تھا سلطان عبدالمجید خاں کے تعمیر کردہ مسافر خانے کے پاس مطوف محمل کے ہمراہیوں کا استقبال کیا کرتے تھے۔ مقام مقربہ کے پاس شریف و والی مکہ کے نائب اُن سے ملاقات کرتے تھے۔ محمل کے ورود کے وقت مکے میں بڑی خوشی منائی جاتی تھی اور اس کے پہونچتے ہی وہاں رونق اور گھما گھمی بہت بڑھ جاتی تھی۔ تمام باشندگان مکہ اور حاجی اس کے دیکھنے کے لئے جایا کرتے تھے۔ سلطانی فوج مقیم مکہ نہایت ادب کے ساتھ اس کی سلامی اتار کر اپنے ہمراہ اس کو شہر کے اندر لے جاتی تھی۔ امیر الحاج کی تعظیم میں (۲۱) توپوں کی سلامی بجائی جاتی تھی

---

[۱] سنہ ۱۳۱۸ھ میں اس فوج کی تعداد چار سو باقاعدہ اور دو سو بیقاعدہ تھی۔

مصری و ترکی سوار اور پیدل فوج اس کے جلو میں چلتی تھی اور بینڈ والے دلکش آواز میں سلطانی ترانہ بجاتے ہوئے محمل کو بیت اللہ تک پہونچاتے تھے۔ یہاں سے فوج بارکوں کو چلی جاتی تھی اور محمل کا زرین غلاف اتار کر اس کا معمولی غلاف اڑھا دیا جاتا تھا۔ اس کے بعد محمل کو حرم میں رکھدیتے تھے۔

ڈاکٹر نورحسین صاحب صابر نے اپنے سفرنامہ رفیق الحجاج میں اس جلوس کا سماں ان الفاظ میں دکھایا ہے:۔

> محمل مصری کی سج دھج بہت بڑی ہوتی تھی۔ سب سے اوّل خاکی وردی میں مصری فوجی افسر نکلے جن کے ساتھ برہنہ تلواروں کے جوان تھے۔ بعدہ خچر کا توپ خانہ۔ اس کے بعد ایک ضعیف نقیب چل رہا تھا۔ اس کے دونوں جانب ایک بٹالین کے نوجوان سپاہی مارٹن ہنری سے مسلح خاکی وردی میں برابر قدم اٹھا رہے تھے۔ مصری فوج کی وردی مضبوط چست اور صاف تھی۔ ان کے ہتھیار۔ پیتلا۔ کرچ بوٹ سب درست تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا یورپین افواج سے ہیں۔ صرف ترکی ٹوپی کا فرق تھا۔ بعد ازاں ایک اونٹ پر مطلا و زرین کپڑے سے مستور محمل نکلا جس کے پیچھے ایک اونٹنی پر ایک معمر بزرگ سلطانی عنابی جھنڈا سنبھالے تھا۔ محمل کے آگے باجا بج رہا تھا۔ اس وقت کا منظر و کیفیت دل خوش کن اور رقت خیز تھی۔ شہر میں محمل کے داخل ہوتے ہی ہر طرف سے اللہ اکبر، سبحان اللہ اور دعائیہ کلمات کی زور سے پکار ہوئی۔ شریف کے مکان کے سامنے فوج نے محمل کی سلامی اتاری۔ بازار میں ہزار ہا مخلوق عورت۔ مرد۔ بچے۔ بڈھے دونوں طرف موجود تھے۔ سینکڑوں پردہ نشین عورتیں برقع پوش کھڑی تھیں۔ عجیب رونق سے محمل گذر رہا تھا۔ باب النبی کے سامنے محمل بڑی کروفر سے اتارا گیا اور اس کا زرین لباس اتار کر خالی محمل حرم شریف میں رکھدیا گیا۔

محمل کی ہمراہی فوج محلہ جرول کے پاس میدان شیخ محمود میں ڈیرے ڈالتی تھی اس کے بعد ایک جلسے میں علماء و اعیان ملک کی شہادت لیکر غلاف کعبہ کلید بردار کعبہ کے حوالے کر دیا جاتا تھا۔ آٹھویں نویں ذی الحجہ کی شام تک اُن کے مکان میں رکھا رہتا تھا۔ پھر کعبے پر ڈالدیا جاتا تھا جس کی تفصیل پیشتر کی جا چکی ہے۔

مصر سے روانگی کے بعد سے محمل و غلاف مکے پہونچنے تک دونوں لازم و ملزوم رہا کرتے تھے۔ اس کے بعد محمل کے مصر واپس ہونے تک غلاف کعبہ کا محمل سے کوئی تعلق باقی نہیں رہتا تھا، جبتک
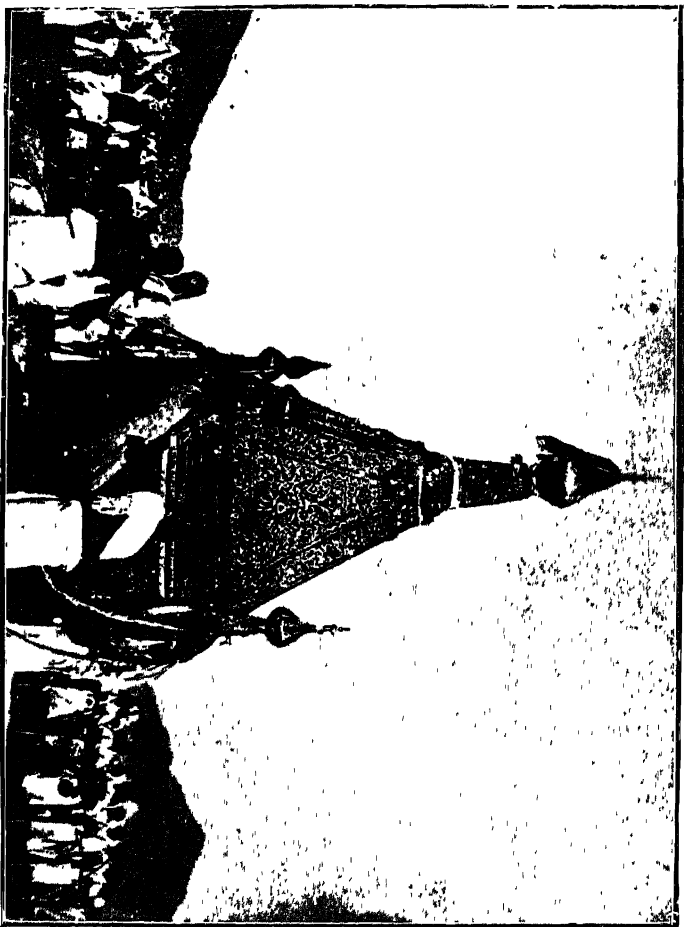
مکے میں حاجی محمل مصری کی زیارت کر رہے ہیں

اہل مصر مکے میں مقیم رہتے تھے محمل کو باب النبیؐ اور باب السلام کے درمیان حرم کے دالان میں رکھدیا کرتے تھے۔ عوام یہاں اس کی زیارت کیا کرتے تھے۔ جس وقت سرکاری طور پر اس کا جلوس نکلتا تھا یا جب اس کو منےٰ و عرفات لے جاتے تھے اُس وقت یہاں سے اٹھا کر لے جاتے تھے۔

(د) منیٰ اور عرفات میں محمل۔

آٹھوین ذیحجہ کو جب حاجی مکے سے عرفات کی طرف روانہ ہوتے تھے تو محمل بھی تزک و احتشام کے ساتھ روانہ ہوتا تھا اور ۹ ذیحجہ کو عرفات میں اور ۱۰، ۱۱ و ۱۲ ذلحجہ کو منےٰ میں اپنی مقررہ جگہ پر معہ اپنی ہمراہی فوج کے خیمے ڈالتا تھا۔ میدان عرفات میں محمل مصری کی جگہ وادی کے وسط میں تھی۔ نوین ذیحجہ کو قبل مغرب خطبۂ عرفات ختم ہونے کے بعد ایک بھاگڑ مچتی ہے اور ہر شخص قدم اٹھائے مزدلفہ[1] کا رخ کرتا ہے۔ اس وقت محمل مصری و محمل شامی بھی اپنی فوجی ترتیب کے ساتھ روانہ ہوا کرتے تھے۔ اور مزدلفہ میں رات گزار کر دسوین کی صبح کو منےٰ پہونچ جاتے تھے۔ اگلے زمانے میں ان محملوں کی جائے قیام اور اُن کے آگے پیچھے رہنے پر بعض اوقات بڑے خون خرابے ہوجاتے تھے جن کا اثر قوی ہوتا تھا وہ اپنے محمل کو آگے رکھکر روانہ ہوتے تھے۔ آگے والا محمل میری سمجھا جاتا تھا اور پیچھے والا اپسنڈی۔ برکہارٹ جو سنہ ۱۸۱۴ء میں شریک حج ہوا تھا کہتا ہے:۔

"آجکل محمد علی پاشا یہاں موجود ہے۔ اس لئے محمل شامی والے دبلی بلی بنے ہوئے ہیں اور محمل مصری کے مقابلے پر نہیں آرہے ہیں۔"

منےٰ مزدلفہ و عرفات میں دونوں محمل ایک دوسرے کو ہر نماز کے وقت اکیس اکیس توپوں کی سلامی دیا کرتے تھے۔ اس طرح پانچوں وقت کی نمازمیں (۲۱۰) توپیں چلتی تھیں۔ اس کے علاوہ جب شریف مکہ کی سواری نکلتی تھی یا کوئی افسر فوجی آتا تھا تو اس کے مرتبے کے لحاظ سے محمل کی ہمراہی فوج علیحدہ توپیں چلاتی تھی۔ ایک صاحب کا جو اس زمانہ میں شریک حج ہوئے تھے بیان ہے کہ:۔

صبح سے شام تک توپیں چلتی ہی رہتی ہیں

---

[1] مزدلفہ مکہ معظمہ سے سات کوس ہے۔ عرفات سے واپسی میں نوین ذیحجہ کو رات یہاں گزارتے ہیں۔ صبح یہاں سے روانہ ہوکر منےٰ پہونچ جاتے ہیں۔

(۸) مکے میں روانگی محمل کا جلسہ

مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ روانہ ہونے سے قبل سرکاری طور پر مکے میں ایک جلسہ ہوا کرتا تھا۔ محمل کی فوج اور اس کے ہمراہی عہدہ دار ایک جلوس کی شکل میں اپنے قیام گاہ میدان شیخ محمود سے مسجد الحرام کی طرف جاتے تھے۔ بیت اللہ کے قریب پہونچکر باب علی کے سامنے محمل کا معمولی غلاف اتار کر اس پر زرین غلاف ڈالدیا جاتا تھا۔ یہاں امیر محمل شامی بھی موجود رہتا تھا۔ اولاً وہ اپنے محمل کے اونٹ کی نکیل والی مکہ کو دیتا۔ والی مکہ محمل کے ساتھ پانچ مرتبہ گشت لگا کر اونٹ کی نکیل امیر شامی کے حوالے کر دیتا اس کے بعد سلطان کی سلامتی کی دعا مانگی جاتی۔ بینڈ قومی ترانہ گاتا اور حاضرین تین مرتبہ نعرہ ہائے مسرت بلند کرتے۔ اس کے بعد امیر محمل مصری اپنے اونٹ کی مہار والی مکہ کو دیتا تھا وہ مثل سابق پانچ چکر لگا کر امیر محمل مصری کو اونٹ کی نکیل واپس کر دیتا تھا۔ باجا سلامتی کا گیت گاتا اور ایک بزرگ جیسے شیخ سنباطی کہتے تھے خدیو مصر و شریف مکہ کے لئے دعائیہ خطبہ پڑھتا اور محفل برخاست ہو کر دونوں محمل اپنے قیامگاہوں کو واپس ہو جاتے تھے۔

(۹) مکے سے مدینے

عموماً آخر ذی الحجہ تک محمل مصری مکے سے مدینہ منورہ روانہ ہو جاتا تھا۔ مکے سے مدینے کو حسب ذیل چار رستے جاتے ہیں۔ موٹریں مکے سے سیدھی مدینے نہیں جاتیں بلکہ مکے سے جدے آکر چند گھنٹے میں رابغ پہونچ جاتی ہیں اور یہاں سے بعض منزلوں کو چھوڑتی ہوئی طریق سلطانی یا کسی اور رستے سے مدینے داخل ہوتی ہیں:۔

(۱) طریق غابر   (۲) طریق سلطانی

(۳) طریق فرعی   (۴) طریق شرقی

طریقہ غابر[۱] ایک تنگ درہ میں ہو کر ایک بلند چٹان پر سے گذرتا ہے۔ یہ سب سے زیادہ پاس کا رستہ ہے مگر عموماً قافلے اس رستے سے نہیں جاتے۔ ادھر سے جانا بڑے مضبوط آدمیوں کا کام ہے۔

---

[۱] غابر۔ ہلاک ہونے والا۔ آنے جانے والا۔

چٹان پر سے ایک ایک اونٹ گزرتا ہے۔ اس کے نیچے اس غضب کا غار ہے کہ اگر کوئی گر پڑے تو تحت الثریٰ کو پہونچ جائے۔ عموماً اہل مدینہ تنگی وقت میں شرکت حج کے لیئے ادہر ہی سے جاتے ہیں۔ چار پانچ دن میں یہ رستہ طے ہو جاتا ہے۔ ادہر سے محمل مصری کبھی مدینے نہیں گیا۔ راہ میں معمولی منزلیں بھی ہیں۔

اب رہے باقی تین رستے۔ ان میں طریق سلطانی بہت اچھا سمجھا جاتا ہے۔ زمانہ سابق میں دوسرے رستوں کے مقابلے میں اس طرف لوٹ مار بھی بہت کم ہوا کرتی تھی۔ سرکاری عہدہ دار اور فوج عموماً اسی رستے سے جاتی آتی تھی۔ سلطان ٹرکی نے اس رستے کو درست کرایا تھا اس وجہ سے اس کو طریق سلطانی یا درب سلطانی کہتے ہیں۔ محمل مصری کبھی اس رستے سے اور کبھی کسی دوسری راہ سے مدینے جاتا تھا۔ طریق سلطانی کی منزلیں حسب ذیل ہیں :۔

(۱) وادی فاطمہ یہ مقام مکے سے پانچ کوس ہے۔ بڑی زرخیز وادی ہے۔ یہاں ترکاریاں۔ خربوزے۔ تربوز۔ لیموں۔ غلہ وغیرہ پیدا ہوتا ہے۔ میٹھا پانی بہ کثرت ہے۔ ایک چشمہ گنگنے پانی کا بھی یہاں پہاڑ سے نکلتا ہے۔ وادی فاطمہ کی مہندی بھی مشہور ہے بعض لوگ اس وادی کو سیدہ فاطمہ زہرا یا حضرت علیؓ کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے نام سے منسوب سمجھتے ہیں یہ غلط ہے۔ یہ کوئی اور فاطمہ تھیں جن کے نام سے یہ مقام موسوم ہے۔

(۲) عسفان یہاں پانی عمدہ ہے۔ ایک گہرا کنواں ہے جسے بیر عسفان کہتے ہیں۔ رستے میں گھاٹیاں بھی بہت ہیں جہاں ایک ایک اونٹ گذرتا ہے۔ اس منزل پر ضروری سامان مل جاتا ہے۔

(۳) خُلَیص کئی گاؤں کے مجموعے کا نام خلیص ہے۔ یہاں کے سب سے بڑے بازار کو "سوق" کہتے ہیں۔ یہ منزل ایک کھلے میدان میں واقع ہے۔ اس کے آس پاس کچھ باغ ہیں یہاں ترکاریاں اور سامان خورد و نوش سب ملتا ہے۔

(۴) رابغ بحر احمر کے ساحل پر یہ ایک گاؤں ہے۔ یہاں گڑھوں اور کنوؤں کا پانی استعمال ہوتا ہے۔ رابغ میں ایک قلعہ بھی ہے جس میں تھوڑی سی فوج رہتی ہے۔ یہاں کا چائے خانہ بہت بڑا ہے جس میں بہ کثرت چارپائیاں پڑی ہوئی ہیں گوشت۔ مچھلی۔ ترکاریاں۔

بعض میوے اور شربت وغیرہ چیزیں ملتی ہیں۔ رابغ میں دن کو گرمی اور رات کو سردی پڑتی ہے جون کے مہینے میں مدینہ جاتے وقت یہاں رات کو مجھے بڑا موٹا کمل اوڑھنا پڑا تھا۔ اُس وقت مجھے اپنا وہ شعر یاد آرہا تھا۔

چاروں طرف ہے جنگل چھایا ہوا ہے بادل
اوڑھے پڑا ہے کمل مکے کا اک مسافر[۱]

(۵) مستورہ یہاں دو بڑے گہرے پختہ کنوئیں ہیں جن میں بہ کثرت میٹھا پانی ہے۔ دال چاول گھی اور بعض دوسری ضروریات یہاں مل جاتی ہیں جس وقت ہماری موٹر یہاں پہنچی تھی ایک عرب لڑکا میوہ فروخت کے لئے لایا تھا۔ گرمی کے دنوں میں یہہ بڑی نعمت تھی۔ ایک ایک آنے میں ایک ایک نیبو خرید کر چار سے ساتھیوں نے شربت بنایا۔ مجھے کھانسی تھی۔ میں خرید نہ سکا مگر اس بچے کو میں نے ایک چونی دی۔ وہ چار نیبو اٹھا کر مجھے دینے لگا۔ میں نے نیبو واپس کر دیئے اور اس سے کہا یہہ بخشش ہے۔ وہ خوش ہو کر چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بچوں کو خوش رکھے۔

(۶) بیر الشیخ اس منزل میں ایک بڑا کنواں ہے۔ تھوڑی جھونپڑیاں بدویوں کی ہیں۔ خور و نوش کی بعض چیزیں مل جاتی ہیں۔ یہاں فاختہ بہ کثرت ہیں۔ مدینے جاتے وقت ہم نے ان کی کئی ٹکڑیاں یہاں دیکھی تھیں۔

(۷) بیر حصانی یہہ بھی بڑی منزل ہے۔ سامان خور و نوش مل جاتا ہے۔ ہم نے مدینے سے واپسی میں دو راتیں یہاں گزاری تھیں۔ ایک عرب یہاں نئی کھجوریں بیچ رہا تھا اول اس نے آواز لگائی تمر الجدید! تمر الجدید! پھر کہنے لگا رطب الجدید! رطب الجدید! اس کے بعد ہم کو متوجہ کر کے ہنس ہنس کے کہنے لگا کھجور الجدید! کھجور الجدید!! یہہ کھجوریں بڑے مزے کی تھیں۔ میں ضرورت زائد کھا یا گیا جس کی وجہ سے مجھے صفرا ہو گیا۔ یہاں ہمارے ساتھیوں نے ٹین کے ایک کنستر میں کھچڑی پکائی تھی۔ پکانا آتا نہ تھا۔ ٹین کا برتن۔ چاول اناپ شناپ۔ آنچ زیادہ لگ گئی اور بالشت بالشت بھر نیچے کا حصہ جل گیا اس ریگستان میں وہ بھی غنیمت تھی۔ زمانہ حج میں ہمیشہ مجھے اس کی یاد آجایا کرتی ہے۔ اور میں کہا کرتا ہوں :۔

[۱] میری نظم "مکے کا اک مسافر" ہے اس کا اک شعر ہے :۔

مزہ کھچڑی بیر حسانی بہ موسم حج یاد می آید[1]

(۸) الحمرا یہہ بڑی منزل ہے۔ یہاں میٹھے پانی کا چشمہ جاری ہے۔ نخلستان و باغ بہت ہیں۔ ترکاریاں لیمو۔ نارنگی۔ کھیرے۔ تربوز وغیرہ یہاں کی پیداوار ہیں۔ مہندی بھی اچھی ہوتی ہے۔

(۹) جدیدہ اسے وادی خیف بھی کہتے ہیں۔ یہاں کا پانی شیریں ہے مصر کے مشہور عاشق رسول[2] نعت گو شاعر حضرت عبدالرحیم برعی کا یہاں مزار ہے۔ ان کے نعتیہ قصیدے عرب میں بہت مشہور ہیں۔

(۱۰) بیر عباس یہاں ایک بڑا کنواں ہے۔ پانی بہ کثرت ہے۔ ایک ٹوٹا پھوٹا قلعہ بھی ہے۔ ضروریات مل جاتی ہیں۔

(۱۱) بیر درویش معمولی منزل ہے۔ پانی اچھا ہے۔ چائے خانہ ہے۔ کھانے پینے کی چیزیں مل جاتی ہیں۔ گرمی کے موسم میں تربوز بھی آجاتے ہیں کسی زمانے میں یہاں چور ڈاکوؤں کا بڑا خوف رہتا تھا۔ اب اکیلا مسافر چادر تان کر سو سکتا ہے۔

(۱۲) آبار علی اس منزل کو بیر علی بھی کہتے ہیں۔ بیر کی جمع آبار ہے۔ یہاں کئی کنوئے میٹھے پانی کے ہیں۔ ترکاریاں وغیرہ بھی ہوتی ہیں۔ مدینہ یہاں سے تین منزل رہ جاتا ہے اور روضۂ منورہ کا سبز گنبد نظر آنے لگتا ہے۔ شیفتگان جمال محمدی یہاں اونٹوں پر سے اتر پڑتے ہیں۔ یہی وہ منزل ہے جس کی نسبت اس فقیر نے کہا ہے۔

اب یہ وقت آیا کہ اونٹوں پر ہوا رہنا حرام
حاجیو اترو کہ روضہ جلوہ گر ہونے لگا

(۱۳) مدینہ منورہ

طریق فرعی

فرع کے معنی شاخ کے ہیں۔ چونکہ رابغ سے یہہ رستہ شروع ہوتا ہے۔ اس وجہ سے

---

[1] یہہ فقرہ اورنگ زیب عالمگیر کے ایک رقعے کا ہے جو اس نے اپنے لڑکے کو لکھا ہے جس میں وہ فرماتا ہے۔
فرزند سعادت توام۔ مزہ کھچڑی بریانی شما بزستان یاد می آید۔

طریق فرعی اس کا نام ہوگیا۔ یہہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ شتربان اپنی سہولت کے خیال سے اور اپنے یا اپنے رشتہ داروں کے گاؤں میں ہوکر چلنے کی غرض سے بعض وقت مختلف منزلوں سے کترا کر کوئی نیا رستہ بھی اختیار کر لیتے ہیں اور دو ایک منزل چلنے کے بعد پھر بڑی سڑک پر آجاتے ہیں۔ ایسی صورتوں میں نئی نئی منزلیں رستے میں پڑ جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض سیاحوں کے سفرناموں میں ان رستوں کی بعض منزلوں کے نام مختلف ہیں۔ لیکن عام منزلیں جو اس رستے میں پڑتی ہیں ان کے نام ذیل میں درج ہیں۔

(۱) رابغ سے وادی حرشان۔ تنگ گھاٹی ہے۔ ایک ایک اونٹ گزرتا ہے۔

(۲) بیر رضوان۔ پانی میٹھا مل جاتا ہے۔ چائے خانہ ہے۔

(۳) ابوضباع یا ام ضباع ایضاً

(۴) الریاض۔ یا وادی ریاں۔ عربوں کی آبادی اچھی ہے۔ درخت بھی بکثرت ہیں۔ یہاں ایک بڑا تالاب ہے جو بارش کے پانی سے بھر جاتا ہے۔ اُسے خم غدیر

(۵) غدیر کہتے ہیں۔ یہہ وہ منزل ہے جہاں حجۃ الوداع میں ۱۸ ذی الحجہ کو آنحضرت نے مکے سے آتے وقت ایک خطبے میں "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" فرمایا تھا یعنی جس کا میں مولا ہوں اُس کے علیؑ مولا ہیں۔

(۶) بیر الماشی۔ معمولی منزل ہے پانی شیرین ہے۔

(۷) ابار علی۔ اسے بیر علی بھی کہتے ہیں۔ اس کی صراحت طریق سلطانی میں کی جا چکی ہے۔

(۸) مدینہ منورہ

طریق شرقی

طریق شرقی بھی بڑا رستہ ہے۔ حاجیوں کے قافلے اس طرف سے بھی زیادہ آتے جاتے ہیں

اونٹوں پر تیرہ چودہ دن میں مکے سے مدینے پہونچ جاتے ہیں۔ اس راہ کی منزلیں یہہ ہیں۔

(۱) مکے سے بیرالبرود یہاں ایک بڑا کنواں ہے۔ جس کا قطر (۷) گز اور گہرائی ۱۴ گز ہے۔ پانی میٹھا ہے۔ اونٹوں پر مکے سے چھ گھنٹے میں پہونچتے ہیں۔ سامان خور ونوش مل جاتا ہے۔

(۲) وادی لیمون بازار ہے۔ کہانے پینے کی چیزیں ترکاریاں۔ لیمو۔ میٹھے لیمو نارنگیاں خربوزے تربوز وغیرہ ملتے ہیں۔ یہاں پانی کا ایک چشمہ ہے جو پہاڑوں سے نکل کر کھیتوں کو سیراب کرتا ہے۔

(۳) خریبہ یہہ کڑی منزل اٹھارہ انیس گھنٹے چلکر یہاں پہونچتے ہیں۔ چائے خانہ ہے۔

(۴) الحفائر حفرہ (گڑھا) کی جمع حفائر ہے۔ پانی شیریں ہے۔ اور سطح زمین سے قریب ہے۔

(۵) برکۃ سمرہ گرمیوں میں پانی نہیں ملتا۔ اور دنوں میں برسات کا پانی برکہ میں مل جاتا ہے۔

(۶) برکۃ المسلح شیریں پانی بکثرت ہے۔

(۷) الحبیط معمولی منزل ہے۔ چائے خانہ ہے۔

(۸) سُفینہ نخلستان ہے۔ میٹھے پانی کے کنوئے ہیں۔

(۹) السویرجیہ یہاں بہت سے کنوئے ہیں جن کے ذریعہ سے زراعت ہوتی ہے حسینی سید یہاں آباد ہیں۔

(۱۰) الحجریہ پانی زمین سے بہت قریب ہے۔ پندرہ منٹ میں نکل سکتا ہے۔

(۱۱) غرابہ معمولی منزل ہے۔ زمین سے گز دو گز پر پانی موجود ہے۔

(۱۲) غدیرہ اس کی کیفیت طریق فرعی میں لکھی جا چکی ہے۔

(۱۳) سیدنا حمزہ — مدینے سے ڈھائی میل پر مزار سیدنا حمزہ بمقام جبل احد واقع ہے۔ محمل مصری عموماً یہاں ایک رات ٹھہر کر صبح مدینے داخل ہوتا تھا۔

(۱۴) مدینہ منورہ — منزل مقصود

جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں محمل مصری عموماً مذکورۂ بالا تین رستوں میں سے کوئی ایک رستہ اختیار کرتا تھا لیکن بعض اوقات مکے سے سیدھا مدینے جانے کی بجائے وہ جدے چلا آتا تھا یہاں سے بحری رستے سے جہاز میں بندرگاہ ینبوع دو دن میں پہونچ جاتا تھا اور ینبوع سے براہ خشکی مدینے داخل ہوتا تھا۔ چنانچہ ۱۳۲۰ھ و ۱۳۲۱ھ میں محمل مصری نے مکے سے جدے آکر ینبوع تک جہاز میں سفر کیا تھا پھر حسب ذیل منزلیں قطع کر کے مدینے پہونچا تھا۔

(۱) ینبوع سے المبیت۔ بیت کے معنی رات گزارنے کا مقام۔ رین بسیرا۔

(۲) بیر سعید۔ یہاں دو کنوئے ہیں۔ ضروری چیزیں مل جاتی ہیں۔

(۳) الحمرا۔ یہ منزل سرسبز و شاداب ہے۔ ایک چشمہ بہتا ہے۔ زراعت ہوتی ہے سامان خورد و نوش گوشت ترکاری وغیرہ سب ملتا ہے۔

(۴) بیر عباس۔ طریق سلطانی میں اس کی مختصر کیفیت لکھی جا چکی ہے۔

(۵) بیر درویش — ایضاً — ایضاً

(۶) مدینہ

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ عربوں کے گاؤں جلد جلد بستے اور اجڑتے رہتے ہیں۔ یا تھوڑے سے الٹ پھیر سے راہ طے کرتے میں کبھی کوئی گاؤں رستے میں پڑتے ہیں اور کبھی کوئی کبھی مختلف رستے اختیار کرنے سے بھی یہ صورت پیش آجاتی ہے مثلاً یہاں دو سیاحوں کے سفرناموں سے ہم ینبوع سے مدینہ تک کی منزلیں لکھتے ہیں۔

بزمانہ برکہارٹ سنہ ۱۸۱۴ء	کیفیت
(۱) ینبوع سے برکہ	برکہ۔ حوض تالاب
(۲) غازعلی	غاز۔ لڑنیوالا
(۳) بدر[۱]	نوٹ ملاحظہ ہو
(۴) شعب الحال	شعب کی معنی وادی
(۵) القریش	معمولی منزل
(۶) وادی عقیق[۲]	
(۷) مدینہ	

بزمانہ برٹن سنہ ۱۸۵۳ء	کیفیت
(۱) ینبوع سے مسائل	
(۲) بیر سعید	سابق میں کیفیت لکھی جاچکی ہے
(۳) الحمرا	"
(۴) بیر عباس	"
(۵) سویقہ	قدیم منزل ہے۔
(۶) مدینہ	

[۱] بدر نامی کسی شخص کا بنایا ہوا یہاں کنواں تھا جسکی وجہ سے اس گاؤں کو بدر کہنے لگے۔ یہ مشہور مقام ہے۔ اس کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔ ۲ھ میں یہاں مسلمانوں کو زبردست فتح حاصل ہوئی تھی اس جنگ میں ۱۴ صحابہ شہید ہوئے تھے اور ستر کفر مارے گئے تھے جن میں ابوجہل بھی تھا ستر ہی قید ہوئے تھے قصبۂ بدر کے جنوب میں شہید اصحاب کی قبریں ہیں۔ بدر میں ایک مسجد ہے جسے مسجد غمامہ کہتے ہیں جسکی نسبت روایت ہے کہ جب آنحضرت یہاں مقیم تھے تو دھوپ سے بچانے کے لئے بادل نے آپ پر سایہ کیا تھا۔ بدر میں کچھ باغ ہیں۔ ترکاریاں تربوز وغیرہ مل جاتے ہیں۔ یہاں گدھ بہت ہیں جو مسافروں کے سروں پر منڈلاتے رہتے ہیں۔

[۲] مدینے سے ڈیڑھ کوس مکے کی سڑک پر وادی عقیق ایک پرفضا مقام ہے۔ آنحضرت بعض اوقات ہوا خوری کے لئے وہاں تشریف لے جایا کرتے تھے اور وہاں کا پانی شوق سے نوش فرمایا کرتے تھے۔ بعض عرب شاعروں نے بھی اس کی تعریف میں اشعار کہے ہیں اس فقیر کی ایک غزل میں بھی اس کا ذکر آیا ہے۔ عرض کیا ہے:-

ہے کہاں بطن عقیق اور وہ ببولوں کی ہوا ؎ چلکے وان ہینگین بڑھائیں کہائیں جھولونکی ہوا
کوئی جھوکا اُس کے روضے سے بھی لا باد سحر ؎ جس سے دنیا میں بندھی سارے رسولوں کی ہوا
کس زمین کی خاک عطر افشاں سے گزرے حاجیو ؎ مجھ کو تم سے آتی ہے جنت کے پھولوں کی ہوا
خدمت اقدس میں پہونچا یا نہ کیوں میرا پیام ؎ کہتے ہیں ہوتی ہے قاصد بھٹکے بھولوں کی ہوا

ہے حجازی خاک سے شبیر میری بھی سرشت
دل کو کھینچے کیوں نہ یثرب کے بگولوں کی ہوا

(ز) مدینۂ منورہ میں محمل مصری

قدیم سے یہ طریقہ رائج تھا کہ محمل مصری مزار حضرت امیر حمزہ واقع جبل احد پر جو مدینے سے ڈیڑھ کوس ہے پہونچ کر رات بھر وہاں قیام کرتا تھا اور دوسرے دن صبح مدینہ منورہ میں داخل ہوتا تھا۔ بعض امیر الحاج کبھی کبھی اس کے خلاف بھی عمل کرتے تھے اور مزار حضرت امیر حمزہ پر سلام پڑھتے ہوئے سیدھے مدینے پہونچ جاتے تھے۔ اہل مدینہ اور روضۂ منورہ کے خدام و اغوات محمل کے آنے کی خبر سنکر مدینے سے باہر ایک کوس کے فاصلے پر اس کے استقبال کے لئے جایا کرتے تھے۔ محمل باب حمیدیہ[۱] سے جسے باب عنبریہ بھی کہتے ہیں شہر میں داخل ہوا کرتا تھا۔ ہمراہیان و ملازمین محمل اوّلاً خود زیارت حضور سرور کائنات سے مشرف ہوتے تھے۔ اس کے دو تین روز بعد محمل کا جلوس شہر میں نکالکر محمل کو مسجد نبوی میں پہونچایا جاتا تھا۔ تعظیم محمل میں اکیس توپوں کی سلامی دی جاتی تھی۔ محمل کو زرین غلاف اڑھاکر آگے آگے امیر محمل اور امین الصرہ مصری و سلطانی فوج اور بینڈ باجے کے ساتھ باب عنبریہ سے چل کر گشت کرتے ہوئے مناخہ کی جانب سے حرم تک جاتے تھے اور باب مصری کے قریب پہونچکر اہل جلوس تعظیماً اپنی سواریوں سے اتر پڑتے تھے۔ باب السلام پر جو حرم نبوی کے جنوب و غرب کی طرف ہے شیخ الحرم اور والی مدینہ ان کا استقبال کرتے تھے۔ محمل کے اونٹ کی مہار والی مدینہ کے ہاتھ میں دی جاتی تھی اور اونٹ کو سیڑھیوں پر چڑھاکر باب السلام کے سامنے والے چبوترے پر بٹھادیا جاتا تھا۔ یہاں محمل کو اونٹ پر سے کھولکر ہاتھوں ہاتھ مسجد نبوی میں پہونچاتے تھے اور منبر نبوی کے غربی جانب جنابۂ سیدہ فاطمہ زہرا کے مزار سے متصل رکھدیتے تھے۔ اس کے بعد محمل کی فوج کا سپہ سالار امیر الحاج امین الصرہ اور دوسرے عہدہ دار محمل کے گرد بیٹھ جاتے اور یہ سب لوگ روضۂ منورہ کے خادموں کا سا لباس پہنکر یعنی سفید عمامے اور سفید پٹکے باندھے۔ سفید عبائیں پہنے حضور سرور عالم کے خادموں کی شکل بناکر سبز جالی میں داخل ہونے کے لئے تیار ہوجاتے تھے۔ محمل کے زرین غلاف کے مختلف حصے جو بندھوں اور ڈوریوں سے جڑے رہتے تھے ان کو علیحدہ کرکے آپس میں تقسیم کرلیتے تھے۔ اس کے بعد

---

[۱] یہ دروازہ سلطان عبد المجید خاں کے زمانے کا بنا ہوا ہے۔ حجاز ریلوے کا یہاں اسٹیشن بھی تھا۔ آجکل موٹروں کا اڈا ہے۔

آگے آگے امیر الحاج اور سپہ سالار محمل کا علم اٹھائے امیر الصرہ اور دوسرے عہدہ دار غلاف محمل کا ایک ایک ٹکڑا ہاتھوں میں پکڑے بغرض حصول سعادت و برکت شمالی جانب سے صلواۃ وسلام پڑھتے جالی مبارک کے اندر داخل ہوتے تھے۔ باہر آنے کے بعد غلاف محمل کے اجزاء کو تہہ کر دیا جاتا تھا اور محمل اسکی جگہ رکھا رہتا تھا۔ اہل مدینہ و حجاج وہاں اس کی زیارت کرتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ محمل کی مدینے سے روانگی کا دن آجاتا تھا اور پھر ایک جلوس کے ساتھ محمل رخصت ہو جاتا تھا۔

(ح) مدینے سے محمل کی واپسی

مدینے سے قاہرہ کو روانگی سے قبل محمل مصری مسجد نبوی سے مصری حاجیوں کی قیام گاہ پر جو رباط محمد علی[۱] اور اس کے گرد و نواح کے مقام پر ہوتی تھی پہونچا دیا جاتا تھا۔ اور اس کا زرین غلاف اس پر ڈال دیا جاتا تھا۔ یہاں رات بھر اس کی زیارت کے لیئے لوگ آتے جاتے رہتے تھے۔ مولود خوانی و قرات خوانی ہوتی رہتی تھی۔ اور چائے و شربت کا دور چلتا رہتا تھا۔ اس کے بعد صبح کو محمل روانہ ہو جاتا تھا۔ اور رخصت محمل کی اکیس توپیں سر کی جاتی تھیں

(ط) مدینے سے قاہرہ تک محمل کی منزلیں۔

مدینے سے واپسی میں بھی رستے کے امن اور سہولت کے اعتبار سے منزلیں طے کی جاتی تھیں اور جدھر قتل و غارت کا اندیشہ ہوتا ادھر سے کترا کر پر امن رستہ اختیار کیا جاتا تھا۔ مثلاً ۱۳۱۸ھ میں محمل مصری کی حسب ذیل رستے سے واپسی ہوئی تھی:۔

(۱) بیر عثمان مدینے سے پانچ میل ہے۔ اس کو بیر رومہ بھی کہتے ہیں سنگین پختہ بنا ہوا ہے اس کا قطر دس گز گہرائی (۱۲) گز ہے۔ پانی نہایت میٹھا ہے۔ مدینے والوں کو

---

[۱] مدینہ منورہ میں رباط محمد علی پاشا بڑی عظیم الشان عمارت ہے۔ اسے تکیہ محمد علی بھی کہتے ہیں۔ اس میں علاوہ مصری حاجیوں کے غرباد مساکین بھی رہتے ہیں۔ یہاں روزانہ غریبوں کو کھانا تقسیم ہوتا ہے۔ مدینے کے محتاجوں کے لیئے یہ بڑا سہارا ہے۔ ڈیڑھ لاکھ سالانہ سے زائد اس کے مصارف ہیں۔ محمد علی نواد اس کے مہتمم ہیں۔ مدینے جاتے وقت موٹر میں میرا ان کا ساتھ ہوا تھا۔ مدینے میں بھی یہ میرے ساتھ محبت سے پیش آتے تھے۔

پانی کی سخت تکلیف تھی۔ آنحضرت کے ایما پہ حضرت عثمانؓ نے ایک یہودی سے اس کنوے کو خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا تھا۔

(۲) الطیعنی۔ یہاں درخت بکثرت ہیں۔ دو کنوے ہیں۔

(۳) الملایج یہاں درخت بہ کثرت ہیں۔ میٹھے پانی کے پانچ کنوے ہیں جب بارش نہیں ہوتی تو ان کا پانی کھاری ہو جاتا ہے۔ بعض کنوے کی گہرائی دو گز ہے۔

(۴) قصر عبلہ اس کو شجوہ بھی کہتے ہیں۔ زمین قابل زراعت ہے۔ حنظل کے درخت بکثرت ہیں۔ جلانے کی لکڑی اور ضروری چیزیں مل جاتی ہیں۔

(۵) آبار الحلو معمولی منزل ہے۔ میٹھے پانی کے کنوے ہیں۔ مگر عدم استعمال کی وجہ سے پانی بدمزا ہے۔

(۶) الحفائر حفرہ کے معنی گڑھے کے ہیں۔ حفرہ کی جمع حفائر ہے۔ یہاں بارہ کنوے ہیں جن کے نیگسٹ پتھر کے ہیں۔ تین چار گز گہرائی ہے۔ بعض کا پانی کھاری ہے لکڑی بہ کثرت ہے۔

(۷) الفُقیر یہاں دوم کے درخت بہت ہیں ان میں ایک قسم کا پھل لگتا ہے جسے حاجی کھاتے ہیں۔ چار کنوے ہیں۔ جن کا پانی کسی قدر کھاری ہے۔

(۸) العقلہ یہاں ایک قسم کے کانٹے بہت ہیں جو جسم میں چبھنے کے بعد بڑی تکلیف سے نکلتے ہیں۔ پانی کھاری اور نا قابل استعمال ہے۔

(۹) الناصوع یا المطر یہاں بدوی بہت آباد ہیں جو بھیڑ بکری پالتے ہیں۔ دودھ دہی یہاں ملتا ہے۔

(۱۰) الحفز لہ پانی لکڑی ملتی ہے۔ تین کنوے ہیں۔ بازار بڑا ہے۔ خور و نوش کا سامان بھی مل جاتا ہے۔

(۱۱) الوجہہ یہاں کھجور کے درخت بہ کثرت ہیں۔ بازار ہے۔ مایحتاج ملتے ہیں۔ پانی اچھا ہے۔ فوج کے سو پچاس سپاہی بھی رہتے ہیں۔ بحر احمر کے مشرقی کنارے پر

آباد ہے۔ ڈیڑھ سو مکان یک منزلہ و دو منزلہ ہیں۔
مصر کا علاقہ ہے۔ کوئی پانسو آدمی کی آبادی ہے جن میں کچھ عیسائی بھی ہیں یہاں حضرت
(۱۳) **طور** موسیٰ و شعیب کے زمانے کی بعض زیارت گاہیں بھی ہیں۔ تین مسجدیں ہیں۔ آٹھ
کنوے ہیں جن میں مینہہ کا پانی محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ یہاں گز گز صبر کی مچھلی دو دو آنے کو آتی ہے
غلہ مہنگا ہے۔ ایک مکتب بھی ہے۔ محمل کی آمد پر یہاں ایک جلسہ ہوا کرتا تھا جس میں عیسائی پادری
بھی معہ اپنے طالبعلموں کے شریک ہوا کرتے تھے اور اظہار مسرت کے لئے پادری لوگ بھی تقریریں
کیا کرتے تھے۔ حاجیوں کے واسطے طور پر قرنطینہ بھی بڑا بھاری ہے۔
محمل کی واپسی میں یہاں بھی جلسہ ہوا کرتا تھا۔ یہاں سے محمل ریل میں قاہرہ روانہ
(۱۳) **سویز** ہو جاتا تھا۔

(۱۴) قاہرہ۔

سنہ ۲۰-۱۹۲۱ء میں مدینے سے محمل مصری حسب ذیل رستے سے قاہرہ واپس ہوا تھا۔

نشان سلسلہ	منزل	کیفیت
(۱)	مدینہ سے ذی الحلیفہ	براہ خشکی اونٹوں پر
(۲)	بیر علی	
(۳)	بیر درویش	
(۴)	بیر عباس	
(۵)	الحمرا	
(۶)	بیر سعید	
(۷)	المسیجلی	
(۸)	ینبع البحر	براہ بحر جہاز میں
(۹)	طور	
(۱۰)	سویز	

چھٹی فصل

محمل کی واپسی قاہرہ میں جلوس

چونکہ محمل مصری کے ساتھ مصر کے حاجی بھی جایا کرتے تھے اس لئے محمل کی واپسی پر قاہرہ میں بڑی خوشی منائی جاتی تھی۔ قاہرہ پہونچکر محمل شہر کے باہر مقام حسوہ میں ٹھہر جاتا تھا اور محمل کے ملازموں اور حاجیوں کے رشتہ دار اپنے اپنے عزیزوں کو لینے کے لئے حسوہ تک جایا کرتے تھے بعض لوگ پھولوں کے ہار۔ شربت۔ میوے۔ مٹھائیاں اور باجے بھی اپنے ساتھ لے جایا کرتے تھے اور حج سے صحیح سلامت واپس آنے والوں کو پھول پہنا کر اور کھانے پینے سے ان کی تواضع کرکے باجے بجاتے اپنے گھر لاتے تھے۔ جو لوگ سفر حجاز میں مرجاتے تھے ان کے رشتہ دار قافلے والوں سے اُن کے مرنے کی خبر سنکر روتے پیٹتے گھروں کو واپس ہوتے تھے۔ اس موقع پر سرکاری طور پر بھی ایک عام خوشی کا اظہار کیا جاتا تھا۔ خدیو اسمٰعیل[۱] پاشا کے آخر زمانے میں جب محمل خشکی کے رستے سے جاتا تھا تو اس کی واپسی پر اور بھی زیادہ مسرت کرتے تھے۔ بعض لوگ اپنے عزیز و اقارب کے استقبال کے لئے ایک ایک دو دو منزل تک نکل جاتے تھے۔ بعض لوگ حاجیوں کو سیراب کرنے کے لئے جو طرح طرح کے خراب پانی پیتے چلے آتے تھے بڑے بڑے حوضوں میں شربت بھر دیتے تھے جسے تین تین دن تک حاجی اور دوسرے آدمی پیتے رہتے تھے۔

۱۲۵۱ھ کے جلوس واپسی محمل کا سمان ولیم لین صاحب نے اپنی کتاب موڈرن ایجپشینز میں

---

[۱] یہہ ۱۲۷۹ھ سے ۱۲۹۶ھ تک مصر پر حکمران رہا۔

اس طرح دکھایا ہے:۔

سورج نکلنے کے آدھ گھنٹے بعد محمل کا جلوس باب النصر سے شہر میں داخل ہوا۔ محمل کے آگے آگے پیدل فوج باقاعدہ کا ایک دستہ تھا۔ اس کے پیچھے محمل آیا۔ پھر وہ عجیب قوی ہیکل سیاہ فام شخص جس کو شیخ الجمل (اونٹ والا شیخ) کہتے ہیں نکلا۔ یہ صرف ایک پجامہ پہنے ہوئے اونٹ پر سوار تھا۔ اور ہر وقت اپنا سر ہلاتا رہتا تھا۔ گذشتہ کئی سال سے یہ شخص محمل کے ساتھ جاتا آتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ رستے بھر سر ہلاتا ہی چلتا ہے۔ سرکار سے اس کو دو اونٹ اور اخراجات سفر ملتے ہیں چند سال قبل ایک بڑھی عورت بھی محمل کے ساتھ جایا آیا کرتی تھی۔ اس کو ام القطات یعنی بلیوں کی ماں کہتے تھے۔ اس کے ساتھ ہمیشہ پانچ چھ بلیاں بھی اونٹ پر بیٹھی رہتی تھیں۔ شیخ الجمل کے پیچھے ترکی سواروں کا ایک رسالہ اور پھر کوئی بیس اونٹ جن پر سرخ و سبز خوشنما کپڑوں کے زین تھے نکلے۔ ہر اونٹ کے زین کو جھنڈیوں اور شتر مرغ کے پروں سے سجایا گیا تھا۔ اونٹوں کے گلے میں کوڑیوں کے ہار بھی پڑے تھے۔ اس کے بعد کچھ بدوی نکلے۔ ابھی رملہ تک جو قلعے کے سامنے بڑا میدان ہے محمل کے پہونچنے میں کوئی پاؤ گھنٹہ تھا اس وقت بڑی کوشش اور گھس پیٹھ کے بعد محمل کے پاس میں پہونچ گیا اور اس کو تین مرتبہ چھو چھو کر میں نے اپنا ہاتھ چوما۔ پھر محمل کی جھالر پکڑ کے اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ محمل کا محافظ جو پیچھے پیچھے چل رہا تھا اس نے اول تو مجھے بری طرح گھورا۔ پھر درود پڑھتے ہوئے چلنے کے لئے مجھ سے کہا۔ واللہ اعلم میرے اچھے کپڑوں کو دیکھ کر یا صلواۃ پڑھنے کی وجہ سے اس نے وہاں سے مجھے ہٹایا نہیں۔ اور میں محمل کی جھالر پکڑے ہوے چلتا رہا۔ ورنہ وہ دوسرے شخصوں کو صرف ایک مرتبہ محمل چھو لینے دیتا تھا۔ غرض کہ میں رمیلہ تک اسی طرح چلتا رہا جب میں نے اپنے ایک مسلمان دوست سے اس کا ذکر کیا تو اس کو بڑا التعجب ہوا اور وہ مجھ سے کہنے لگا کہ آج تک میں نے نہیں سنا کہ کسی شخص کو ایسا موقع نصیب ہوا ہو تم پر خدا کا فضل اور پیغمبر صاحب کی بڑی مہربانی ہے۔ اس کے بعد اس نے مجھے نصیحت کی کہ اس کا ذکر کسی سے نہ کرو ورنہ لوگ تم سے حسد کرنے لگیں گے۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ محمل کی اس قدر تعظیم کیوں کی جاتی ہے۔ بہت سے لوگ اس کو بڑے جوش کے ساتھ چھوتے تھے۔ ایک سپاہی جب محمل کے قریب گیا تو اس نے محمل کو مخاطب کرکے یہ الفاظ کہے۔ اے میرے

"اکے! تونے مجھے حج سے محروم رکھا"[۱] جن سڑکوں پر سے محمل گزرتا تھا وہ تماشائیوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھیں۔ تمام دکانیں بند تھیں اور ان کے چبوترے پر لوگ بیٹھے ہوئے تھے کُل ایک گھنٹے میں محمل رمیلہ پہونچا۔ اس میدان کو طے کرنے کے بعد جب محمل قرا میدان میں داخل ہوا تو قلعہ سے بارہ توپوں کی سلامی دی گئی پھر قلعہ کے شمالی دروازے کی طرف سے جسے باب الوزیر کہتے ہیں محمل واپس ہوا۔

ایک عجیب رسم جو اس موقع پر اور جلوس غلاف کعبہ وجلوس روانگی محمل کے موقع پر دیکھنے میں آئی وہ یہ تھی کہ بہت سے لڑکے غول بنا بنا کر شہر میں پھرتے ہیں سب کے ہاتھ میں کھجور کی ایک ایک چھڑی ہوتی ہے جسے نوک سے لیکر آدھی دور تک دو تین شاخوں میں چیر دیتے ہیں اس کو متفرع (دوایک) کہتے ہیں جب کوئی یہودی یا عیسائی ان کو ملتا ہے تو وہ اس کو پکڑ کر کہتے ہیں "ہات العادہ" یعنی حسب عادت نذرانہ لا۔ جو شخص اس نذرانے کے دینے سے جسکی مقدار چار پانچ پیسے یا زیادہ سے زیادہ دس پیسے ہوتے ہیں انکار کرتا ہے تو لڑکے اس کو قمچی سے شپا شپ شپا شپ چھوڑنا شروع کرتے ہیں[۲]۔ محمل شہر میں گشت کرتا ہوا مسجد حسین کو جاتا ہے وہاں اس میں سے وہ قرآن جو جاتے وقت محمل کی چھت میں لٹکا دیتے ہیں اور واپسی میں اس کے اندر رکھ دیتے ہیں نکالکر مسجد میں رکھ دیا جاتا ہے۔ ادنیٰ طبقے کے بہت سے عورت مرد اس کی زیارت کے لئے وہاں جاتے ہیں اور اس کو چومتے اور آنکھوں سے لگاتے ہیں۔

ہمارے زمانے میں بھی محمل کی واپسی پر قاہرہ میں اس کا جلوس نکلا کرتا تھا جس کے ساتھ محمل کی ہمراہی فوج حاجی، قاہرہ کی فوج و پولیس اہل شہر و تماشائی صلیبیہ۔ ناصریہ زینبیہ وغیرہ مختلف محلوں میں گشت لگاتے ہوئے محمل کو دفتر مالیہ میں پہونچا کر واپس ہو جاتے تھے۔

---

۱ تبرکات کی اس قسم کی تعظیم جاہل کیا کرتے ہیں جو قابل اعتبار نہیں ہے۔ بیت المقدس میں حضرت عیسیٰ کے آثار و تبرکات کے ساتھ عیسائیوں کی خوش اعتقادی اس سے بدرجہا بڑھی ہوئی ہے صلیب عیسیٰ تو دینی و دنیوی تمام حاجتوں کو پورا کرنے والی خیال کی جاتی ہے۔ کرسمس کے موقع پر رومن کیتھلک عیسائیوں کے گرجوں میں حضرت مریم کا زچگی خانہ جو بنایا جاتا ہے۔ زیارت کے قابل چیز ہے۔

۲ ہندوستان کے اکثر شہروں میں بھی ہولی کے موقع پر ہندو لڑکے اور محرم میں مسلمانوں کے شریر بچے غیر مذہب والے راہ گیروں کے ساتھ اسی قسم کی شرارت کرتے ہیں۔

ساتویں فصل

محمل کی تعظیم

محمل مصری کی جس قسم کی تعظیم کی جاتی تھی اُس کے اعتبار سے ہم اس تعظیم کو تین قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں:۔

الف سیاسی تعظیم
ب صفاتی تعظیم
ج۔ ذاتی تعظیم

ہر زمانہ میں شاہی فرامین۔ شاہی عطیات اور شاہی علم کی تعظیم بطور خاص کی جاتی رہی ہے شاہی فرمان کو سر پر رکھا جاتا تھا۔ آنکھوں سے لگایا جاتا تھا اور فرمان کے ہر ہر فقرے پر آداب بجالایا جاتا تھا جس بہادر کو بادشاہ تلوار عنایت کرتا اول وہ اس کو اپنے گلے میں لٹکاتا اس کے بعد کمر سے باندھتا تھا جس امیر کو زین واسپ عنایت ہوتے وہ پہلے زین کو اپنے سر پر رکھتا۔ پھر کمر پر رکھتا اس کے بعد گھوڑے پر کستا تھا۔ اسی طرح شاہی علم و پرچم کی تعظیم سلامی اتار کر یا اسکے سامنے گردن جھکا کر کی جاتی ہے۔

چونکہ محمل اور فوج محافظ محمل کا علم دونوں ملکر قافلہ حجاج کے متبرک علم کا کام دیتے تھے اور محمل مصری سلطنت مصر کے لشکر کا زبردست نشان تصور کیا جاتا تھا اس لئے جس جس شہر و قریہ سے محمل گزرتا جہاز ریل۔ اسٹیشن جھنڈیوں سے سجائے جاتے۔ شہر آراستہ ہوتا جلسے کئے جاتے۔ آمد و قت کے وقت توپوں کی سلامی دی جاتی۔ یہ تعظیم دراصل اس سلطنت کی تعظیم ہوا کرتی تھی جہاں سے محمل آتا تھا اور اس لحاظ سے ہم محمل کی اس تعظیم کو "سیاسی تعظیم" کہتے ہیں۔ سلاطین مصر نے محمل کو اپنی

سلطنت کا شعار یا ایسا زبردست نشان قرار دیدیا تھا کہ علاقہ مصر کے جن شہروں سے ہو کر محمل گزرتا تھا وہاں کے حکام کو محمل کے اونٹ کے موزون کو بوسہ دینا واجب تھا۔ یہاں تک کہ امرائے مکہ بھی استقبال کے وقت اس کو چومتے تھے۔ مدت دراز تک یہ طریقہ جاری رہا۔ آخر ۸۴۸ھ میں سلطان جیمق نے اسے موقوف کیا۔

حاجیوں اور زائرین کو اسٹیشن تک پہونچانے جانا۔ وقت رخصت ہار پھول پہنانا۔ دست بوسی کرنا ایک تعظیم ہے جو اس خیال سے کی جاتی ہے کہ یہ لوگ ایک مذہبی سفر پر جارہے ہیں۔ اور خدا اور رسول کے دربار میں ان کو حاضری کا شرف حاصل ہونے والا ہے۔ ممکن ہے کہ مصری حاجیوں کے ساتھ محمل مصری کی عظمت کا خیال بھی لوگوں کے دل میں پیدا ہو گیا ہو۔ حج و زیارت کے بعد واپس ہونے پر حاجیوں کی تعظیم اس خیال پر مبنی ہوتی ہے کہ یہ لوگ مقامات مقدسہ کے مشاہدہ سے مستفید ہو کر اور وہاں کی مبارک آب و ہوا سے متاثر ہو کر واپس ہوئے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ مقامات مقدسہ کی پیداوار و صنعت کے علاوہ دوسری جگہ کی پیداوار و مصنوعات بھی وہاں پہونچکر تبرک بن جاتی ہے۔ غلاف کعبہ اگرچہ مصر کی ساخت ہوتا تھا مگر اس شعر کا مصداق ہوجاتا تھا:-

با عزیزے نشست روزے چند
لاجرم ہمچو او گرامی شد

حاجیوں کے کفن انگلستان کی ساخت کے ہوتے ہیں مگر آب زمزم میں بھیگ کر یا حضرت امام حسین علیہ السلام کی ضریح مبارک سے مس ہو جانے کے بعد تبرک ہو جاتے ہیں۔ یہی کیفیت تسبیحوں کی ہے جو اگرچہ مختلف ملکوں کی بنی ہوئی ہوتی ہیں مگر مکۂ معظمہ و کربلائے معلےٰ ہو آنے کے بعد تبرک بن جاتی ہیں۔ سفر حجاز کے بعد محمل مصری کا تبرک خیال کیا جانا حیرت ناک نہ تھا۔ مکے میں وہ بیت اللہ کے ایک دالان میں رکھا جاتا تھا۔ مدینہ منورہ میں اس کو مسجد نبوی میں جگہ دی جاتی تھی۔ محمل کے غلاف کے مختلف اجزا اور روضۂ شریف کے اندر جالی مبارک سے مس ہوتے تھے اس لحاظ سے جو کچھ محمل کی واپسی کے وقت تعظیم کی جاتی وہ اس کے وصف اضافی کی وجہ سے کی جاتی تھی اور اسکو صفاتی تعظیم کہہ سکتے ہیں۔

حیرت کے قابل محمل کی وہ تعظیم تھی جو سفر حجاز سے قبل قیام حجاز میں اور واپسی پر ہوتی

تھی اور جس کی وجہ سے یہ محمل شریف کہلانے لگا تھا۔ قاہرہ میں جلوس روانگی کے وقت خدیو مصر محمل کے اونٹ کی مہار کو بوسہ دیا کرتے تھے۔ عوام محمل کے گرد سات بار گھومتے تھے۔ اہل مصر محمل سے مس ہونے کے لئے اپنے کپڑے دوپٹے اور شالیں کوٹھوں پر سے لٹکاتے تھے۔ اسٹیشن عباسیہ پر محمل بغرض زیارت رکھدیا جاتا تھا۔ قاہرہ سے سویز تک عورتیں اپنے شیر خوار بچوں کو محمل سے مس ہونے کے لئے لاتی تھیں۔ محمل کے ملازمین بھی کچھ نذر لیکر بچوں کو گود میں اٹھاتے اور محمل سے اُن کا ہاتھ لگا دیتے تھے۔ مختلف طبقے کے لوگ محمل کو چھوکر اپنا ہاتھ منہ پر پھیرا کرتے تھے بلکہ معظمہ میں جب محمل باب السلام کے نزدیک دالان میں رکھدیا جاتا تھا تو مختلف ملکوں کے خوش عقیدہ مسلمان اُس پر نذر نیاز چڑھاتے تھے عرضیاں لٹکاتے تھے اور منتیں مرادیں مانتے تھے۔ مصر واپس ہونے پر بعض جاہل مصری محمل کو مخاطب کرکے کہا کرتے تھے۔

"اے میرے آقا تو مجھے اپنے ساتھ حج کے لئے نہیں لے گیا"

محمل کی اس تعظیم کو ہم تعظیم ذاتی کہتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس کی ابتدا شاید اس طرح ہوئی ہوگی اولاً محمل کے غلاف کو جس پر آیت الکرسی وغیرہ آیات قرآنی یا نقشہ بیت اللہ کڑھا رہتا تھا لوگ چھوکر ہاتھ اپنے منہ پر پھیر لیتے ہونگے۔ رفتہ رفتہ محمل کا ہر جز تبرک ہوگیا اور لوگ اسے چھو چھوکر منہ پر ہاتھ پھیرنے لگے اور بتدریج جب اس کی تعظیم انتہائی درجہ پر پہونچگئی تو عوام الناس اس کو اپنا حاجت روا تصور کرنے لگے۔ اس قسم کی ازلام و انصاب پرستی کی شالیں ہمارے ہندوستان میں بہت ہیں اس موقعہ پر ان کا ذکر کرنا مسلمانوں کو ناگوار گزریگا اس لئے ہم چپ ہی ہوجاتے ہیں۔

اٹھویں فصل

محمل کے حادثات

اگرچہ حجاز کی بدامنی۔ راستوں کی بدانتظامی اور بحری سفر کی دشواریوں سے زمانہ قدیم

ہیں محمل کا منزل مقصود و ساحل مراد تک پہونچنا مشکل تھا تاہم تاریخوں میں حوادث محمل کی چند ہی مثالیں پائی جاتی ہیں جن کا مختصر ذکر یہاں کیا جاتا ہے:۔

(۱) محمل مصری کی غرقابی۔

مصر سے غلاف کعبہ تو چوتھی یا پانچویں صدی میں بھی بحری رستے سے جایا کرتا تھا لیکن محمل مصری پہلے پہل ۹۵۱ھ میں براہ سوئز جدے ہو کر مکۂ معظمہ پہونچا تھا۔ ۹۶۱ھ میں طوفان و تموج کی وجہ سے نصف محمل غرق دریا ہو گیا تھا۔ اس کے بعد ۹۶۲ھ اور ۹۶۳ھ کے دونوں محمل بھی دریا میں ڈوبے۔

(۲) محمل مصری کا نذر آتش ہونا۔

محرم ۱۲۱۸ھ میں حاکم نجد امیر سعود ابن عبدالعزیز نے مکۂ معظمہ پر قبضہ کر کے سلطان سلیم فرمانروائے ٹرکی کو یہ لکھا تھا کہ آپ دمشق و قاہرہ کے والیوں کو ہدایت کر دیجیے کہ وہ باجوں کے ساتھ محمل نہ بھیجا کریں۔ ۱۲۱۹ھ یونہی گزر گیا اور محمل لانے والوں نے کچھ خیال نہ کیا۔ ۱۲۲۰ھ میں حج کے موقعہ پر امیر سعود نے سختی کے ساتھ باجے کی روک تھام کی۔ محمل شامی کا امیر بجائے اس کے کہ باجا موقوف کر دیتا حج سے ہی دست بردار ہو گیا اور بغیر حج کئے اپنا محمل لیکر واپس چلا گیا۔ مگر مصری محمل نجدیوں کے ہاتھ لگ گیا اور انہوں نے اس فتوی پر اس کو جلا دیا کہ:۔

"ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کی سزا آگ ہے۔"

(۳) شریف مکہ حسین کی بیجا فرمائش محمل کی واپسی

اگرچہ ہمیشہ محمل مصری کے ساتھ ایک طبیب۔ لیڈی ڈاکٹر اور کمپونڈر وغیرہ رہا کرتے تھے مگر ۱۳۴۱ھ میں اتفاقاً محمل مصری کے ساتھ چار طبیب بغرض ادائی فریضۂ حج روانہ ہوئے تھے اور محمل جدے تک پہونچ چکا تھا شریف نے طبیبوں کی موجودگی اپنے سیاسی مصالح کے خلاف تصور کر کے حکومت مصر سے ان کو واپس طلب کرنے کا مطالبہ کیا۔ اُس نے اپنے حاجیوں کو غیر محفوظ

حالت میں چھوڑ دینا اور طبیبوں کو حج سے محروم کر دینا مناسب خیال نہ کیا۔ شریف اپنی بات پر اڑا رہا آخر محمل مصری معہ غلاف کعبہ اور ہمراہیوں کے جدے سے واپس ہو گیا اس کے بعد شریف کی حکومت بھی حجاز پر نہ رہی۔ اس واقعہ کی تفصیل سابق میں علیحدہ بیاں کی جا چکی ہے۔

(۴) اہل نجد اور ہمرائیاں محمل مصری کا تصادم

محمل مصری کا آخری حادثہ یہ ہے کہ ۱۳۴۴ھ میں بزمانہ سلطان ابن سعود محمل مصری حسب دستور باجے گاجوں کے ساتھ حرم میں داخل ہوا اور عرفات جاتے وقت کسی پرجوش نجدی نے اسے کھیل تماشا تصور کر کے اس کے اونٹ کے پاؤں میں گولی ماردی۔ محمل سلامی ہو گیا اور مصری فوج نے اس کا جواب مشین گن سے دیا۔ کوئی پچیس نجدی مارے گئے مگر سلطان کے غیر معمولی تحمل اور مہمان نوازی نے اس فساد کو بڑھنے نہ دیا۔ یہ آخری محمل تھا جو مصر سے حجاز گیا تھا۔ اس کے بعد سلطان ابن سعود کی یہ شرط کہ اس کے ساتھ باجا نہ آئے حکومت مصر نے قبول نہ کی اور یکایک یکم ذیحجہ ۱۳۴۵ھ کو اطلاع دیدی گئی کہ آئندہ غلاف کعبہ و محمل روانہ نہیں کیا جائیگا چنانچہ اس وقت سے محمل کا آنا موقوف ہے۔

نویں فصل

مختلف ممالک کے محمل

عراقی محمل

عہد عباسی میں تو عراق سے کسی محمل کی آمد کا پتہ نہیں لگتا۔ البتہ سلطنت بغداد کی تباہی کے بعد غالباً اہل مصر کی دیکھا دیکھی بغداد والے بھی محمل لانے لگے تھے جس زمانے میں عراق

میں تاتاری مسلمانوں کی حکومت تھی یہاں کا محمل سب سے بڑا ہوتا تھا۔ سلطان عراق ابو سعید بہادر خاں بن خدابندہ جس کا عہد حکومت ۷۱۶ھ سے ۷۳۶ھ تک ہے عراق کے حاجیوں پر بڑی مہربانی کیا کرتا تھا اور محمل کو حریر سے منڈھکر انواع و اقسام کے زر و جواہر و یاقوت سے اس کو مرصع بناتا تھا یہاں تک کہ اس کی قیمت دو لاکھ پچاس ہزار دینار سرخ (اشرفی) یعنی ایک لاکھ پچیس ہزار گنی یا ہمارے زمانے کے سولہ سترہ لاکھ روپیے تک پہونچگئی تھی (مراۃ الحرمین) برکہاٹ کہتا ہے کہ سنہ ۷۳۰ھ میں عراقی قافلہ ایک ہاتھی سکے اوپر محمل لایا تھا کیا عجب ہے کہ یہ محمل سلطان ابو سعید خاں بن خدابندہ ہی کا ہو۔

سنہ ۶۳۱ھ میں عراقی قافلے اور عربوں میں پانی پر جھگڑا ہوا تھا اور عراقی قافلہ بہ سبب تنگی وقت شریک حج نہ ہوکر بغیر حج کئے واپس ہوگیا تھا۔ سنہ ۶۳۳ھ سے سنہ ۶۳۶ھ تک اور پھر سنہ ۶۳۹ھ میں اہل عراق تاتاریوں کے فساد کی وجہ سے حج کے لئے نہیں آسکے تھے۔ غرضکہ عراقی محمل پابندی کے ساتھ نہیں آتا تھا اور آخر نویں صدی ہجری میں عراق سے محمل کا آنا بالکل موقوف ہی ہوگیا۔

(۲) محمل یمنی

تقی الدین فاسی کہتا ہے کہ خلافت بغداد کے خاتمے کے بعد سب سے پہلے سنہ ۶۵۹ھ میں ملک مظفر یوسف اول بن عمر بادشاہ یمن نے (جس کی سلطنت سنہ ۶۴۷ھ سے سنہ ۶۹۴ھ تک رہی) غلاف کعبہ بھیجا تھا اور اس کے بعد بھی کئی سال تک وہ ملوک مصر کے غلاف کے ساتھ غلاف بھیجتا رہا کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ اسی کا غلاف آیا مگر اس وقت تک یمن سے کسی محمل کی آمد کا پتہ نہیں ملتا۔ (شفاء العزام)

بعض دوسرے مورخوں کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۹۶۰ھ میں یمن سے پہلا محمل آیا تھا۔ اہل یمن زیادہ تر بحری رستے سے حج کو آیا کرتے تھے وجہ یہ تھی کہ حجاز کے عرب اُن پر بڑا ظلم کیا کرتے تھے اور ہر اونٹ پر چاہے اس پہ حاجی بیٹھا ہو یا مال تجارت لدا ہو ایک سو درہم محصول

لیا کرتے تھے۔ یہ حالت مصطفیٰ پاشا ترکی والی یمن کے زمانے تک رہی۔ آخر اس نے عرب لیٹروں کو منتشر کر دیا اسی وجہ سے اس کا نام نشار مشہور ہو گیا تھا۔ ۹۴۹ھ میں یمن کے حاجیوں کا رستہ کھل گیا اس کے ساتھ امیر حج اور فوج آیا کرتی تھی۔ ۹۶۰ھ یا ۹۶۳ھ میں مصطفیٰ پاشا نے یمنی محمل کی تیاری کے لئے سلطان ترکی سے عرض کیا اور اس کی اجازت مل گئی اور اس وقت سے ۱۰۴۹ھ تک محمل آتا رہا۔ اس کے بعد فتنہ و فساد کی وجہ سے آنا موقوف ہو گیا یمن کا آخری محمل خاندان رشیدیہ کے دوسرے فرمانروا المؤید باللہ محمد نے ۱۰۴۹ھ میں بھیجا تھا۔ اس کی حکومت زیر سیادت سلطان[1] کی ۱۰۲۹ھ سے ۱۰۵۴ھ تک رہی۔

(۴) نجدی محمل

چونکہ محمل کا مناسک حج سے کوئی تعلق نہیں ہے اس لئے وہابی اس کو محض فضول اور ایک نمائشی چیز سمجھتے ہیں۔ بعض جوشیلے وہابی اس کو سوختنی بھی تصور کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں ان سے توقع نہیں ہو سکتی کہ وہابی مذہب کے ظہور کے بعد کوئی محمل نجد سے آیا ہو۔ اس سے قبل بھی اہل نجد کے محمل کا پتہ تاریخوں میں نہیں ملتا۔ اب رہا عورتوں کے بیٹھنے کا محمل یا کجاوہ۔ ایسا محمل تو بقول شخصے لیلیٰ مجنون کے زمانے سے نجد میں رائج ہے جس کا ذکر عربی شاعروں کی زبان سے نکلکر صحرائے نجد کو طے کرتا ہوا ایران ہو کر ہندوستان تک پہونچ گیا ہے۔ جیسا کہ کوئی صاحب فرماتے ہیں ؎

بگولے اٹھ رہے ہیں نجد کے بن میں ہے سناٹا
نہ ناقہ ہے۔ نہ مجنوں ہے۔ نہ لیلیٰ ہے نہ محمل ہے

محمد تبنونی رحلۃ الحجازیہ میں محمل نجدی کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ:۔

اُب بھی ہم کو محمل امین الرشید۔ محمل ابن سعود اور محمل ابن دنیار نظر آتے ہیں۔ یہ سب اونٹ

[1] اس بادشاہ نے زیدیہ طریقہ اختیار کر لیا تھا اور اس کے خاندان کے افراد امام صنعا کے لقب سے ترکی کے زیر اثر رہکر یمن پر حکومت کرتے رہے۔ اب بھی وہاں اسی خاندان کا امام یحییٰ برسر حکومت ہے۔

ہیں جو اُن کے خزانے یعنی مصارف حرمین کو ایک معمولی سبز بانات منڈھے ہوئے محمل میں رکھ کر حرمین تک لاتے ہیں،،

ممکن ہے کہ سلطان ابن سعود نے قبل فتح حجاز مصارف حرمین کے لئے روپیہ کسی محمل میں رکھ کر بھیجا ہو یا نجد کے دوسرے امراء رشید ابن دینار نے بھی ایسا ہی کیا ہو مگر جن معنوں میں لفظ محمل ہماری اس کتاب میں استعمال ہوا ہے اُس کے لحاظ سے وہ محمل کی تعریف میں نہیں آسکتا وہ محض ایک کجاوہ ہوگا جس میں قافلہ نجد کے مصارف حرمین رکھ کر لائے جاتے ہوں گے نہ اس کو کوئی محمل شریف کہتا ہوگا۔ نہ اس کے اونٹ کے پاؤں چومے جاتے ہونگے نہ اس کی نکیل آنکھوں سے لگائی جاتی ہوگی اور وہ اسی قسم کا خوشنما محمل یا شغدف ہوتا ہوگا جس میں بیٹھکر نجد کے بعض امیر وشوقین مزاج اب بھی مکۂ معظمہ آتے ہیں۔

(۴) حلب کا محمل

صاحب درالفوائد لکھتے ہیں کہ بعض بعض سال اہل حلب بھی محمل للائے ہیں اس مختصر اشارہ سے یہ پتہ نہیں لگتا کہ اہل حلب کا محمل کب آتا تھا اور کب سے موتوف ہوا۔

(۵) حیدرآباد کا فرضی محمل

خدیو عباس حلمی پاشا کے سفرنامے رحلۃ الحجازیہ میں یہ دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی کہ اس میں حیدرآباد دکن کے محمل کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس سے بڑھکر تعجب مولوی عبدالسلام صاحب ندوی پر ہوا کہ انہوں نے سفرنامۂ مذکور کا جو اقتباس ترجمہ کرکے تاریخ حرمین کے نام سے اردو میں شایع کیا ہے اس میں بھی اس فرضی محمل کا ذکر بجنسہ ترجمہ کردیاہے۔ اگرچہ مولوی صاحب موصوف نے اس ترجمہ میں کہیں شرح وحاشیہ کی تکلیف گوارا نہیں فرمائی ہے مگر حیدرآباد کے محمل کی نسبت توکم سے کم اُن کو کسی سے دریافت کرلینا چاہئے تھا۔ رحلۃ الحجازیہ یا تاریخ حرمین میں اس فرضی محمل کی

نسبت یہہ لکھا ہے:۔

اسی طرح حضور نظام حیدرآباد کا محمل مکے میں ان کے ملک کے حاجیوں کے ساتھ آتا ہے اور حرمین الشریفین کو جو ہدایا وہ روانہ فرماتے ہیں لاتا ہے؛

ریاست حیدرآباد سے اللہ اس کو ہمیشہ قایم رکھے۔ کوئی محمل روانہ نہیں ہوتا۔ البتہ یہاں سے ہر سال حاجیوں کا قافلہ جاتا ہے اور سوا سو ڈیڑھ سو حاجیوں کے جہاز کے ٹکٹ۔ سرکار عطا فرماتی ہے عموماً یہاں کے محکمۂ امور مذہبی کے ناظم[1] اور منتظم[2] حاجیوں کو جہاز پر سوار کرانے کے واسطے بمبئی تک جاتے ہیں۔ امیر حاج اور طبیب قافلہ سرکار سے مقرر کئے جاتے ہیں جن کو صادر وغیرہ کے اخراجات اور دوا کے لئے کچھ رقم سرکار سے ملتی ہے۔ حرمین الشریفین میں علاقہ سرکار عالی کے کئی مسافر خانے اور دو مدرسے ہیں جن کے مصارف اور سبیل و ختم قرآن و طعام نیاز وغیرہ کے اخراجات ریاست ابد مدت ادا فرماتی ہے۔ ان کے علاوہ بہت سے ساکنین یثرب و بطحیٰ کو بلا شرط خدمت ریاست سے تنخواہیں عطا ہوتی ہیں ان تمام انتظامات کے لئے حیدرآباد میں ایک دفتر ہے جس کے افسر اعلیٰ ناظم مصارف حرمین الشریفین کہلاتے ہیں۔ مدارس و رباط کے مصارف اور باشندگان حرمین کی تنخواہیں وغیرہ کسی صرہ یا محمل کے ساتھ روانہ نہیں ہوتیں مختلف اوقات میں ان کی روانگی کا انتظام مختلف رہا ہے۔ عموماً مکۂ معظمہ کے مشہور تاجروں کے توسط سے رقمیں ایصال ہوتی ہیں پیشتر حاجی عبدالستار صاحب و حاجی عبدالجبار صاحب و حاجی علی جان صاحب تاجران مکہ کی معرفت یہہ رقوم بھیجی جاتی تھیں۔ آجکل اس کا انتظام حاجی محمد بلال صاحب تاجر مکۂ معظمہ کے سپرد ہے۔

(۶) سوڈان کا محمل

نعوم بک شقیر تاریخ سوڈان میں صرۃ الحرمین[3] کے زیر عنوان لکھتے ہیں کہ دار فور علاقہ

---

[1] آجکل محکمۂ امور مذہبی کے ناظم عالیجناب نواب اختر یار جنگ بہادر مولوی لطیف احمد صاحب اختر فرزند امیر احمد مینائی حضرت امیر رحمتہ اللہ علیہ ہیں؛ [2] منتظم محکمۂ امور مذہبی اس وقت مولوی عبدالوہاب صاحب عندلیب ایڈیٹر رسالہ واعظ حیدرآباد ہیں

[3] صرۃ الحرمین سے مراد وہ تھیلی ہے جس میں روپیہ رکھکر حرمین الشریفین کے مصارف اور وہاں کے مستحقین کی تنخواہوں کے لئے بھیجے جاتے تھے سلطنت ٹرکی کے زمانہ میں یہہ رقم بہت کثیر تھی اور سینکڑوں آدمیوں کو تنخواہیں ملتی تھیں (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۴ پر)

سوڈان کی ریاست تمام سلطنتوں سے آزاد تھی اور سوائے حرمین الشریفین کے کسی کو جزیہ نہیں دیتی تھی البتہ مصارف حرمین کے لئے وہ کچھ رقم محمل کے ساتھ بھیجا کرتی تھی۔

(۷) محمل شامی

درالفوائد میں ہے کہ سب سے پہلا شامی محمل ۹۱۹ھ میں مکہ معظمہ آیا تھا۔ خلاصۃ الکلام میں ہے کہ سب سے پہلا محمل شامی بزمانہ سلطان سلیم ۹۲۳ھ میں بھیجا گیا تھا۔ اس کے ساتھ مصلح الدین رومی امیر قافلہ بنکر آیا تھا۔ محمل شامی کے ساتھ حرمین الشریفین کے سالانہ اخراجات اور خدام و باشندگان حرمین کی تنخواہیں ہوا کرتی تھیں جن کو "صرہ[1]" کہا کرتے تھے۔ موم بتیاں اور روغن زیتون آیا کرتا تھا۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرۂ شریف کا غلاف اور کعبہ کا اندرونی غلاف بھی کسی نئے سلطان کی تخت نشینی کے وقت اسی محمل کے ساتھ بھیجا جاتا تھا۔ یہ محمل قسطنطنیہ سے روانہ ہوتا تھا اور اگلے زمانے میں خشکی کی راہ سے اناطولیہ و شام سے گزرتا ہوا شمالی ایشیا کے حاجیوں کو اکٹھا کرتا دمشق پہونچتا تھا۔ زمانہ حال میں قسطنطنیہ سے جہاز میں روانہ ہوکر بیروت آجاتا تھا۔ اس جہاز کو بھی جس میں محمل ہوتا تھا خاص طور پہ جھنڈیوں وغیرہ سے آراستہ کرتے تھے۔ علاقہ ٹرکی کے جن جن شہروں اور بندرگاہوں سے یہ محمل گزرتا تھا وہاں اس کی تعظیم میں آئیں توپیں چلتی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۳) یہ تنخواہیں نسل بعد نسل چلتی تھیں اور حیدر آباد کے منصب کی طرح باپ سے بیٹے پر منتقل ہوتی چلی جاتی تھیں کسی شخص کا نام صرے میں شریک ہونا اس کی عزت کی دلیل سمجھی جاتی تھی اور بعض اوقات تقسیم ہوتے ہوتے اس کی مقدار کسی خاندان کے افراد کے نام پر روپیہ دو روپیہ بھی رہ جاتی تھی مگر وہ لوگ خوشی سے اسکو قبول کرتے تھے کسی تنخواہ یاب کے لاوارث مر جانے پر دوسرے شخص کے نام بھی اس کی اجرائی ہوسکتی تھی۔ بعض لوگ افلاس وغیرہ کی وجہ سے اس تنخواہ کو رہن یا فروخت بھی کرسکتے تھے۔ اس کے لئے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں ایک خاص دفتر تھا۔

[1] صرہ کی کیفیت سوڈان کے محمل کے زیر عنوان حاشیے پہ تحریر کی گئی ہے۔

سلامی دی جاتی تھی۔ پولیس۔ فوج۔ عہدہ دار اور عام لوگ بڑے جوش وخروش کے ساتھ اس کا استقبال کرتے تھے اور شہر میں اس کا جلوس نکلتا تھا۔ بیروت سے محمل دمشق پہونچا تھا اور دمشق سے بیالیس منزل طے کر کے ایک مہینے میں مکہ معظمہ پہونچا کرتا تھا۔ حجاز ریلوے تیار ہو جانے کے بعد محمل دمشق سے مدینے تک ریل میں آنے لگا تھا اور مدینے سے خشکی کے رستے سے مکے پہونچا کرتا تھا۔ اس محمل کے ساتھ کم وبیش چار پانچ ہزار آدمی اور دس پندرہ ہزار اونٹ آتے تھے۔ فوج اور توپ خانہ بھی رہتا تھا تجارتی مال بھی قافلے کے ساتھ بہ کثرت آیا کرتا تھا۔ ہر قسم کی دکانیں قافلے کے ساتھ چلا کرتی تھیں۔ جہاں قافلہ ٹھہرتا تھا ایک بازار الگ جاتا تھا۔ بہت سے لوگ اس سفر میں حاجیوں کے خورو نوش کا ٹھیکہ لے لیا کرتے تھے ان کو مقوم کہا کرتے تھے۔ اس محمل کے ساتھ جو فوج رہا کرتی تھی اس کی سربراہی سرکاری طور پر ہر شہر و قریہ میں ہوا کرتی تھی۔ اس لئے جس قدر منزلیں اور قلعے پڑتے تھے وہاں سے رسد کا انتظام کر دیا جاتا تھا۔

چونکہ یہ محمل اپنے ساتھ حرمین کے امراو شرفا اور عام لوگوں کی تنخواہیں لایا کرتا تھا اس لئے مکے میں اس کا انتظار عید کے چاند کا سا کیا جاتا تھا۔ لوگ اس کی اطلاع دینے میں سبقت کرتے تھے۔ جو شخص گھوڑا دوڑا کر سب سے پہلے شریف مکہ کو اس کی آمد کی خبر پہونچاتا تھا وہ بڑا انعام پاتا تھا۔ یہ محمل ہمارے زمانے تک آتا رہا۔ ۱۳۳۲ھ میں جب جنگ یورپ چھڑی تو ابتدائی چار سال تک تکمیل رسم کے لئے وقت بے وقت آیا لیکن ۱۳۳۷ھ میں جب شریف مکہ نے ترکوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور حجاز ترکوں کے قبضے سے نکل گیا تو اس کا آنا قطعاً موقوف ہو گیا۔

تمت